

حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط

ڈاکٹر خورشید احمد فارق

پروفیسر دہلی یونیورسٹی



إِذَا رَأَيْتَ سَلَامًا، فَإِنَّا بَكِلِي الْأَمْرَ

حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط

ڈاکٹر خورشید احمد فارق

پروفیسر دہلی یونیورسٹی

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۰- انارکلی لاہور

اشاعت اول : مئی ۱۹۷۸ء
 باہتمام : اشرف برادرزہ - لاہور
 مطبع : وفاق پریس - لاہور
 قیمت : چوبیس روپے - ۲۴/-

ناشر

ادارۃ اسلامیات ○ لاہور

ملنے کے پتے :

ادارۃ اسلامیات : ۱۹۰ - انارکلی - لاہور
 دارالاشاعت : اردو بازار - کراچی ۱
 ادارۃ المعارف : ڈاکخانہ العلوم کراچی ۱۳
 مکتبہ دارالعلوم : کراچی ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ابوبکر صدیق کے سرکاری خطوط تین سال پہلے بُرہان میں شائع ہوئے تھے، اُس وقت ان کی تعداد پینتالیس تھی اب پوری ستر ہے، جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ خطوط نہ تو عربی میں کبھی جمع ہوئے اور نہ یہ شکل ترجمہ دوسری زبانوں میں، ابوبکر صدیق کا عہد خلافت تھا تو بہت مختصر یعنی صرف سوا دو سال لیکن اس میں واقعات و حوادث کی طغیانی سی رہی، ہر طرف بغاوتیں، ہر طرف فوج کشی، جب بغاوتیں دور ہوئیں تو ایک طرف نظم و تدبیر کا دور شروع ہوا تو دوسری طرف عراق و شام میں فتوحات کا۔ اس عرصہ میں خلیفہ نے سیکڑوں مراسلے بھیجے ہوں گے لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے صرف پانچ چھ درجن سے زیادہ ہمیں مل سکے، اور شاید اس سے زیادہ مل بھی نہ سکیں۔

ابتداء اسلام میں سرکاری خط و کتابت کا نہ تو مرکز یعنی مدینہ میں کوئی ریکارڈ رکھا جاتا تھا اور نہ افسر جنہیں خط بھیجے جاتے انہیں محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام کرتے تھے، اس کے علاوہ ابوبکر صدیق کے مخاطب زیادہ تر فوجی کمانڈر تھے جو برابر گشت و سفر میں رہ کر فوجی ہمیں انجام دیتے اور جن کے پاس نہ دفتر تھے نہ دفتری عملہ، مدینہ سے خط آتے، ان کو حاضرین کے سامنے پڑھ کر مُنادیتے اور ان کے مطابق عمل کرنے لگتے، مضمون خط کی اشاعت کے بعد خط کو محفوظ رکھنے کی ضرورت نہ رہتی، وہ جلد ہی تلف ہو جاتا۔

یہاں پیش کردہ خطوط میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اپنی لفظی و معنوی شکل میں ویسا ہی ہے جیسا ابو بکر صدیق نے لکھا تھا، اس میں شک نہیں کہ یہ خطوط ہمارے پاس مکتوب و مدون شکل میں آئے ہیں، لیکن قید تحریر میں آنے سے پہلے بہت عرصہ تک وہ سینہ بہ سینہ اور زبان بہ زبان نقل ہوتے رہے کیوں کہ عرب جب اشاعت اسلام اور فتوحات کے لئے اُٹھے اس وقت ان کے ہاں نہ علمی ماحول تھا، نہ علمی روایات، اور نہ علمی شعور، ان میں پڑھے لکھوں کا تناسب اس سے زیادہ نہ تھا جتنا آٹے میں نمک ہوتا ہے، یہ اپنی تاریخ اور فنون کاغذ کی بجائے حافظہ میں محفوظ رکھنے کے عادی تھے، اور اسلام کے بعد بہت عرصہ تک انہوں نے یہی طریقہ جاری رکھا۔

سینہ بہ سینہ انتقال کے دوران بعض خطوں کے مضمون بڑھ گئے، بعض کے گھٹ گئے اور بعض کے بدل گئے، کیوں کہ حافظہ کے نقش چاہے وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو حالات کے عمل اور رد عمل سے کبھی دھندلے ہو جاتے ہیں، کبھی مٹ جاتے ہیں اور کبھی مٹے ہوئے نقوش کی جگہ اس پر بالکل نئے نقوش منسجم ہو جاتے ہیں مثلاً ابو بکر صدیق کا وہ خط جس میں خالد بن ولید کو عراق کی سالاری سونپی گئی ہے، سیف بن عمر نے جتنے حجم میں بیان کیا ہے اُس سے بہت زیادہ حجم میں کلامی نے اکتفاء میں پیش کیا ہے، یعنی ایک مورخ کے راوی حافظہ کی شکست و ریخت کے زیر اثر خط گھٹا کر بیان کرتے ہیں تو دوسرے مورخ کے راوی اس کی خلاقی کی بدولت خط کا مضمون بڑھا دیتے ہیں، مثلاً ان کا ایک خط ”قلعہ خیمہ کے محصور کنندہ فوج“ کے بارے میں ہے، جس میں ایک مدرسہ تاریخ کی رو سے وہ اپنے سالار اعلیٰ زیاد بن لبید کو حکم دیتے ہیں کہ محصورین اگر ہاتھ آجائیں تو انہیں قتل کر دیا جائے اور دوسرے مدرسہ تاریخ کی رائے ہے کہ انہوں نے سالار اعلیٰ کو حکم دیا تھا کہ وہ محصورین کے قتل سے باز رہیں اور انہیں مدینہ بھیج دیں، یعنی

ایک ہی موضوع پر خلیفہ کے دو متضاد خط ہیں، یہ اس بات کی مثال ہے کہ کبھی حافظہ کے نقوش بالکل بدل جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے ترسم ہو جاتے ہیں، لیکن شکر ہے کہ ابو بکر صدیق کے خطوط میں اس قسم کا تناقض ایک دو جگہ سے زیادہ نہیں پایا جاتا، تاہم کمی بیشی اور خاص طور پر بیشی کا ان کے ہر خط میں احتمال ہے، مشینوں سے بنا کاغذ جو آج کل اتنا سستا اور فراوان ہے اُس زمانہ میں کم یا ب اور دھنگا تھا، اس کی کم یا بی اور دھنگائی اس درجہ تھی کہ تیس برس تک قرآن اُترا، لیکن رسول اللہ یا سلمان اس کو قلمبند کرنے کے لئے کاغذ فراہم نہ کر سکے اور اس کی کتابت کھجور کی ٹہنیوں، سپھر کی سلوں، اونٹ اور بکری کی ہڈیوں پر ہوتی رہی، ابو بکر صدیق جب خلیفہ ہوئے اس وقت بھی خلافت کی مالی حالت اچھی نہ تھی، بلکہ سخت نازک تھی، ملک میں ہر طرف بغاوتیں ہو رہی تھیں اور کئی سیاسی حریف مدینہ کے اقتدار کا خاتمہ کرنے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے، ان بغاوتوں اور سیاسی خطروں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے روپیے کی سخت ضرورت تھی، پھر جب یہ بغاوتیں فرو ہوئیں اور خطرے دور ہوئے تو عراق و شام میں نئے محاذ کھل گئے، اور روپیے کی ضرورت کم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی، اس صورت حال کا تقاضا تھا کہ سول خرچ کم سے کم کیا جائے، کاغذ سول خرچ کی ایک بڑی مدتھا، اور کاغذ کا خرچ کم رکھنے کے لئے مختصر خط لکھے جاتے تھے، ان حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے ابو بکر صدیق کے خطوط کے سلسلہ میں یہ بات مزید یاد رکھنی چاہئے کہ ان کا جو خط جتنا زیادہ مختصر ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کے اصل سے قریب ہونے کا امکان ہے، اور جو خط جتنا بڑا اور طولانی ہوگا اس میں اضافہ اور راویوں کے تصرف کا اتنا ہی زیادہ احتمال ہے۔

تعارف

بجائیت غلیفہ ابو بکر صدیق کی سیرت اور سیاسی کردار کی بہت سی جھلکیاں آپ کو کتاب کے صفحات پر نظر آئیں گی، لہذا اس تعارف میں ان کا دہرانا بے سود ہے، یہاں کچھ نئی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ابو بکر صدیق اسلام سے پہلے مکہ کے ایک معزز تاجر تھے، طبیعت اصلاح کی طرف مائل تھی، شرمناک اور ناشایستہ کاموں سے اجتناب کرتے، شراب نہ پیتے، جوانہ کھیلتے، بتوں سے دلچسپی نہ لیتے۔ ساکھ اس درجہ تھی کہ اگر قتل کا کوئی واقعہ ہو جانا اور یہ قاتل کی طرف سے خوں بہا کی ضمانت کر لیتے تو مقتول کا وارث ان کی ضمانت کا احترام کرتا اور اگر کوئی وارث اکابر قریش سے ان کے بارے میں راتے لیتا تو وہ ان کی امانت و دیانت کی تائید کرتے۔ (استیعاب ابن عبد البر حیدر آباد ہند ۳۳۱)

ایک دفعہ رسول اللہ کے ساتھ بسلسلہ تجارت شام روانہ ہوئے، اُن کی عمر اٹھارہ سال تھی، رسول اللہ کی بیس سال، شام کی سرحد پر پہنچے کہ رسول اللہ آرام کرنے ایک بیری کے درخت تلے بیٹھ گئے اور ابو بکر صدیق آگے بڑھ گئے، ان کی ایک عیسائی راہب سے ملاقات ہوئی اور وہ اُس سے کچھ مذہبی استفسارات کرنے لگے، دوران گفتگو میں راہب نے پوچھا درخت کے نیچے کون ہے؟ ابو بکر صدیق نے کہا ایک قرشی جس کا نام محمد بن عبد اللہ ہے، راہب نے کہا یہ شخص عربوں کا بنی بنے گا، یہ بات ابو بکر صدیق کے دل میں بیٹھ گئی، انھیں رسول اللہ کے نبی برحق ہونے کا یقین ہو گیا اور جوں جوں زمانہ گذرا یہ یقین راسخ تر ہوتا گیا۔ (کنز العمال ۶/۴۷۳، ۴۷۴) رسول اللہ کے اعلان نبوت سے مکہ میں ہلچل پیدا ہو گئی، قریش کے ذی اثر، مال دار اور ارباب رائے لوگ ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، کوئی انھیں خطبے کہتا

کوئی دیوانہ، اُن کو اسلام کے قیام میں اپنی روایتی زندگی، اس کی اقدار اور اپنی شخصی و اجتماعی پوزیشن کی موت نظر آتی، بڑے لوگوں کا اشارہ پا کر عوام نے بھی اسلام سے گریز کی راہ اختیار کی۔ قریش کے مال دار اور معزز لوگوں میں صرف ابو بکر صدیق ایسے تھے جنہوں نے رسول اللہؐ کا ساتھ دیا، ان کی ہمت افزائی کی اور اسلام کے پیر جانے میں اپنی مقدور بھر کوشش کی، وہ رسول اللہؐ کو ساتھ لے آس پاس کے قبیلوں میں اسلام کی دعوت دیتے پھرا کرتے، حج کعبہ کے موقع پر جب ملک کے کونے کونے سے لوگ مکہ آتے تب بھی وہ خیمہ خیمہ ڈیرہ ڈیرہ رسول اللہؐ کے ساتھ جاتے اور ان کا اور اسلام کا تعارف کرتے اس طرح ہزاروں عرب رسول اللہؐ کے مذہب سے واقف ہو گئے اور سیکڑوں نے اسے مان لیا۔ یہ اُن کے شخصی اثر اور کوشش ہی کا نتیجہ تھا کہ قریش کی کئی ممتاز ہستیاں اسلام کی حلقہ بگوش ہو گئیں، جیسے عثمان غنی، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ، ان کے تعاون اور اشارے سے اسلام اور رسول اللہؐ کو بہت تقویت پہنچی۔ (استیعاب ۱/ ۳۳۱)

جب رسول اللہؐ نے اپنی نبوت کا برملا اظہار کیا اس وقت ابو بکر صدیق کے پاس چالیس ہزار درہم یعنی بیس ہزار روپے تھے، یہ رقم انھوں نے اسلام کے لئے وقف کر دی، اس سے قریش کے ان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہو گئے تھے، اور جن کے مالک انھیں خوب خوب تکلیفیں پہنچاتے تھے، تیرہ سال بعد جب وہ اور رسول اللہؐ مکہ والوں کی ناقابل برداشت بدسلوکیوں سے تنگ آکر، گھر بار چھوڑ کر مدینہ جانے پر مجبور ہوئے تو اس رقم کا بیشتر حصہ اسلام کے نوخیز پودے کی آب یاری پر صرف ہو چکا تھا اور اب صرف ڈھائی ہزار روپے باقی تھے، تھوڑے دنوں میں یہ بھی اسلام کی نذر ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد طبع لیدن ۳/ ۱۲۲)

جب اسلام کے دشمن سرنگوں ہو چکے اور رسول اللہ کی نبوت سارے ملک میں تسلیم کی جانے لگی تو ایک دن آپ نے کہا: ہم نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے البتہ ابوبکر کے احسانات ایسے ہیں کہ اُن کا بدلہ دینے سے ہم قاصر ہیں، ان کی جزاء خدا دے گا، جتنا ابوبکر کا روپیہ میرے کام آیا کسی اور کا نہیں آیا“

(تاریخ الاسلام از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مصر ۱۹۵۳ء / ۲۲۱)

ابھی رسول اللہ کی تجہیز و تکفین بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ان کی جانشینی کے مسئلہ نے سنگین صورت اختیار کر لی، انصار کے ایک گروہ نے کہا کہ چوں کہ ہم نے رسول اللہ کو پناہ دی تھی اور اپنی جان و مال سے اسلام کے کمزور پودے کو پروان چڑھایا اس لئے رسول اللہ کا جانشین ہم میں سے منتخب ہونا چاہیے، ہاجرین کو یہ مطالبہ ناگوار گذرا، انھوں نے کہا: اسلام کا بیج ہم نے ڈالا اور ہم نے ہی اس کی آبیاری کی اس لئے رسول اللہ کی جانشینی کے زیادہ حق دار ہم ہیں، حالات بگڑ گئے اور اندیشہ تھا کہ کوئی بڑا فتنہ کھڑا نہ ہو جائے کہ ابوبکر صدیق کو بلایا گیا جو رسول اللہ کی میت کے پاس تھے، انھوں نے ٹھنڈے دل سے بات کی اور ایسی دلیلیں پیش کیں کہ انصار کو خاموش ہونا پڑا۔ انھوں نے کہا کہ جانشینی کا مسئلہ ہاجر و انصار کی بنیاد پر طے نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس بنیاد پر کہ موجودہ حالات میں کس کی جانشینی تسلیم کی جاسکتی ہے، ان کا خیال تھا کہ عرب قبائل قریش کی خلافت برضا و رغبت قبول کر لیں گے لیکن انصار کی قبول نہیں کریں گے، ایک تو اس وجہ سے کہ رسول اللہ خود قرشی تھے اور دوسرے اس وجہ سے کہ قریش کو سارے ملک میں عزت و وقار حاصل تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ وہ مکہ کے بادشاہ تھے، اور عربوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ خانہ کعبہ کے متولی، ملک کی اندرونی و بیرونی تجارت کا معتد بہ حصہ ان کے ہاتھ میں تھا، اور حج کے زمانہ میں وہ ہزاروں زائرین کعبہ کی مفت ضیافت کرتے تھے، اس کے برخلاف

اوس و خزرج کو جو اس وقت انصار کے نام سے موسوم تھے، عربوں کی نظر میں کوئی عزت کوئی وقار اور کوئی وجاہت حاصل نہ تھی، اسلام سے پہلے وہ برابر آپس میں لڑا کرتے تھے، نَجَّار و حائک کہہ کر عرب ان کو چڑاتے تھے، ابو بکر صدیق کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر خلیفہ قبیلہ اوس سے منتخب کیا گیا تو قبیلہ خزرج کو یہ بات شاق گذرے گی اور اگر خزرج سے چُنا گیا تو اوس ناک بھوں چڑھائیں گے اور ان کے درمیان پرانی کدورتیں تازہ ہو جائیں گی اور وہ عداوت پھر جوش میں آجائیں گی جو اسلام سے پہلے ان دونوں پڑوسی قبیلوں کو باہم لڑاتی تھی۔ لیکن وہ انصار کے ساتھ کسی قسم کی بے انصافی نہیں کرنا چاہتے تھے، کیوں کہ انصار نے ہاجر مسلمانوں کے قیام و طعام کے لئے بے مثال ایثار کا مظاہرہ کیا تھا اور پھر اسلام کی ترقی اور مخالفین اسلام کو سرنگوں کرنے میں بے انتہا جانی و مالی قربانیاں دی تھیں، لہذا انہوں نے کہا: نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ۔ خلیفہ ہم ہوں گے اور ہمارے مشیر آپ۔“

مجمع میں عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن جراح، رسول اللہ کے دو برگزیدہ اور مخلص ساتھی موجود تھے، ابو بکر صدیق نے کہا ان دونوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لیجئے، لیکن قبل اس کے کہ حاضرین دونوں میں سے کسی ایک کی بیعت کرتے عمر فاروق نے لپک کر ابو بکر صدیق کی بیعت کر لی، ان کا بڑھنا تھا کہ مجمع کے بیشتر لوگ بڑے جوش سے اٹھے اور ابو بکر صدیق کو گھیر لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ خلیفہ بننے کے بعد ابو بکر صدیق نے ہاجرین و انصار کے سامنے ایک مختصر تقریر میں کہا:

”مجھے میری منشاء کے خلاف خلیفہ بنا دیا گیا ہے، بخدا میری خواہش

تھی کہ آپ میں سے کوئی اور یہ ذمہ داری سنبھالتا، میں بنا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ مجھ سے چاہتے ہیں کہ میرا بتاؤ آپ کے ساتھ بعینہ و سیما ہو جیسا کہ رسول اللہ کا تھا تو مجھے اس سطح تک پہنچنے سے قاصر سمجھئے، وہ نبی تھے، خامیوں سے

پاک ، مجھے اُن جیسی کوئی فضیلت حاصل نہیں ، میں بشر ہوں اور آپ لوگوں میں کسی ایک سے بھی بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا ، مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے ، اگر آپ دیکھیں کہ میں ٹھیک کام کر رہا ہوں تو آپ میرے ساتھ چلیے ، اور اگر دیکھیں کہ میں بھٹک رہا ہوں تو مجھے ٹوک دیجئے ، ایک بات آپ کو اور بتا دینا چاہتا ہوں ، اور وہ یہ کہ مجھے غصہ آ جاتا ہے ، لہذا اگر آپ مجھے غضب ناک دیکھیں تو میرے پاس سے ہٹ جائیے گا۔۔۔“

(شرح پنج البلاغۃ ابن ابی الحدید مصر ۳/ ۱۵۱)

خلافت کا عہدہ سنبھال کر ابو بکر صدیق کی مصروفیات اتنی بڑھیں کہ وہ اپنا پرانا پیشہ یعنی تجارت جاری نہ رکھ سکے ، بڑے صحابہ نے اُسی پچاسی روپے ماہوار (۲۰۰ درہم سالانہ) اُن کے لئے مقرر کر دئے ، لیکن ایک توجہنگانی اور دوسرے بال بچوں کا ساتھ ، یہ رقم کافی نہ ہوئی ، ابو بکر صدیق کو حرف شکایت زبان پر لانا پڑا ، اب ان کی تنخواہ سو اسٹور روپے ماہوار کر دی گئی (۲۵۰۰ درہم سالانہ) ، دوسرا قول ہے کہ ان کا مشاہرہ ڈھائی سو روپے ماہوار تھا (۶۰۰۰ درہم سالانہ) ، ممکن ہے ابتداء سو سو اسٹور سے ہوئی ہو اور سال چھ ماہ بعد بڑھا کر ڈھائی سو کر دی گئی ہو۔

(طبقات ابن سعد ۳/ ۱۳۲)

حجاز بڑا مفلوک الحال خطہ تھا ، وہاں ضروریات زندگی جیسے غلہ ، کپڑا ، برتن ہتھ کم یاب اور گراں تھے ، اس لئے دو ڈھائی سو روپے تنخواہ پانے والا جس کے ذمہ دو بیویاں ہوتیں ، ٹھاٹ کی زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔

ابو بکر صدیق نے کل چار شادیاں کیں ، دُور اسلام سے پہلے اور دُور ہجرت کے بعد در جاہلیت کی دُوبیویوں میں سے ایک بیوہ تھی ، مدینہ آ کر انھوں نے ایک دوسری بیوہ سے جن کے شوہر رسول اللہ کے ساتھ ایک جنگ میں مارے گئے تھے ، نکاح کر لیا

بیک وقت ان کے پاس کبھی دو سے زیادہ بیویاں نہیں رہیں، ان کی آخری بیوی کا نام حبیبہ تھا، یہ ایک انصاری صحابی (خارجہ بن زید) کی صاحبزادی تھیں، ہجرت کر کے ابو بکر صدیق جب مدینہ آئے تو ان انصاری کے گھر ہی ان کے قیام و طعام کا انتظام کیا گیا تھا۔ (تاریخ الجئیس دیار بکری مصر ۲۳۹)

عربوں میں تعدد ازواج کا عام رواج تھا، اس کی وجہ جنسی بے قیدی یا جنسی انہماک نہ تھا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ یہ نتیجہ تھا ان مخصوص طبعی حالات کا جن کی ذمہ دار قدرت تھی، ملک کے بیشتر حصوں میں نہ زراعت تھی نہ پانی، رزق کے وسائل بے انتہا محدود تھے، اسی لئے یہاں کے قلاش اور فاقہ مست لوگ آئے دن لڑتے اور لوٹ مار کرتے، لڑائی اور لوٹ مار میں صرف مرد شریک ہوتے اور وہی مار بھی جاتے، اس ایک طرف کثرتِ اموات سے مردانہ اور زنانہ آبادی کا توازن بگڑا رہا، یعنی عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ رہتی، عورتیں مردوں کے سہارے جلتی، اور چونکہ ان کی تعداد زیادہ ہوتی ایک مرد کو کئی عورتوں کا کفیل ہونا پڑتا، تقریباً وہ سب لوگ جن کے لئے ممکن ہوتا یا جن کی مالی حالت اچھی ہوتی متعدد بیویاں رکھا کرتے جن میں بیواؤں کا تناسب کافی ہوتا، اس کے علاوہ تعدد ازواج کی ایک اور وجہ بھی تھی جو ہم نے کتاب کے صفحہ ۷۹-۷۷ پر بیان کی ہے۔ ابو بکر صدیق کے بیوی بچے عمر فاروق، عثمان غنی، اور حضرت علی تینوں کے بیوی بچوں سے کافی کم تھے۔

اس میں شک نہیں کہ خلافت کے اہم ترین مسائل بڑے صحابہ کے سامنے رکھے جاتے اور ان سے مشورہ کیا جاتا، لیکن چھوٹے معاملات حکومت میں ابو بکر صدیق باہم عمر فاروق سے صلاح کرنے پر اکتفاء کیا کرتے، وہ ابو بکر صدیق کے وزیر اور دست راست تھے، اس کے کئی سبب تھے، عمر فاروق رسول اللہ کی زندگی میں سارے معاملات میں پیش پیش رہا کرتے تھے، جو ان آدمی تھے بڑے جو شیلے، مخلص اور مجتہد دماغ،

ان کے جوش، خلوص اور اجتہاد کی رسول اللہؐ قدر کرتے تھے، یوں تو وہ اپنی شان کے مطابق ہر شخص کی ہی دلدادگی کرتے لیکن عمر فاروق کی پاس خاطر کا خاص لحاظ رکھتے، بارہا ایسا ہوتا کہ عمر فاروق جوش سے کوئی رائے پیش کرتے تو اس رائے پر مشتمل آیتیں نازل ہو جاتیں، اس بناء پر مکہ کے ایک بڑے مفسر مجاہد بن جبر (متوفی ۳۵۵ھ) نے کہا ہے: وکان عمر إذا رأى رأياً ينزل به القرآن - یعنی عمرؓ جب کوئی رائے قائم کرتے تو اس کے مطابق وحی آجاتی - (کنز العمال ۶/۳۴۰-۶/۳۲۸) ابو بکر صدیق ان سارے حقائق سے اچھی طرح واقف تھے، اس لئے وہ بھی عمر فاروق کی صوابدید کا خاص احترام کرتے، دوسرا سبب جس نے عمر فاروق کو ابو بکر صدیق سے ہر صحابی کی نسبت زیادہ قریب کر دیا اور ان کا سب سے بڑا معتمد بنا دیا، وہ رشتہ مواعاة تھا جس میں رسول اللہؐ نے دونوں کو باندھ دیا تھا، آپؐ اپنے ساتھیوں میں ہمدردی، رواداری اور تعاون بڑھانے کے لئے رسم مواعاة کی بنیاد ڈالی تھی، یعنی دو دو آدمیوں کو جن کے درمیان بعض صفات مشترک ہوتے ایک دوسرے کا مجازی بھائی بنادیتے، تاکہ ان میں اور زیادہ رواداری اور لگانگت پیدا ہو، ابو بکر صدیقؓ اس رشتہ کو بڑا مقدس سمجھتے، اور اس کو نبھانے کی پوری کوشش کیا کرتے، لیکن اس ایک جہتی اور باہمی اعتماد کے باوجود اگر وہ کسی معاملہ میں محسوس کرتے کہ عمر فاروق کی رائے خلافت کے مفاد یا مصلحت عامہ کے خلاف ہے تو اس کو رد بھی کر دیتے تھے، مثلاً جب خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کو جن کا اسلام ان کی نظر میں مشتبہ تھا قتل کیا اور عمر فاروق کے سامنے بعض صحابہ نے مالک کے مسلمان ہونے کی شہادت دی اور انھوں نے ابو بکر صدیقؓ سے خالدؓ کی معزولی اور سزا کا مطالبہ کیا تو انھوں نے ان کی رائے نہیں مانی اور مالک کا خوں بہا ادا کر دیا، ان کا خیال تھا کہ اگر خالد سے غلطی سرزد بھی ہوئی تو وہ اجتہادی قسم کی تھی، اور اجتہادی غلطی پر ایک ایسے جنرل کو جس

نے رسول اللہ کے عہد میں نہایت اہم خدمت انجام دی تھی اور اُن کے بعد بھی دے رہا تھا، معزول کرنا یا سترادینا درست نہیں، اسی طرح ابو بکر صدیق نے عمر فاروق کی رائے اُس وقت بھی نہ مانی جب وہ خالد بن ولید کو ابو عبیدہ بن جراح کی جگہ شام میں سالار اعلیٰ مقرر کر رہے تھے اور عمر فاروق اس کے خلاف تھے۔

خورشید احمد فاروق
نومبر ۱۹۶۰ء

فہرست

صفحہ	خط	صفحہ	خط
۴۰-۴۲	۱۷	۱- بغاوتِ حجاز و نجد	خط
۴۲-۴۳	۱۸	۱- باغی قبیلوں کے نام	۱-۱۰
۴۳-۴۴	۱۹	۲- خط کی دوسری شکل	۱۰-۱۴
۴۴-۴۵	۲۰	۳- سپہ سالاروں کو ہدایت نامہ	۱۴-۱۶
۴۵-۴۶	۲۱	۴- خالد بن ولیدؓ کو ہدایت نامہ	۱۶-۱۹
۴۶-۴۷	۲۲	۵- خالد بن ولیدؓ کے نام	۱۹-۲۲
۴۷-۴۸	۲۳	۶- عکرمہؓ بن ابی جہل کے نام	۲۲-۲۳
۴۸-۴۹	۲۴	۷- خط کی دوسری شکل	۲۴
۴۹-۵۰	۲۴	۸- شہر حیل بن حسنہؓ کے نام	۲۴
۵۰-۵۱	۲۴	۹- خالد بن ولیدؓ کے نام	۲۴-۳۱
۵۱-۵۲	۲۵	۱۰- خالد بن ولیدؓ کے نام	۳۱-۳۲
۵۲-۵۳	۲۵	۱۱- خالد بن ولیدؓ کے نام	۳۲-۳۳
۵۳-۵۴	۲۵	۱۲- خالد بن ولیدؓ کے نام	۳۳-۳۴
۵۴-۵۵	۲۵	۱۳- طریف بن حابر کے نام	۳۴-۳۵
۵۵-۵۶	۲۵	۱۴- خالد بن ولیدؓ کے نام	۳۵-۳۶
۵۶-۵۷	۲۵	۱۵- عمرو بن عاصؓ اور ولیدؓ بن عقبہؓ کے نام	۳۶-۳۷
۵۷-۵۸	۲۵	۲- بغاوتِ یمن	۳۷
۵۸-۵۹	۲۵	۱۶- یمن کے حمیری رئیسوں کے نام	۳۷-۴۰
۵۹-۶۰	۲۵		
۶۰-۶۱	۲۵		
۶۱-۶۲	۲۵		
۶۲-۶۳	۲۵		
۶۳-۶۴	۲۵		
۶۴-۶۵	۲۵		
۶۵-۶۶	۲۵		
۶۶-۶۷	۲۵		
۶۷-۶۸	۲۵		
۶۸-۶۹	۲۵		
۶۹-۷۰	۲۵		
۷۰-۷۱	۲۵		
۷۱-۷۲	۲۵		
۷۲-۷۳	۲۵		
۷۳-۷۴	۲۵		
۷۴-۷۵	۲۵		
۷۵-۷۶	۲۵		
۷۶-۷۷	۲۵		
۷۷-۷۸	۲۵		
۷۸-۷۹	۲۵		
۷۹-۸۰	۲۵		
۸۰-۸۱	۲۵		
۸۱-۸۲	۲۵		
۸۲-۸۳	۲۵		
۸۳-۸۴	۲۵		
۸۴-۸۵	۲۵		
۸۵-۸۶	۲۵		
۸۶-۸۷	۲۵		
۸۷-۸۸	۲۵		
۸۸-۸۹	۲۵		
۸۹-۹۰	۲۵		
۹۰-۹۱	۲۵		
۹۱-۹۲	۲۵		
۹۲-۹۳	۲۵		
۹۳-۹۴	۲۵		
۹۴-۹۵	۲۵		
۹۵-۹۶	۲۵		
۹۶-۹۷	۲۵		
۹۷-۹۸	۲۵		
۹۸-۹۹	۲۵		
۹۹-۱۰۰	۲۵		

صفحہ ۹۴-۹۴	خط ۴۲	زیاد بن لبید انصاری کے نام	صفحہ ۹۴-۹۴	خط ۴۲	زیاد بن لبید انصاری کے نام
۹۲-۹۴	۴۶-۴۳	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۹۲-۹۴	۴۶-۴۳	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۰۰-۹۸	۴۹-۴۶	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۰۰-۹۸	۴۹-۴۶	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۰۲-۱۰۰	۵۰-۴۹	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۰۲-۱۰۰	۵۰-۴۹	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۰۵-۱۰۲	۵۱-۵۰	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۰۵-۱۰۲	۵۱-۵۰	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۰۶-۱۰۵	۵۱-۵۰	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۰۶-۱۰۵	۵۱-۵۰	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۰۸-۱۰۶	۵۲-۵۱	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۰۸-۱۰۶	۵۲-۵۱	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۰۹-۱۰۸	۵۳-۵۲	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۰۹-۱۰۸	۵۳-۵۲	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۰-۱۰۹	۵۴-۵۳	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۰-۱۰۹	۵۴-۵۳	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۰	۵۵-۵۴	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۰	۵۵-۵۴	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۰	۵۶-۵۵	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۰	۵۶-۵۵	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۲-۱۱۱	۵۷-۵۶	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۲-۱۱۱	۵۷-۵۶	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۴-۱۱۳	۵۸-۵۷	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۴-۱۱۳	۵۸-۵۷	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۵-۱۱۴	۵۹-۵۸	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۵-۱۱۴	۵۹-۵۸	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۶-۱۱۵	۶۰-۵۹	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۶-۱۱۵	۶۰-۵۹	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۹-۱۱۷	۶۱-۶۰	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۹-۱۱۷	۶۱-۶۰	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۱۹	۶۲-۶۱	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۱۹	۶۲-۶۱	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۲۳-۱۱۹	۶۳-۶۲	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۲۳-۱۱۹	۶۳-۶۲	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام
۱۲۵-۱۲۳	۶۴-۶۳	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام	۱۲۵-۱۲۳	۶۴-۶۳	ہاجر بن ابی اُمیہ کے نام

خط	۶۲-	ابو عبیدہ بن جراح کے نام	صفحہ	۱۲۵-۱۲۹	خط	۶۵-	ابو عبیدہ بن جراح کے نام	صفحہ	۱۳۶-۱۳۹
خط	۶۳-	یزید بن ابی سفیان کے نام	صفحہ	۱۲۹-۱۳۲	خط	۶۶-	فرمان جانشینی	صفحہ	۱۳۹-۱۴۱
خط	۶۴-	ابو عبیدہ بن جراح کے نام	صفحہ	۱۳۲-۱۳۳	خط	۶۷-	فرمان کی دوسری شکل	صفحہ	۱۴۱-
خط		خالد بن ولید کے نام	صفحہ	۱۳۳-۱۳۶	خط	۶۸-	سالاران فوج کے نام	صفحہ	۱۴۱-۱۴۲

نقشہ

۱۔ نقشہ نمبر ۱ مقابل ص ۱

(حجاز ، نجد ، عرب - عراق سرحد ، بحرین ، عمان ، ہرہ ، حضرموت ، یمن ،

تہامہ)

۲۔ نقشہ شام نمبر ۲ مقابل ص ۹۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ بغاوت حجاز و نجد

۱۔ باغی قبیلوں کے نام

ہجرت کے بعد چند سال کے اندر رسول اللہؐ نے عربوں کے لمبے چوڑے ملک میں اسلام کی دعوت پہنچادی اور تعلیم قرآن کی بنیاد رکھی۔ ذہنی انقلاب کا کام بھی ابتدائی منزلوں میں تھا کہ آپؐ نے وفات پائی۔ آپ کے انتقال سے جیسے آتش فشاں پہاڑ پھٹ نکلا۔ عربوں کا سواد اعظم اسلام سے باغی ہو گیا۔ قریش اور ثقیف اور دوسرے چند چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے علاوہ جو رسول اللہؐ کی صحبت اور تربیت سے زیادہ فیض یاب ہوئے تھے، بر عظیم کے مشیر عربوں نے یا تو زکاۃ روک کر لی یا مرتد ہو گئے۔ رسول اللہؐ کے محض زکوٰۃ اور معلم قرآن اپنے اپنے صدر متنامیں سے بھاگ آئے۔ اسلام سے بغاوت کے کئی سبب تھے:

(۱) نئے مذہب کی اخلاقی و اجتماعی پابندیوں سے عام انحراف۔

(۲) زکاۃ سے بددلی اور

(۳) قبائلی سرداروں کی اپنے اقتدار میں کمی اور مدینہ کی ماتحتی سے ناگواری۔

رسول اللہؐ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ کے تین بڑے حریف تھے: مین میں اسود عنسی، یمامہ میں مسیلہ اور نجد میں طلیحہ، اسود عنسی کا خاتمہ تو جلد ہو گیا لیکن مسیلہ اور طلیحہ کا زور برابر بڑھتا رہا۔ مسیلہ کے قبیلہ کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ بتائی گئی ہے اس کا مرکز یمامہ، مکہ اور مدینہ کے بعد ملک کا سب سے بڑا اور خوش حال شہر تھا جس میں کئی مضبوط قلعے بھی تھے۔ طلیحہ کا نفوذ اتنا بڑھا کہ مرکز خلافت

سے قریب کے کئی قبیلے باغی ہو کر اس سے مل گئے اور مدینہ پر خطرہ منڈلانے لگا۔
 بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کو ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو حالات بہت نازک
 تھے، اسلام کا نو خیز پودا حوادث کی صرصر سے کانپ رہا تھا۔ رسول اللہؐ کے ساتھیوں
 میں سے کئی سربراہان و رہنمائے خلیفہ کے انتخاب سے ناراض ہو کر ترک عموالات کئے
 ہوئے تھے، مدینہ کے منافق خوش تھے کہ نئے مذہب کی بساط اٹ رہی ہے، مدینہ
 سے باہر ملک کے گوشہ گوشہ میں خاص و عام اسلام کی بندشوں سے نکلنے کا اعلان
 کر رہے تھے، سرکاری آمدنی جو رکاوٹ کی صورت میں آتی رہی تھی، مختصر
 یہ کہ خلافت کی کشتی بھنوریں آ رہی تھی۔

ابو بکر صدیقؓ پر خدا کا خاص کرم تھا کہ وہ ان تمام خطروں اور مشکلات سے
 زیادہ متاثر نہ ہوئے، بلکہ خطروں اور مشکلات نے ان میں ہمیشہ سے زیادہ غم پیدا
 کر دیا۔ رسول اللہؐ کی صحبت اور اسلام کی محبت نے ان کو حیرت انگیز سکون قلب
 اور وثوق عطا کیا تھا۔ بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کو خلیفہ ہو کر انھوں نے خطرات کی پرواہ
 نہ کرتے ہوئے سب سے پہلے سامعہ بنت زیدؓ کی وہ ہم روم کی جس کو رسول اللہؐ نے
 اپنے آخری ایام میں شرفِ اُردن عطا کیا تھا، لیکن جو ان کی عزالت اور عزت کی وجہ
 سے رک گئی تھی۔ اس ہم کو بہت سے عجمدار لوگ خلافت مصلحت خیال کر رہے
 تھے، کیوں کہ خطرہ کی گھنٹی بج چکی تھی اور مدینہ بلکہ خود اسلام پر سیاہ بادل چھانے
 لگے تھے، لیکن ابو بکر صدیقؓ مصلحت اندیشی کی بجائے حکم رسولؐ کا زیادہ ضروری
 سمجھتے تھے، ان کے اعتقاد میں جا آوری ہم ساری خیر و برکت کا سرچشمہ تھا، چنانچہ
 آخر ربیع الاول میں اپنی خلافت کے دس پندرہ دن کے اندر اندر انھوں نے ایک فوج
 اُسامہؓ کی سرکردگی میں شام بھیج دی۔

اُسامہؓ کے نکلنے کی خبر سارے ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی، مشہور ہوا

کہ مرکز خلافت بالکل ننگا ہے، نہ وہاں باغیوں سے لڑنے کے لئے فوج ہے نہ خود اپنی حفاظت کے لئے۔ ہمارے بعض مورخ اس وقت کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں :- جب رسول اللہؐ کا انتقال ہوا اور اسامہ اپنی مہم پر روانہ ہوئے تو عرب مرتد ہو گئے، کہیں عام عرب اور کہیں خاص طور پر سرداران قوم۔ مُسَیْلَمہ اور طَلْحہ نے اپنی سرگرمیاں بڑھا دیں اور خوب قوی ہو گئے۔ قبائل طُحَی اور اَسَد کے عوام (مدینہ کے شمال اور شمال مشرق میں) طَلْحہ کے جھنڈے تلے آگئے، غَطَفَان، اَیْجَح اور اُن عربوں نے بھی جو مختلف قبیلوں سے آ جمع ہوئے تھے (مدینہ کے شمال مشرق میں) اس کی بیعت کر لی، قبیلہ ہَوَازِن (مکہ اور مدینہ کے وسط میں) متذبذب تھا پر زکاة اُس نے بھی بند کر دی، صرف ثقیف (مشرقی مکہ) اور اس کے ساتھ جو مختلف قبیلوں کے لوگ رہتے تھے، اسلام پر قائم رہے، جدیلہ اور اعجاز بھی ثقیف کی دیگھا دیکھی اسلام کے وفادار رہے۔ (مدینہ کے مغرب میں) بنو سُلیم کے امراء مرتد ہو گئے اور ملک عرب کے باقی عربوں کا حال بھی یہی تھا کہ کہیں اُن کے عوام نے بغاوت کی اور کہیں خواص نے۔ رسول اللہؐ کے سفیر مَنَی، یامہ اور بنو اَسَد کے علاقہ سے لوٹ آئے، اُن امراء کے وفد بھی واپس آ گئے جن کے پاس رسول اللہؐ نے خط بھیجے تھے اور اُن سے اَسود عَنسی اور طَلْحہ کی خبر لینے کو لکھا تھا۔ ان سفیروں اور وفدوں نے صورت حال سے ابو بکر صدیقؓ کو مطلع کیا اور جو خطوط لائے تھے ان کو دکھائے۔ ابو بکر صدیقؓ نے کہا: بس کوئی دم جاتا ہے کہ تمہارے حاکموں کے قاصد ہر طرف سے اس سے بھی زیادہ کڑی اور سخت خبریں لے کر آتے ہوں گے۔ ایسا ہی ہوا بہت جلد ہر سمت سے رسول اللہؐ کے حاکموں کے مرسلے آئے کہ ہماری عملداری کے خاں یا عام عربوں نے بغاوت کر دی ہے، اور مسلمانوں کو طرح طرح کی جسمانی اذیتیں دے رہے ہیں۔ (تین ماہ تک) ابو بکر صدیقؓ نے

لئے قبائلی رہائش گاہوں کے لئے دیکھے نقشہ ط مقابل ص ۱

رسول اللہ کی طرح سفیروں کے ذریعہ بگڑتے حالات کا مقابلہ کیا، یعنی حاکموں کے ایجنٹوں کو بغاوت کا مقابلہ کرنے کے لئے مناسب احکام بھیجے اور پے درپے ہدایات بھیجتے رہے اور اُسامہؓ کی واپسی تک اسی وقتی تدبیر پر عمل کرتے رہے۔“ (سیف بن عمر۔ تاریخ الرسل والملوک از ابن جریر طبری، طبع اول مصر ۳۲۱/۳ - ۳۲۲) مدینہ کے شمال، شمال مشرق اور شمال مغرب کے چھوٹے بڑے تقریباً ایک درجن قبیلوں نے جن میں کئی بلیحہ کے براہ راست زیر اثر تھے، اُسامہؓ کی مہم کے خروج کے بعد آزاد ہونے یا زکاۃ سے نجات پانے کے لئے باہم معاہدہ کر کے مدینہ کو گھیر لیا، یہ متحالف قبیلے دو بڑے گروہوں میں بٹ گئے: ایک گروہ جس میں بنو اسد شامل تھے، اور جس کی قیادت طلحہ کا نام زد جنرل حَبَّال کر رہا تھا مدینہ سے سات میل شمال مشرق میں بمقام ذوالنقصة خیمہ زن ہوا اور دوسرے گروہ نے جس میں عُبَس اور ذبیان کے قبیلے شامل تھے، ذوالنقصة کے عقب میں مغرب کی طرف برق کی چراگاہوں میں فوجیں اتاریں، ان متحالف قبیلوں کا ایک وفد مدینہ آیا اور شہر کے ممتاز صحابہ سے کہا کہ ہم زکاۃ نہیں دے سکتے، نماز ادا کر سکتے ہیں، آپ خلیفہ سے ہماری سفارش کیجئے، اگر زکاۃ معاف نہیں کی گئی تو ہم طاقت سے کام لیں گے۔ ممتاز صحابہ نے وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ابو بکرؓ سے کہا کہ جب تک حالات سازگار ہوں زکاۃ معاف کر دیجئے، مگر ابو بکر صدیق جو عادتاً مرجان مرنج، نرم، متواضع اور فیاض دل آدمی تھے، اس معاملہ میں کسی کی بات سننے کو تیار نہ ہوئے، ان کا موقف تھا کہ جب رسول اللہؐ نے زکاۃ معاف نہیں کی تو میں کیسے کر سکتا ہوں: انھوں نے کہا: اگر ان لوگوں نے زکاۃ کے اونٹ کا بندھن تک روکا تو میں ان سے لڑوں گا۔ وفد لوٹ گیا اور اپنی قوم کو بتایا کہ مدینہ میں نہ فوج ہے، نہ ہتھیار، حمد کا بہترین موقع ہے۔ ابو بکر صدیق نے وفد کے جانے کے بعد حمد کی توقع میں تیاری شروع کر دی

مدینہ آنے جانے والے سب راستوں پر چار صحابیوں (حضرت علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ اور ابن مسعودؓ) کی قیادت میں مورچے بٹھادے اور اہل مدینہ کو جمع کر کے صورتِ حال سے باخبر کیا اور تیار رہنے کی تاکید کی۔ وند کی واپسی کی تیسری رات کو ان متحالف قبیلوں نے مدینہ پر حملہ کیا جس کو صحابہ کے مورچوں نے سنبھالا اور خلیفہ سے مدد مانگی، ابوبکر صدیقؓ نے کہلا بھیجا: ”ڈٹے رہو، مدد آتی ہے۔“ مدینہ میں نہ گھوڑے تھے، نہ تیز رو اونٹ، دودھ دیتی اونٹنیاں تھیں، ایک فوج تیار کی اور ان اونٹنیوں پر سوار کر کے ابوبکر صدیقؓ جلد جلد مدد کے لئے نکلے، لڑائی ہوئی، مخالفوں کی ایک چال سے اونٹنیاں بدکیں اور مسلمانوں کو لے کر بھاگ پڑیں، ابوبکر صدیقؓ نے سنبھل کر دوبارہ مقابلہ کیا، مخالفین کے پیر اکھڑ گئے، طلحہؓ کا مامور کردہ جنرل حبال جو بنو اسد کی قیادت کر رہا تھا، مارا گیا، ابوبکر صدیقؓ ان کے تعاقب میں مدینہ کے شمال مشرق میں ذوی القصبہ نامی منزل پہنچے اور وہاں کیمپ لگایا، عرب قبائل تتر بتر ہو گئے۔

اس فتح نے مدینہ کی آبرور بچالی، اسلام کے ڈمگاتے قدم سنبھل گئے، مرتد قبیلوں میں جو مسلمان گھرے تھے ان کے ڈوبتے دلوں کو سہارا ملا، ذوالقصبہ میں فوجیں چھوڑ کر ابوبکر صدیقؓ مدینہ لوٹ آئے۔ متحالف قبیلے اپنی تازہ شکست سے ایسے بوکھلا کر اپنے اپنے قبیلوں کے مسلمان عربوں پر ٹوٹ پڑے اور بے دردی سے ان کو قتل کیا، پہلے عبس و ذبیان نے خون کی ہولی مھیلی، پھر دوسرے قبائل نے، اس کی خبر مدینہ پہنچی تو غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی، ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ مشرکوں کو بے دریغ ماریں گے، جتنے مسلمان مارے گئے ہیں، اتنے بلکہ اس سے زیادہ مرتد قبائل کے افراد کو قتل کریں گے۔ (طبری ۳/ ۲۲۴) جنگ کی تیاری شروع ہو گئی، خوش قسمتی سے اس وقت تین جگہ سے زکاۃ آگئی جس سے ہتھیاروں اور ضروری سامان کی فراہمی میں آسانی ہوئی۔ سوا دو ماہ باہر رہ کر آسامہؓ اور ان کی فوج بھی آئی، ابوبکرؓ

صدیقؓ نے اب بالکل دیر نہ کی، اُسامہؓ اور اُن کی تھکی فوج کو آرام کرنے اور شہر کی اندرونی و بیرونی حفاظت سونپ کر وہ محاذ پر چلے گئے۔ عجمادی الثانیہ ۳۳ھ اس وقت صحابہ نے کہا: جان جو کھوں میں نہ ڈالئے، خدا سزا دے اگر لڑائی میں مارے گئے تو خلافت کا شیرازہ بکھر جائے گا، کسی کو سالار بنا کر بھیج دیجئے۔ آپؐ نہ مانے اور فرمایا: خدا کی قسم یہ نہ ہوگا، میں اپنی جان و تن سے تمہاری قربانیوں میں حصہ لوں گا۔ ذوالقصد کے فوجی اڑے آئے، وہاں سے فوجیں لے کر رزبہ کے گاؤں کا رخ کیا جس کے پاس قبیلہ مُثرہ، ثعلبہ اور عُبس و ذُبیان جمع تھے۔ لڑائی ہوئی، چاروں قبیلے شکست کھا کر بھاگ گئے۔ ان کی چراگاہوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ عُبس و ذُبیان طلیحہ سے جا ملے جو ابوبکر صدیقؓ کی پیش قدمی کی خبر پا کر سمیراء نامی نخلستان سے شمال کی طرف ہٹتا ہوا ابراہہ کے نخلستان میں فروکش تھا۔ خلیفہ نے زیادہ آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور مدینہ لوٹ آئے۔

یہ آخری معرکے تعزیری نوع کے تھے، عُبس و ذُبیان اور اُن کے حلیفوں نے اپنے کئے کی سزا پائی، اور ان کی چراگاہیں بھی غنیمت کر لی گئیں، لیکن وہ نہ تو ارتداد سے تائب ہوئے اور نہ اُن کا استیصال ہوا، مُسیلہ، طلیحہ اور دوسرے باغی بھی بدستور موجود تھے، اس لئے ابوبکر صدیقؓ نے بڑے پیمانہ پر قوت کا استعمال ضروری سمجھا، اُسامہؓ کی فوج جب تازہ دم ہو گئی اور زکاة کی بڑھتی ہوئی آمدنی سے سامان جنگ جمع ہو گیا تو آپؐ فوجیں لے کر ذوالقصد کی چھاؤنی میں خیمہ زن ہوئے گئے۔

لے دیکھئے نقشہ مقابل ص ۱

۱۔ اتنے محاذوں کے لئے فوجیں کہاں سے آئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت مدینہ اور اس کے آس پاس جو فوج جمع ہو سکی اس کی تعداد زیادہ نہ تھی، اگرچہ سامان جنگ وافر تھا، ہر محاذ کے لئے تقوڑے تقوڑے مجاہد فراہم ہو سکے، جن کی گنتی سیکڑوں سے آگے نہ جاتی تھی، ہر محاذ کے لئے فوج مقرر کرنے میں اس محاذ کی اہمیت کو ملحوظ رکھا گیا تھا، مثلاً مُسیلہ اور طلیحہ کے مقابلہ میں فوج کی تعداد سب محاذوں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مجاز بنائے اور ہرمجاز کے لئے سالار مقرر کئے۔ اس موقع پر خلیفہ نے دو فرمان لکھے ایک عرب قبائل کے نام اور دوسرا سپہ سالاران فوج کی ہدایت کے لئے۔ پہلے فرمان کا مضمون یہ تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خلیفہ رسول اللہ ابو بکر کی طرف سے خاص و عام کے نام، خواہ وہ اسلام پر قائم ہوں، خواہ مرتد ہو گئے ہوں، سلامتی ہو ان پر جو راہ راست (اسلام) پر قائم ہیں اور گمراہی کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ گو اہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا جو بیٹھا اور بے شریک ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں، گو اہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور جو تعلیم وہ لائے ہیں اس کی حقانیت کا مقرّر ہوں اور جو لوگ اس سے تعلیم کو نہیں مانتے ان کو کافر قرار دیتا ہوں، اور ان سے ہر سہ پیکار ہوں۔ واضح ہو کہ خدا نے محمدؐ کو سچی تعلیم کے ساتھ داعی الی اللہ، بشیر و نذیر اور سراج منیر (روشن چراغ) بنا کر بھیجا تاکہ انسانوں کو بُرائی سے ڈرائیں اور کافروں کے خلاف حجت قائم ہو (لینڈر مَن کاں حیا و یحیی القول علی الکافرین۔ قرآن کریم) جن لوگوں نے محمدؐ کی بات مانی، خدا نے ان کو سیدھا راستہ دکھایا اور

(بقیہ حاشیہ) سے زیادہ تھی، اور اس کے ساتھ خالد بن ولید تھے، منصوبہ یہ تھا کہ مرکز کی طرف سے مقرر کی ہوئی فوجیں روانہ ہوں اور ان کے راستہ میں جو قبیلے آئیں وہاں کے مسلمانوں کو مجاز پر چلنے کی دعوت دیں سالار فوج کو حکم تھا کہ جن کے پاس ہتھیار نہ ہوں ان کو ہتھیار دے جائیں، اگر ان کے پاس سواری نہ ہو تو سواری بھی دی جائے، خیال یہ تھا کہ مرکزی فوجوں کو دیکھ کر وہ سارے مسلمان جو بدلتہ قبیلوں میں گھرے تھے، یا جو متذبذب تھے، یا بھوکوں مر رہے تھے، سب فوج میں شامل ہو جائیں گے، یہ خیال صحیح نکلا۔

جو لوگ سیدھے راستے سے روگرداں ہوئے ان کو رسول نے سزا دی حتیٰ کہ چاروں اچاران کو مسلمان ہونا پڑا، (کچھ عرصہ بعد) جب رسول، خدا کا حکم نافذ کر چکے، اور قوم کی خیر خواہی کا کام پورا کر چکے اور اپنی ذمہ داری سے نسبدوش ہو گئے تو آپ کا انتقال ہو گیا، موت کی خبر خدا آپ کو اور سارے مسلمانوں کو اپنی نازل کی ہوئی کتاب میں پہلے ہی دے چکا تھا: تم کو مرنا ہے اور ان سب کو بھی مرنا ہے (إِنَّكَ مَيِّتٌ وَرَأْسُكَ مَيِّتُونَ) تم سے پہلے ہم نے کسی بشر کو دائمی زندگی نہیں دی، اگر تم مرو گے تو وہ ہمیشہ حقور رہی رہیں گے (وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرِ مِنْ قَبْلِكَ الْخَالِدَةَ أَفَانِ مَيِّتٌ فَهُمْ الْخَالِدُونَ) خدا فرماتا ہے: محمد بس رسول ہیں اُن سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں، اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا اسلام چھوڑ دو گے اور جو اسلام چھوڑے گا وہ ہرگز خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا اور شاکرین نعمت کو خدا اچھا انعام دے گا (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ أَلْقَلْبَتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ؟ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ) پس جو کوئی محمد کی عبادت کرتا ہو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد کا انتقال ہو گیا اور جو اللہ بیکتا اور بے شریک کی عبادت کرتا ہو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اللہ کے زیرِ نظر ہے، اللہ جو زندہ ہے، قائم بالذات ہے، جاوداں ہے، جسے نہ نیند لاتی ہے نہ غمزدگی ہو اپنے سب کاموں کا دسمیان رکھتا ہے جو تا فرمانوں کو نردیتا ہے۔ لوگو! میں تاکید کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو، اور اُس خوش بختی اور انعام کے مستحق بنو جو خدا تم کو دنیا چاہتا ہے اور اس دستور زندگی پر عمل

کہ جو تمہارا نبی تمہارے لئے لایا ہے اور اس راستہ پر چلو جو نبی نے دکھایا ہے، اور خدا کے دین کو مضبوط پکڑ لو کیوں کہ جس کی وہ رہبری نہ کرے گمراہ ہے اور جس کو وہ فکر و نظر کے مرض سے شفا نہ دے وہ روگی ہے، اور جس کا وہ دستگیر نہ ہو وہ خوار ہے، خدا فرماتا ہے: جس کو خدا ہدایت دے وہ ہدایت پائے گا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کا نہ کوئی مددگار ہو سکتا ہے نہ رہبر! اس گمراہ کا دنیا میں کیا کوئی کام مقبول نہ ہوگا جب تک وہ خدا کا معترف نہ ہو اور آخرت میں بھی (خدا فراموشی کی تلافی کے لئے) اس کا کوئی معاد نہ یا بدل قبول نہیں کیا جائے گا۔

”تم میں سے جو لوگ اسلام لا کر اور اس کے مطابق عمل کر کے اسلام سے منحرف ہوئے ہیں ان کی خبر مجھے ملی، یہ انحراف اس لئے ہے کہ وہ خدا کی طرف سے دھوکہ میں ہیں اور اس کی سزا و قوت کا ان کو صحیح اندازہ نہیں ہے، اس کے علاوہ شیطان نے بھی ان کو بہکا دیا ہے۔ اللہ جل شانہ کہتا ہے: جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا پر شیطان نے نہیں کیا، وہ جنوں کی نسل سے تھا، اس لئے اُس نے اپنے رب کا حکم نہ مانا، کیا مجھے چھوڑ کر تم شیطان اور اس کی آل اولاد کو اپنا آقا اور متبوع بنا لو گے حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں (وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ، أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا) دوسری جگہ خدا فرماتا ہے: بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے، اس کو دشمن ہی سمجھو، وہ اپنی پارٹی والوں کو ایسے کاموں کی دعوت

دیتا ہے جو انہیں دوزخی بنائیں (ان الشیطان لکم عدو فأتخذوا
عدوا) پانامید عوجزبہ لیکونوا میت أصحاب السعیر)۔
”میں فلاں کو مہاجرین، انصار اور تابعین کی ایک فوج کے
ساتھ تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اُس کو میرا حکم ہے کہ کسی سے اُس
وقت تک نہ لڑے، نہ کسی کو اس وقت تک قتل کرے جب تک
اس کو ”کلمہ شہادت“ پڑھنے کی دعوت نہ دے دے، جو شخص
اس دعوت کو مان لے، اس کا معترف ہو اور از نکاب گناہ سے باز
آئے اور نیک عمل ہو جائے، اُس کا اسلام قبول کر لے اور اُس کو اسلام
و عمل صالح پر قائم رہنے میں مدد دے، لیکن جو لوگ ”کلمہ شہادت“
پڑھنے سے انکار کریں اُن کے لئے سالارِ اعلیٰ کو میرا حکم ہے کہ ان سے
جنگ کرے اور ان میں سے جن جن پر اس کا قابو چل جائے اُن کے ساتھ
مطلق نرمی نہ برتے، ان کو آگ میں جلادے اور ہر ممکن طریقہ سے قتل
کر دے، ان کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو غلام بنالے اور کسی سے
”کلمہ شہادت“ اور رجوعِ الی الاسلام کے سوا کوئی بات قبول نہ کرے،
جو اسلام لائے گا اس کے اسلام سے خود اسی کا بھلا ہوگا اور جو اسلام
نہیں لائے گا وہ ہرگز خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔“ (تاریخ طبری
۳/ ۲۲۶ - ۲۲۷ و صبح الأعشی قلع شندی مصر ۶/ ۳۸۴)

۲۔ خط کی دوسری شکل

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق نے مذکورہ بالا خط کے ساتھ یہ مراسلہ عوام
کے نام بھیجا اور خالد بن ولید کو حکم دیا کہ ہر مجمع میں اس کی پڑھ کر سنائیں :-

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ خلیفہ رسول اللہؐ ابو بکرؓ کی طرف سے خاص و عام کے نام، خواہ وہ اسلام پر قائم ہوں، خواہ مرتد ہو گئے ہوں۔ سلامتی ہوا ان پر جو راہ راست پر ثابت قدمی سے قائم رہے اور گمراہی کی طرف مائل نہیں ہوئے، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا جو بیکتا اور بے شریک ہے، کوئی عبادت کے لائق نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، جو سیدھی راہ دکھاتے ہیں اور گمراہ نہیں کرتے، جن کو خدا نے اپنے پاس سے سچی تعلیم دے کر بشیر و نذیر، داعی الی الحق، اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ انسانوں کو بد عملی کے انجام سے ڈرائیں اور کافروں کے خلاف حجت قائم ہو، جن لوگوں نے محمدؐ کی دعوت مانی خدا نے ان کو سیدھا راستہ دکھایا، اور جن لوگوں نے دعوت سے منہ موڑا، خدا نے ان کو سزا دی، حتیٰ کہ چاروں اچاران کو مسلمان ہونا پڑا، اس کے بعد جب رسول اللہؐ اپنی مقرر شدہ عمر کو پہنچے تو خدا نے ان کو اٹھالیا، انتقال کی خبر خدا آپؐ نیز سارے مسلمانوں کو اپنی نازل کی ہوئی کتاب میں پہلے ہی دے چکا تھا: ” (محمدؐ) تم کو مرنا ہے اور ان سب کو بھی مرنا ہے، (وَمَنْ لَّكَ مِثَّتْ وَارِثَةٌ مِّثَّتُونَ) (اے محمدؐ) تم سے پہلے ہم نے کسی بشر کو دائمی زندگی نہیں دی، اگر تم مر گے تو وہ ہمیشہ حقوڑا ہی زندہ رہیں گے (وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّثَّتْ قَبْلَكَ الْخُلْدَ، اَفَاَنْ مِثَّتْ فَرٰهُمْ الْخَالِدُونَ؟) ہر شخص کو مرنا ہے، ہم شر اور خیر میں ڈال کر تم کو آزماتے ہیں، اور تم کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے (كُلُّ نَفْسٍ ذٰلِقَةٌ الْمَوْتِ، وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ) خدا مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے: ” محمدؐ (خدا نہیں)

رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں، اگر وہ (محمدؐ) مرجائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم اسلام چھوڑ دو گے؟ اور جو اسلام چھوڑے گا وہ خدا کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑے گا اور خدا شاکرین نعمت کو عمدہ انعام عطا کرے گا، (وما محمد إلا رسول، قد خلت من قبلہ الرسل، افا ان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم؟ ومن ینقلب علی عقیبہ فلن یضو اللہ شیئاً ویسجنی اللہ الشاکرین) پس اگر کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا ہو (تو اس کو معلوم ہونا چاہیے) کہ ان کا انتقال ہو چکا اور جو خدا نے بیکتا اور بے شریک کی عبادت کرتا ہو (اس کو معلوم ہونا چاہیے) کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ خدا جواز نہ ہے، قائم بالذات ہے، جادواں ہے، جس کو نہ نیند آتی ہے نہ غنودگی، جو اپنے سب کاموں کا خوب دھیان رکھتا ہے، جو نافرمانوں کو سزا دیتا ہے۔ لوگو! میں تاکید کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو، اور اُس خوش بختی اور انعام کے مستحق بنو جو خدا تم کو دینا چاہتا ہے اور اُس دستور زندگی پر عمل کرو جو تمہارا بنی تمہارے لئے لایا ہے، اور اُس راستہ پر چلو جو نبی نے دکھایا ہے اور اُس دین کو مضبوط پکڑ لو جو خدا نے دیا ہے۔ بلاشبہ خدا جس کی حفاظت نہ کرے، وہ بچ نہیں سکتا، خدا جس کی تصدیق نہ کرے سچا نہیں ہو سکتا، جس کو وہ خوش بخت نہ بنائے وہ بد نصیب ہے، جس کو رزق نہ دے وہ محروم ہے، جس کا دستگیر نہ ہو وہ خوار ہے، لہذا اپنے مالک خدا کی دی ہوئی ہدایت کو مانو اور اُس دستور زندگی کو جو تمہارا بنی لایا ہے، کیوں کہ درحقیقت وہی سیدھی راہ پر ہے جس کی خدا رہنمائی کرے اور جس کو خدا سیدھی راہ سے ہٹا دے اُس کو ہرگز کوئی سیدھی راہ نہیں دکھا سکتا۔

تم میں سے جو لوگ اسلام لاکر اور اس کے مطابق عمل کر کے اسلام سے
 منحرف ہوئے ان کی خبر مجھے ملی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف
 سے دھوکہ میں ہیں اور اس کی سزا اور قوت کا ان کو صحیح اندازہ نہیں ہے
 اور دوسری طرف شیطان نے ان کو اپنے دام میں پھانس لیا ہے، بلا
 شبہ شیطان تمہارا دشمن ہے، اس کو دشمن ہی سمجھو، وہ اپنے مریدوں کو
 غلط کاموں کا مشورہ دیتا ہے تاکہ وہ دوزخ میں جائیں، لَنْ الشَّيْطَانُ
 لَكُمْ عَدُوًّا فَاتَّخِذُوا عَدُوًّا، وَلَمْ يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ
 اَصْحَابِ السَّعِيرِ میں خالد بن ولید کو قریش کے مہاجرین الدین
 اور انصار کی ایک فوج کے ساتھ تمہارے پاس بھیج رہا ہوں، ان کو
 حکم ہے کہ کسی سے اس وقت تک نہ تو لڑیں اور نہ قتل کریں جب
 تک اُس کو ”کلمہ شہادت“ کی دعوت نہ دیں، جو شخص اسلام کو پھر
 قبول کر لے اور اپنی غلطی پر توبہ کرے اور ارتکابِ گناہ سے باز آئے اور
 نیک عمل ہو جائے، اس کا اسلام قبول کر لیں، اور اس کو اسلام
 پر قائم رہنے میں مدد دیں، لیکن جو ان کی دعوت سن کر اور دوبارہ
 سنبھلنے کا موقع پا کر اسلام قبول کرنے سے انکار کریں، اُن سے خود
 اور اپنے خدائی جاں نثاروں کے ساتھ نہایت سخت لڑائی لڑیں، اور
 ان کے ساتھ مطلق نرمی نہ برتیں، ان کو آگ میں جلا دیں، اور عورتوں
 بچوں کو قید کر لیں اور کسی سے کلمہ شہادت اور اسلام کے علاوہ اور کوئی
 سمجھوتہ نہ کریں، میں نے خالدؓ کو حکم دیا ہے کہ میرا خط ہر مجمع میں پڑھ کر
 سنائیں، جو شخص خط کی پیروی کرے گا اس کو فائدہ ہوگا اور جو اس
 کی خلاف ورزی کرے گا نقصان اُٹھائے گا، (اِلَّا كَتَفَاءً بِاَلْتَّمَنَةِ

من میغازی رسول اللہ و میغازی الخلفاء تالیف أبو الریح سلیمان
کلاعی بکلبسی قلمی رقم ۵۲۷ دارالکتب المصریہ قاہرہ، مصر ص ۲۴۵

۳۔ سپہ سالاروں کو ہدایت نامہ

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خلیفہ رسول اللہ ابو بکر کی طرف
سے یہ ہدایت نامہ ہے فلاں کے لئے جب اس کو مرتدوں سے لڑنے
بھیجا گیا، اس کو ہدایت ہے کہ جہاں تک ممکن ہوا اپنے سارے
کاموں میں خواہ چھپے ہوں یا ظاہر خدا سے ڈرتا رہے، اس کو حکم ہے
کہ اسلام کی سر بلندی کے لئے تن دہی سے کام لے اور سنجیدگی کے ساتھ
ان لوگوں کی سرکوبی کرے جو اسلام سے پھر گئے ہیں اور شیطانی
آرزوئیں دل میں بسائے ہوئے ہیں، لیکن سرکوبی سے پہلے ان کو
ایک موقع دے اور وہ یہ کہ ان کو کلمہ شہادت ”پڑھنے کی دعوت
دے، اگر وہ یہ دعوت مان لیں تو ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ
کرے، لیکن اگر وہ یہ دعوت نہ مانیں تو ان پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے،
یہاں تک کہ وہ مسلمان ہونے کا اقرار کریں، اس کے بعد ان کو بتائے
کہ بحیثیت مسلمان ان پر کیا پابندیاں ہیں اور ان کے حقوق کیا ہیں،
پابندیوں کے مطابق ان سے وصول کرے (زکاۃ) اور حقوق کے
مطابق ان کو دے (مال غنیمت) اور اس کام میں تاخیر روانہ رکھے
اور مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنے سے نہ روکے۔ لڑائی
کے بعد جو اسلام لے آئے اور اس کی حقانیت کا معترف ہوا اس کا
اسلام مان لے اور اسلام پر قائم رہنے میں حسن سلوک کے ساتھ اس

کی مدد کرے۔ (اس کو خوب یاد رہے) کہ اس کی لڑائی خدا کے باغیوں سے صرف اس لئے ہے کہ وہ اس تعلیم کا اعتراف کریں جو خدا کی طرف سے آئی ہے، جوں ہی وہ اس تعلیم کا اعتراف کریں گے اور زبان سے ”کلمہ شہادت“ پڑھ لیں گے اس کو ان کے خلاف کارروائی کا حق نہ رہے گا اور اگر کوئی دل سے مسلمان نہ ہو گا تو اس کا حساب خدا کے ہاتھ ہے، جو لوگ ”کلمہ شہادت“ نہیں پڑھیں گے، مار ڈالے جائیں گے، جہاں ہوں گے اور جہاں کہیں بھی بھاگ کر جائیں گے ان سے جنگ کی جائے گی، اور اسلام کے سوا کوئی بات نہ مانی جائے گی جو اسلام لے آئے گا اور دل سے اس کا معترف ہو گا سالار اعلیٰ اس کا اسلام قبول کر لے گا اور اس کو اسلام کی تعلیم دے گا اور جو لوگ اسلام سے انکار کریں گے ان سے لڑے گا اور منکرین اسلام پر اگر خدا اس کو غلبہ دے گا تو وہ ہر طرح ہتھیاروں اور آگ سے ان کو قتل و غارت کرے گا، اس کے بعد مالی غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کر کے باقی فوج میں تقسیم کر دے گا اور خمس (پانچواں حصہ) ہمارے پاس بھیج دے گا۔ سپہ سالار کو ہدایت ہے کہ اپنے ساتھی مسلمانوں کو جلد بازی اور لوٹ مار سے باز رکھے اور اپنی فوج میں بلا تحقیق گھٹیادرجہ کے عربوں کو داخل نہ کرے، مبادا وہ جاسوس ہوں اور ان کی کسی چال سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ جائے، اس کو ہدایت ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، کوچ اور پڑاؤ دونوں حالتوں میں ان کے ساتھ لطف و رحمت سے پیش آئے۔ ان کی دیکھ بھال

لے یہ مضمون سطور بالا میں آچکا ہے۔

کرے اور فوج کا کچھ حصہ بہت آگے اور کچھ بہت پیچھے نہ رکھے اور
مسلمانوں کو فہمائش کرے کہ باہم محبت اور رواداری سے رہیں اور
نرمی سے بات چیت کیا کریں۔ (سیف بن عمر۔ طبری ۳/۲۲۷)

۴۔ خالد بن ولید کو ہدایت نامہ

طبری کے مذکورہ بالا دونوں مراسلے سیف بن عمر کی روایت پر مبنی ہیں جنہوں
نے ردّہ بغاوت پر ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو بعد میں ضائع ہو گئی لیکن جبر
سے طبری نے اپنی تاریخ میں چیدہ چیدہ اقتباس لے لئے ہیں، سیف بن عمر کی
روایت کی رو سے جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا ابوبکر صدیق نے اہل ردّہ کی سرکوبی
کے لئے گیارہ محاذ قائم کئے تھے اور ہر محاذ کے لئے ایک سہ سالہ مقرر کیا تھے
اور ہر سالہ کو دو خط دئے تھے، ایک عرب قبائل کے نام اور دوسرا خود ان
لئے ہدایت نامہ۔ دارالکتب المصریہ قاہرہ میں اکتفاء کے نام سے مغازی اور
فتوح پر جو قیمتی مخطوط ہے اس میں گیارہ محاذوں کا ذکر ہے، گیارہ سالہوں
اکتفاء کی رو سے خلیفہ اول نے سب سے پہلے طلحہ اور مسلمہ کی طرف توجہ کی اور ان
قوت ان کے مقابلہ پر لگائی، اس مہم کے لئے خالد کو سالار اعلیٰ مقرر کیا اور ان
کو دو فرمان دئے: ایک ہدایت نامہ اور دوسرا عرب قبائل کے نام، اس دوسرے
مراسلہ کا مضمون ابھی آپ نے پڑھا، یہاں پہلا خط جو خالد کو بطور ہدایت نامہ
کیا تھا پیش کیا جاتا ہے :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہدایتیں ہیں جو خلیفہ رسول اللہ
ابوبکر نے خالد بن ولید کو دیں جب انھیں ہاجرہ و انصار اور دوسرے لوگوں
کے ساتھ ان لوگوں سے لڑنے بھیجا جو رسول اللہ کی وفات پر اسلام سے

سے پھر گئے تھے۔ خالدؓ کو حکم و ہدایت ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے سارے معاملات میں ظاہر ہوں یا چھپے، خدا سے ڈرتے رہیں، ان کو حکم ہے کہ اسلام کی سر بلندی کے لئے تن دہی سے کام لیں، اور پوری سنجیدگی سے اُن لوگوں کی سرکوبی کریں جو اسلام سے پھر گئے ہیں اور شیطانی آرزوئیں دل میں بساتے ہوئے ہیں، اُن کو حکم ہے کہ سرکوبی سے پہلے باغیوں کو سنبھلنے کا ایک موقع دیں، یعنی ان کے سامنے دعوتِ اسلام پیش کریں، جو لوگ اس دعوت کو مان لیں، کالے ہوں یا گورے، ان کا اسلام قبول کر لیں، جن کو دعوتِ اسلام دیں ان کے ساتھ خُشن سلوک سے پیش آئیں (اور اگر وہ نہ مانیں) تو تلوار سے کام نہیں۔ ان کی لڑائی اُن ہی لوگوں سے ہے جو ایمان باللہ کی بجائے کفر باللہ کے مرتکب ہیں، جو لوگ دعوتِ اسلام سن کر اس کو (زبان سے) قبول کر لیں، ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں (اور جو دل سے مسلمان نہ ہو) اس کا حساب خدا کے ہاتھ ہے۔ خالدؓ کو حکم ہے کہ اپنے مشن کو تن دہی سے انجام دیں۔ جو باغی کلمہ شہادت قبول نہ کریں اُن کے لئے خالدؓ کو حکم ہے کہ مہاجر و انصار کے ساتھ ان سے لڑیں، وہ جہاں ہوں اور جہاں کہیں بھی بھاگ کر جائیں، ان میں سے جو ہا تھا آجائیں ان کو قتل کر دیں اور کسی سے سوائے اسلام اور شہادتِ لا الہ الا اللہ و اَنَّ محمدًا عبدہ و رسولہ کے اور کچھ قبول نہ کریں۔ ان کو حکم ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ یمامہ کی طرف پیش قدمی کریں، اور پہلے بنو حنیفہ اور ان کے کذاب مُسیح سے لڑیں، لیکن لڑنے سے پہلے اُس کو اور اُن کو اسلام کی دعوت دیں اور اُن

کو مسلمان بنانے کی مخلصانہ کوشش کریں اور اگر وہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لیں، مجھے اس کی اطلاع دیں اور پیام میں ٹھہرے رہیں حتیٰ کہ میری اگلی ہدایت پہنچے، اور اگر بنو حنیفہ دعوت اسلام قبول نہ کریں، کفر سے نہ پھریں اور اپنے کذاب (مُسیلمہ) کے اتباع سے باز نہ آئیں تو ان سے وہ خود اور دوسرے مسلمان سخت لڑائی لڑیں، یہ یقینی بات ہے کہ خدا اسلام کی مدد کرے گا اور اس کو سب دینوں پر غالب بنائے گا، جیسا کہ اس نے قرآن میں کہا ہے، کافروں کو یہ بات خواہ کتنی ہی ناپسند ہو۔ اگر خدا کے کرم سے خالدؓ کو بنو حنیفہ پر فتح حاصل ہو تو ان کو ہتھیاروں اور آگ دونوں سے تباہ کریں، اور ان کے کسی ایسے شخص کو جسے مار سکیں، زندہ نہ رکھیں، مال غنیمت اور ان کی دولت چھس نکال کر مسلمانوں میں بانٹ دیں اور خمس میرے پاس بھیج دیں تاکہ میں قانون اسلام کے مطابق اس کو ٹھکانے لگاؤں۔

”خالد بن ولید کو ہدایت ہے کہ اپنے ساتھیوں میں اختلاف رائے نہ ہونے دیں جس سے ان میں کمزوری پیدا ہو اور نہ جلد بازی میں آکر کوئی قدم اٹھائیں ان کو ہدایت ہے کہ گھٹیا درجہ کے عربوں کو فوج میں بھرتی نہ کریں، جب تک کہ یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ وہ کون ہیں، ان کا حسب نسب کیا ہے، عقاید کیا ہیں اور وہ کیوں (مسلمانوں کے ساتھ) لڑنا چاہتے ہیں، مجھ اندیشہ ہے کہ کہیں تمہاری فوج میں ایسے عرب اگر پناہ نہ لیں، جو نہ تو مسلمان ہوں، نہ تمہارے دوست و ہمدرد، بلکہ جن کا مقصد جاسوسی کرنا ہو و یتھفظون من الناس بمکالھم

محکم (۹) یہ اندیشہ مجھے بدو اور گنوار عربوں کی طرف سے ہے، لہذا تمھاری فوج میں اس قسم کے لوگ بالکل داخل نہ ہوں، کوچ اور قیام ہر حال میں مسلمانوں کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آؤ، اور ان کی دیکھ بھال کرو، کوچ کے دوران فوج کا ایک حصہ دوسرے سے دور نہ رکھو، نہ کوچ کرتے وقت کسی حصہ کو دوسرے سے پہلے روانہ کر دو، اپنے سب ساتھیوں کو فہمائش کرو کہ اُن انصاری صحابہ کی جو تمھاری فوج میں ہیں دل جوئی کریں اور ان کے ساتھ نرم گفتاری سے کام لیں، کیوں کہ وہ غم گین اور کبیدہ خاطر ہیں، اسلام میں ان کا بڑا حق ہے، ان میں بڑی خوبیاں ہیں، انھوں نے اسلام کی شاندار خدمات انجام دی ہیں، ان کی رسول اللہؐ نے سفارش بھی کی ہے لہذا ان میں جو صالح ہوں ان کی بات مانو اور جو خطا کار ہوں ان کو درگزر کرو جیسا کہ رسول اللہؐ نے ہدایت کی ہے، والسلام“

۵-۶۔ خالد بن ولید کے نام

حضرت ابوبکرؓ نے ذوالقسطہؓ میں جب گیارہ محاذ بنائے تو پہلا اور اہم ترین محاذ طلیحہ اور اُس کے حلیفوں کے خلاف تھا، اس محاذ کا سالار خالد بن ولیدؓ کو مقرر کیا گیا۔ ان کو حکم تھا کہ پہلے طلیحہ، پھر حلفائے طلیحہ اور آخر میں بطاح جا کر طلیحہ کو مسلمان بنائیں، پھر مالک بن نویرہ کو راہ راست پر لائیں اور جن جن قبائل میں مسلمانوں کو جلا یا یا

اے خلافت کے معاملہ میں انصار و ہاجر میں چند دن پہلے جو اختلاف ہوا، اس کی طرف اشارہ ہے۔ انصار ناراض تھے کیوں کہ قریش نے ان کا یہ مطالبہ نہ مانا کہ ایک بار خلیفہ انصار سے ہو اور ایک بار قریش سے۔ اے مقامات کے لئے دیکھئے نقشہ مقابل ص ۱۔

قتل کیا گیا تھا اُن سے قاتلین کو طلب کر کے موت کی سزا دیں۔ اس وقت طلیحہ اپنے علاقہ کے بُراخہ نامی تالاب پر خیمہ زن تھا کئی طاقت ور قبیلے۔ غطفان، طحیہ، فزارہ، جدیلہ، عبس و ذبیان اس کے ساتھ تھے، حسبِ حکم خلیفہ خالدؓ فوج لے کر طحیہ کی طرف نکلے، جن کے گاؤں مدینہ کے شمال مغرب میں پچاس میل دور دو پہاڑوں کے وسط میں آباد تھے۔ حاتمِ طائیؓ کا لڑکا عدی تخلص مسلمان بیدار ہوش انسان اور اپنے قبیلہ کا بار سوخ سردار تھا، اُس نے اس زمانائی سے کام کیا کہ قبیلہ طحیہ طلیحہ کے حلف سے نکل آیا، اور ایک دوسرا طاقتور قبیلہ جدیلہ ہزار سواروں کے ساتھ طلیحہ سے الگ ہو گیا۔ طلیحہ اپنے قبیلہ بنو اسد اور اپنے حلفاء عبس، ذبیان اور غطفان کے ساتھ بُراخہ میں رہ گیا، پھر بھی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے حوصلے بلند تھے، مسلم و مرتد صفت آ رہے تھے، سخت رن پڑا، طلیحہ شکست کھا کر شام بھاگ گیا، اس کے حلیف قبیلے چار و ناچار مسلمان ہو گئے، خالدؓ نے اس وقت تک ان کا اسلام قبول نہ کیا جب تک انہوں نے اپنے اپنے قبیلوں کے وہ لوگ اُن کے حوالہ نہ کر دیئے جنہوں نے مسلمانوں کو جلا یا یا قتل کیا تھا، ان کو بڑے عبرت ناک طریقہ سے ہلاک کیا گیا۔ اپنی فتح، مرتد قبائل کے اسلام اور قاتلین کے قصاص کی اطلاع خالدؓ نے خلیفہ کو دی تو یہ خط و وصول ہوا :

”یہ کامیا بیاں خدا کرے مزید کامیا بیوں کا پیش خیمہ ہوں۔ اپنے

سارے کاموں میں خدا سے ڈرتے رہو، خدا ان لوگوں کا ساتھ دیتا ہے

جو اس سے ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں رَفَاؤَ اللہ مع الذین

انقذوا الذین ھم یحسنون، (قرآن) اسلام کی سر بلندی اور ارتداد

کے قلع قمع میں پوری تن دہی سے کام لو، ذرا بھی تساہل نہ ہونے پائے

جس شخص نے کسی مسلمان کو مارا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے تو

اس کو ضرور قتل کر دو، اور اس طرح قتل کر دو کہ دوسرے عبرت پکڑیں۔
وہ لوگ جنہوں نے خدا کے حکم سے سرتابی کی ہو اور اسلام کے دشمن ہوں
ان کے قتل سے اگر اسلام کو فائدہ پہنچتا ہو تو قتل کر سکتے ہو“ (سیف
بن عمر - طبری ۳/۲۳۳)

اکتفاء میں شریک فزاری کی سند پر جو خط بیان ہوا ہے وہ سیف بن عمر کے
مذکورہ بالا مراسلہ سے لفظاً و معنی ہر دو اعتبار سے مختلف ہے، لفظی اختلاف تو زیادہ
درجہ اعتبار نہیں لیکن دونوں کا معنوی اختلاف بہت اہم ہے سیف بن عمر کی
رائے میں خالدؓ کو خلیفہ نے دو بڑے کام سوچے تھے، ایک علیؓ اور اس کے حلیفوں
کو ترک ارتداد کی دعوت دینا اور اگر نہ مانیں تو ان سے لڑنا، اور دوسرا ان مسلمانوں کا
بدلہ لینا جن کو علیؓ کے دوست اور متحالف قبیلوں میں بڑی بے دردی سے قتل
کرایا گیا تھا، ان دونوں کاموں کی انجام دہی کے بعد ان کو حکم تھا کہ نئی ہدایات کا انتظام
کریں، سیف نے دوسرے شیوخ سے ایک اور روایت بیان کی ہے جس کی رو سے
خالدؓ کے ذمہ تیسرا کام بطاح جا کر بنو خنظلہ (تیمم کی ایک شاخ) کے سردار مالک بن
نویرہ کی خبر لینا تھا، مالک نے زکاۃ نہیں ادا کی تھی اور اسلام سے ان کی وفاداری
مشتبہ ہو گئی تھی۔ اکتفاء میں فتح بزاز سے متعلق ابو بکر صدیقؓ کا جو خط بیان ہوا ہے
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علیؓ سے فارغ ہونے کے بعد خالدؓ کو پیامہ جانے اور مسیلمہ
سے لڑنے کا حکم تھا۔ سیف کی رائے میں پیامہ کی مہم خالدؓ کو نہیں بلکہ ایک سردار
عکرمہ بن ابی بہل کے سپرد کی گئی تھی۔

”واضح ہو کہ تمہارا اچھی تمہارا خط لے کر آیا، جس میں تم نے بزاز
میں خدا کی عنایت کردہ فتح اور اسد و غطفان کی گوشمالی کا ذکر کیا ہے اور
لکھا ہے کہ اب تم پیامہ کی طرف پیش قدمی کر رہے ہو جیسا کہ میں نے تم

کو ہدایت کی ہے، اللہ وعدہ لاشریک لہ سے ڈرتے رہو، اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ باپ کی طرح لطف و شفقت سے پیش آؤ۔ خالد بن ولید! بنو مغیرہ کی تمکنت سے بچتے رہنا، میں نے تمہیں سالار بنا کر اس شخص کی بات مثال دی ہے جس کی بات کبھی نہیں ٹالی یعنی عمر بن خطاب (جب بنو حنیفہ کے پاس پہنچو تو خوب تدبیر سے کام لینا، تم اب تک ان جیسے دشمن سے مقابل نہیں ہوتے ہو، کیوں کہ ان کا کل قبیلہ اول سے آخر تک تمہارے خلاف ہے، اور ان کا علاقہ بھی بہت بڑا ہے۔ جب تم وہاں پہنچو تو سارے معاملات کا انتظام خود کرنا، اپنے یمین، میسرہ اور رسالوں پر (مخلص) افسر مقرر کرنا، رسول اللہ کے ممتاز صحابہ سے مشورہ کرنا، اور ان کے فضل و منزلت کا پورا لحاظ رکھنا، جب بنو حنیفہ صفیں درست کر کے لڑنے کو آمادہ ہوں تو جیسے وہ لڑیں اسی طرح تم لڑنا: اگر وہ تیر چلائیں تو تم بھی تیر چلانا، اگر وہ نیزہ بازی کریں تو تم بھی نیزہ بازی کرنا، اور جب وہ تلوار سے لڑیں جس میں مضمر ہے موت، تو تم بھی تلوار سے لڑنا، اگر خدا تمہیں فتح عطا کرے، تو خبردار ان کے ساتھ نرمی سے پیش نہ آنا، ان کے زخمیوں کا کام تمام کرنا، ان میں جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب کرنا، اور جو تمہارے ہاتھ آجائیں ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنا اور آگ میں جلا دینا۔ میری ان ہدایات کی خلاف ورزی نہ ہو، والسلام علیک (اکتفاء ص ۲۵۲)

۷۔ عکرمہ بن ابی جہل کے نام

طلحہ کے بعد دوسرا اہم دشمن مُسیلہ تھا، جس کی نبوت کا سارے پیام میں ڈھکا

نجر رہا تھا، بنو حنیفہ کے دس ہزار بہادر جوان (بقول سیف چالیس ہزار) اس کے لئے خون بہانے کو تیار تھے۔ عیسیٰ نے بڑی خوش اسلوبی سے فوج کی تنظیم کی تھی اور صرف کثیر سے اس کو مسلح کیا تھا، بنو حنیفہ میں اس کو بہت مقبولیت حاصل تھی، وہ کہتے: ”ہم قریش کا نبی کیوں مانیں، ہم اپنا نبی مانیں گے۔“ ابو بکر صدیق نے اس کی سرکوبی کے لئے عکرمہ بن ابی جہل کو مامور کیا، عکرمہ پیام پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ خلیفہ نے ان کی تقویت کے لئے ایک دوسری فوج شیریں بن حسنہ کی قیادت میں بھیجی ہے جو عن قریب آئے گی۔ عکرمہ کی تمکنت کو یہ بات کھٹکی، وہ چاہتے تھے کہ عیسیٰ کی تباہی کا سہرا بلا شرکت غیر ان کے سر ہو، اس لئے انہوں نے شیریں کے آنے سے پہلے حملہ کر دیا، عیسیٰ کے جانبازوں نے مسلمانوں کی صفیں الٹ دیں، عکرمہ شکست فاش کھا کر بھاگ پڑے۔ ابو بکر صدیق کو جب اس حادثہ کی خبر ہوئی تو ان کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے عکرمہ کو یہ پرعتاب خط لکھا:

”مادر عکرمہ کے فرزند! (اس شکست کے بعد) میں ہرگز تمہاری

صورت نہیں دیکھوں گا اور نہ تم میری دیکھو گے، یہاں لوٹ کر مت آنا، ورنہ لوگوں کے حوصلے پست ہوں گے، سیدھے حذیفہ اور عوفجہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ عثمان اور خہرہ کے مرتد عربوں سے لڑو، اگر وہ جنگ میں مشغول ہو چکے ہوں تو تم آگے بڑھ جانا اور جن جن قبیلوں سے گذرو ان کو ارتداد سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل کرتے جانا حتیٰ کہ تم اور مہاجر بن اُمیہؓ میں اور حضرت موت میں ایک دوسرے سے مل جاؤ۔“ (سیف بن عمر - طبری ۳/۲۴۳، سیف بن عمر نے یہ خط کچھ مختلف الفاظ میں بعض دوسرے شیوخ تاریخ کی سند پر ارتداد عثمان، خہرہ اور یمن کے صحن میں بھی بیان کیا ہے، دیکھئے طبری ۳/۲۶۲)

۸۔ خط کی دوسری شکل

”استادی جلتے نہیں شاگردی سے گھبراتے ہو، جس دن مجھے ملو گے دیکھو کیسا فریاد اٹھاتا ہوں، تم اس وقت تک کیوں نہ ٹھہرے کہ شربیل آجاتے اور ان کی مدد اور تعاون سے جنگ کرتے اب حذیفہ کے پاس جاؤ اور ان کو مدد پہنچاؤ، اگر ان کو تمہاری پشت پناہی کی ضرورت نہ ہو، تو میں اور حضرت موت چلے جاؤ اور مہاجرین اُمیہ کی مدد کرو۔“ (ناسخ التواریخ از محمد تقی، بمبئی، ۲/۸۷)

۹۔ شربیل بن حسنہؓ کے نام

شربیلؓ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ عکرمہ کی شکست کی خبر ان کو موصول ہوئی، انھوں نے پیش قدمی بند کر دی اور خلیفہ کو نئی ہدایات کے لئے ماسد بھیجا، ابو بکر صدیقؓ نے ان کو لکھا کہ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو، پھر کچھ عرصہ بعد جب انھوں نے خالد بن ولیدؓ کو پیام کی مہم پر مامور کیا تو شربیلؓ کو لکھا :-

”جب خالدؓ تم سے آئیں اور پیام کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قضاۃ کا رخ کرنا اور عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قضاۃ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں۔“ (سیف بن عمر - طبری ۳/۲۴۳)

۱۰۔ خالد بن ولیدؓ کے نام

ربیع الاول ۳ھ میں پیام کی مشہور جنگ ہوئی جو ردہؓ ہی کی سب سے بڑی

جنگ نہ تھی بلکہ اس کو اگر جزیرہ نمائے عرب کی سب سے سخت جنگ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ مسیلہ کی فوج دس ہزار تھی اور مسلمانوں کی چھ سات ہزار، اور ایک قول یہ ہے کہ فریقین کے پاس چار ہزار یا اس کے لگ بھگ سا ہی تھے۔ مسیلہ کے جاں باز ایک مثالی لگن اور جوش سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے برخلاف خالدؓ کی فوج کا ایک بڑا حصہ ان عربوں پر مشتمل تھا جو وقتی مصلحت یا رزق کی خاطر بھرتی ہو گئے تھے۔ جنگ ہوئی تو مسلمان مین بارپا ہوئے، مسیلہ کی فوج ان کے کیمپ میں گھس پڑی، قریب تھا کہ مسلمانوں کو مکمل شکست ہو، کہ مدینہ کے انصار اور مہاجر موت کو لبیک کہتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے، ان کو دیکھ کر بہت سے بھاگے ہوئے بدو بھی لوٹ آئے، قتل کا بازار گرم ہوا، مسلمانوں کا بدمعاشی ہو گیا، وہ برابر دشمن کو دباتے رہے حتیٰ کہ وہ ہٹتے ہٹتے ایک باغ کی چہار دیواری میں پناہ گیر ہوا، یہاں پھر ایک خونین معرکہ ہوا، جس میں مسیلہ اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ ایک راوی نے جنگ کی جھلکی ان الفاظ میں پیش کی ہے:- بنو حنیفہ سے مسلمانوں کو جتنی سخت زدک پہنچی کسی دوسرے دشمن سے نہ پہنچی تھی، وہ تو ان کے لئے زہریلی موت لے کر آئے اور ایسی تلواریں جن کو تیر اور نیزوں سے پہلے انھوں نے سونت لیا تھا، مسلمانوں نے صبر و تحمل سے مقابلہ کیا، لیکن مقابلہ کا دار مدار اس دن پڑنے اور آزمودہ کار مسلمانوں (انصار و مہاجر) پر تھا۔ اُس دن عباد بن بشر خاشی چلتے کی طرح بھیرے پھرتے اور للکار کر کہتے: ”ہے کوئی جو مجھ سے ٹکر لے“ ان کے سامنے ایک جو شیلہ حنفی جوان جنگ پھاڑ اونٹ کی طرح آتا اور کہتا: ”آج آخر جی“ تو سمجھتا ہو گا ہم بھی ان کی طرح بزدل ہیں جن سے پہلے تیرا سابقہ پڑا ہے“ عباد اس کی طرف بڑھتے، حنفی سبقت کر کے حملہ کر دیتا، اور تلوار کا دار کرتا جس سے خود اسی کی تلوار ٹوٹ جاتی، اور عباد کو کوئی گزند نہ پہنچتا، پھر عباد تلوار کا دار کرتے اور حنفی کے پیر کاٹ کر آگے بڑھ جاتے۔ حنفی سخت مشکل سے گھٹنوں

پر کھڑا ہوتا اور آواز دیتا: شریف زادے میرا خاتمہ کرتے جاؤ۔ عباد لوٹتے اور اس کی گردن مار دیتے۔ پھر دوسرا خفی مرنے والے کی جگہ لے لیتا، وہ اور عباد گھوم پھر کر ایک دوسرے پر وار کرتے عباد کا جسم پہلے سے زخموں سے چور ہوتا عباد (اس کے شانہ پر) ایسا سخت وار کرتے کہ اس کا پیچھے نظر آنے لگتا، اور کہتے: ”لے میرا یہ وار“ میں ہوں ابن وقش!“ پھر وہ حنفیوں کو زخمی کرتے آگے بڑھتے چلے جاتے۔“ (ضمیرہ بن سعید مازنی۔ اکتفاء ص ۲۵۵) اب شینے خالد بن ولید کی رائے ایک دوسرے راوی کی زبانی: میں میں معرکوں میں شریک ہوا، لیکن بنو حنیفہ نے یمامہ کی لڑائی میں جس صبر سے تلوار کے وار سہے، اور جس ہارت سے تلوار کے جوہر دکھائے، اور جس پامردی سے وہ میدان میں ڈٹے رہے، اس کی مثال کہیں نہیں دیکھی۔ (اکتفاء ص ۲۵۷)

بارہ سو سے زیادہ مسلمان قتل ہوئے اور کئی ہزار زخمی۔ ایک شخص نے جو جنگ میں شریک تھا بیان کیا کہ زخمیوں کی اتنی کثرت تھی کہ نماز باجماعت میں خالدؓ کے ساتھ محدودے چند ہاجر اور انصار ہوتے تھے۔ (اکتفاء ص ۲۵۲)

یمامہ کے قریب پہنچ کر خالدؓ نے ایک طلیعہ گرد و پیش کے حالات معلوم کرنے فوج سے آگے بھیج دیا تھا، اس وقت یمامہ کا ایک معزز سردار مجاہد بن مرارہؓ تھا آدمیوں کے ساتھ ایک مہم سے فارغ ہو کر وطن (یمامہ) واپس آ رہا تھا۔ طلیعہ نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا اور سب سالار خالدؓ کے پاس لاتے، مجاہد نے کہا: ہم نہ تو مسلمانوں کے دشمن ہیں، نہ حنفیوں کے جاسوس، ہم اپنے قبیلہ کے ایک مقتول کا قصاص لینے گئے تھے، میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام پر قائم ہوں۔“ خالدؓ نے مجاہد کے ساتھیوں سے یمامہ کے بارے میں رائے لی تو انھوں نے کہا: وہ خدا کا رسول ہے۔ خالدؓ نے اُن سب کو قتل کر دیا کسی نے سفارش کی کہ مجاہد کو زندہ رکھئے، وہ بنو حنیفہ کا لیڈر ہے، آپ کی لڑائی اور صلح دونوں میں

اس سے قیمتی مدد مل سکتی ہے۔ خالدؓ نے مجاہد کے بیٹیاں ڈلوادیں۔ جلد ہی خالدؓ کو اُس کے اخلاص اور دامانی کا معترف ہونا پڑا، مجاہد، خالدؓ کا مشیر اور مقرب بن گیا۔ مجاہد کے ایک لڑکی تھی جس کے جمال کی سارے یرامہ میں دھوم مچی۔ خالدؓ اس پر رنج ہوئے تھے۔ جنگ سے غائب ہو کر انھوں نے مجاہد کو شادی کا پیغام دے دیا۔ مجاہد نے پیغام کو قبول کر لیا لیکن کہا: ”کچھ دن ٹھہر جاؤ، جنگ کے زخم مندمل ہو جائیں اور ماتم کی صفیں اٹھ جائیں۔“ اس کو اندیشہ تھا کہ اگر اس قدر جلد شادی کر دی گئی تو خلیفہ اور مسلمان دونوں کو یہ بات کھٹکے گی، پر خالدؓ نہ مانے۔ شادی ہو گئی، پہلے تو خالدؓ کی فوج کے ہرج و مرج نے جو اپنے پیاروں کی موت پر سو گوار بیٹھے تھے، اور جن کے کیمپ میں ہزاروں زخمی درد سے کراہ رہے تھے، شادی کو ناپسند کیا اور پھر اس کی شکایت خلیفہ کو بھی پہنچادی۔ ابو بکر صدیقؓ آزرده ہوئے، اور عمرؓ خطابؓ نے خالدؓ کی نفس کشی اور بے اعتدالی پر روشنی ڈال کر ان کی طبیعت کو اور زیادہ مگدڑ کر دیا۔ پھر بھی ان کا عقلی توازن نہ بگڑا، انھوں نے کوئی تعزیری کارروائی نہیں کی بلکہ اس سہرز نش پر اکتفاء کیا:-

”مادرِ خالدؓ کے فرزند تم بڑے بے صبر رہے ہو۔ عورتوں سے شادی رچاتے اور لطف اندوز ہوتے ہو، حالانکہ تمہارے دروازہ پر بارہ سو مسلمانوں کا خون خشک بھی نہیں ہونے پاتا! پھر مجاہد نے تم کو دھوکا دے کر صحیح طریق کار سے تم کو باز رکھا، اور اپنی قوم (بنو حنیفہ) کی طرف سے صلح کی حالانکہ خدا نے پوری طرح ان کو تمہارے بس میں کر دیا تھا۔“ یہاں راوی خط کو ادھورا چھوڑ دیتا ہے یہ کہہ کر کہ اس کا مکمل مضمون دثیمہ نے اپنی کتاب الرِّدَّة میں بیان کیا ہے۔ (اکتفاء ص ۲۶۰ و ابن اسحاق طبری ۲/۲۵۴ صرف خط کشیدہ حصہ)

مُجَّاع کی صلح اور دھوکہ کا قصہ یہ ہے کہ جنگ کے خاتمہ پر خالدؓ مُجَّاع کو لے کر مُسَیلمہ کی لاش تلاش کرنے نکلے جو میدانِ جنگ میں سینکڑوں لاشوں کے درمیان کہیں ٹہری ہوئی تھی جب مُجَّاع نے خالدؓ کو لاش دکھائی تو انھوں نے کہا: ”یہ ہے وہ شخص جس نے تمہیں تباہ کرایا! حنفی بھی کتنے احمق ہیں، اس حقیر آدمی (مُسیلمہ چھوٹے قد کا بھڑا سا آدمی تھا) کی باتوں میں اگر تباہ ہو گئے“ مُجَّاع نے کہا: یہ سب تو ہوا، لیکن تم یہ نہ سمجھنا کہ ان کے لیڈر کے قتل سے جنگ ختم ہو گئی، بخدا تم سے لڑنے بھی ان کے اگلے دستے آئے ہیں، ان کے اکثر جوان اور خاندانی لوگ قلعوں میں موجود ہیں۔ (اکتفاء ص ۲۵۹ وابن اسحاق۔ طبری ۳/۲۵۱) مُجَّاع کی ان باتوں نے اگرچہ خالدؓ کو تشویش میں ڈال دیا پھر بھی انھوں نے اپنے رسالوں کو تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ راوی کہتا ہے کہ مسلمان بنو حنیفہ سے لڑنا نہیں چاہتے تھے، وہ لڑائی سے تنگ آ گئے تھے، ان کی بڑی تعداد قتل ہو چکی تھی، اور جو زندہ بچے ان میں سے اکثر زخمی تھے۔ اس وقت مُجَّاع نے حکمت سے کام لیا اور خالدؓ سے کہا: میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں، تم اور بنو حنیفہ بُری عزتِ پست چلے ہو، آؤ میں ان کی طرف سے سمجھوتہ کرتا ہوں۔ راوی کہتا ہے: اہل سابقہ یعنی اسلام کے پُرانے شیدائی اور آزمودہ کار صحابہ کے قتل سے خالدؓ کی فوجی طاقت بہت کم ہو گئی تھی، اس کے علاوہ اونٹ اور گھوڑے چارے کی قلت سے بے حد کم زور ہو گئے تھے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ کوئی باعزت سمجھوتہ ہو جائے۔ سمجھوتہ ہو گیا، جس کی رو سے بنو حنیفہ کو اپنا سارا سونا، چاندی، ہتھیار، گھوڑے اور آدمے قیدی مسلمانوں کو دینا پڑے، اس سمجھوتہ کے بعد جب خالدؓ، مُجَّاع کے ساتھ حنفیوں کی بستیوں میں گئے اور ان کے قلعوں کو دیکھا تو وہاں بس عورتیں، بچے اور دروازہ کار مرد تھے۔ یہ دیکھ کر خالدؓ کو غصہ آیا اور انھوں نے مُجَّاع سے کہا: تم نے مجھے دھوکا دیا یعنی کہاں ہیں سورماؤں اور جوانوں کے وہ دل جن کی تم نے دھمکی دی تھی۔ مُجَّاع نے کہا ”اپنی قوم

کے مفاد کے لئے ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ اس صلح کے ساتھ ہی سارے حنفی مسلمان ہو گئے۔ (الکفار ص ۲۶۰)

خالدؓ کا جواب

مُجَّاعہ کی لڑکی سے شادی پر ابو بکر صدیقؓ کا مذکورہ بالا امر اسلہ جب خالد بن ولیدؓ کو موصول ہوا تو انہوں نے کہا: یہ سب عمرؓ کی شرارت ہے۔ (عمر فاروقؓ سے ان کی کھٹکی ہوئی تھی) انہوں نے اپنی برائت کے لئے خط ذیل لکھا۔ اس کے مضمون سے مترشح ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ نے سرزنش نامہ میں (جس کا صرف ادھورا حصہ راوی نے بیان کیا ہے جیسا کہ آپؐ نے اوپر پڑھا) چار اعتراض تھے:

- (۱) خالدؓ نے مُجَّاعہ کی لڑکی سے جنگ ختم ہوتے ہی شادی کی۔
- (۲) جنگ کی ناقص قیادت کی یا جنگ کے خطروں سے خود الگ تھلگ رہے۔
- (۳) اپنی فوج کے کئی سوشہیدوں پر نہ ماتم کیا نہ ان کا سوگ منایا۔
- (۴) مُجَّاعہ کے دھوکہ میں آگئے۔

”میری جان کی قسم، میں نے اس وقت تک عورتوں سے شادی نہیں کی جب تک فتح اور کامرانی کی مسرت پوری طرح مجھے حاصل نہ ہو گئی اور کمپ سے نکل کر گھر کے ماحول میں منتقل نہ ہو گیا۔ میں نے ایسے شخص سے رشتہ جوڑا ہے جس کے پاس اگر مدینہ سے پیغام دینے مجھے آنا پڑتا تو میں پرواہ نہ کرتا، آپؐ کی یہ شکایت کہ میں نے اپنی فوج کے شہیدوں کا حق ماتم ادا نہیں کیا (خط کی عبارت سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے) تو بخدا ان کی موت پر مجھے بے پایاں صدمہ ہوا، اور اگر کسی کا غم زندوں کو بقیہ حیات رکھ سکتا، اور کسی کا ماتم مُردوں کو بقیہ حیات لا سکتا تو میرا غم اور ماتم ضرور یہ اثر دکھاتے۔ (آپؐ یقین کیجئے) شوق شہادت مجھے ایسے ایسے

خطروں میں لے گیا جہاں بچنے کی امید نہ رہی تھی، اور موت کا یقین ہو گیا تھا۔ آپ کا یہ کہنا کہ مُجاء نے دھوکا دے کر مجھے صحیح طریق کار سے باز رکھا تو عرض یہ ہے کہ میں نے اس موقع پر اپنی رائے غلط نہیں سمجھی، میرے غیب کا علم بھی نہ تھا (جو مُجاء کے دھوکہ کو پہلے سے معلوم کر سکتا) سمجھوتہ سے بلاشبہ خدا نے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا ان کو (بنو حنیفہ کی) زمین کا وارث بنادیا اور ان کو اہل تقویٰ کے انعام عطا کئے۔“ (بنو حنیفہ کا سونا چاندی اور سامان)

مشہور صحابی ابو بکرؓ اسلمیؓ یہ خط لے کر مدینہ آئے، اس کو پڑھ کر ابو بکر صدیقؓ کا اشتعال کچھ دھیمّا پڑا، راوی کہتا ہے کہ عمر فاروقؓ پر اس کا اثر مطلق اچھا نہ ہوا، وہ پہلے کی طرح خالدؓ کو بُرا بھلا کہتے رہے اور اس میں کچھ دوسرے سربراہ اور وہ قرشی بھی شامل تھے۔ ابو بکرؓ سے نہ رہا گیا، انھوں نے کھڑے ہو کر خالدؓ کی حمایت میں تقریر کی جس سے ابو بکر صدیقؓ کا غبارِ خاطر کافی کم ہو گیا۔

اکتفاء میں خالد بن ولیدؓ کا ایک اور خط جنگ یمامہ کے عین میں بیان ہوا ہے۔ ان کی فوج کے چند صحابہ اُس سمجھوتہ کے خلاف تھے جو انھوں نے مُجاء سے کیا تھا اور جس کی رُو سے بنو حنیفہ کے باقی مرد قتل ہونے سے بچ گئے تھے۔ صحابہ کی دلیل تھی کہ سمجھوتہ خلیفہ کی ہدایات کے خلاف ہے، ہدایات کا تقاضہ ہے کہ بنو حنیفہ کے سارے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، خالدؓ کہتے: ”آپ کی دلیل سر آنکھوں پر، لیکن حالات ایسے ہیں کہ ان ہدایات پر عمل نہیں ہو سکتا۔“ سمجھوتہ ہو گیا اور صحابہ کو شکایت باقی رہی۔ خالدؓ کو اندیشہ تھا کہ صحابہ کی مخالفت عمر فاروقؓ تک متقدم ہو کر رہے گی اور وہ ضرور خلیفہ کو بھڑکائیں گے، لہذا انھوں نے مناسب سمجھا کہ خلیفہ کو ان استثنائی حالات سے باخبر کر دیں جن کے زیر اثر وہ صلح کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

” بسم اللہ الرحمن الرحیم ، خلیفہ رسول اللہ ابو بکر کی خدمت میں خالد بن ولید کی طرف سے ۔ بخدا میں نے خفیوں سے اس وقت تک صلح نہ کی جب تک میری فوج کے وہ لوگ قتل نہ ہو گئے جن پر میری قوت کا دار و مدار تھا ، جب گھوڑے سوکھ کر کاٹا ہو گئے اور اونٹ بھوکوں مر گئے ۔ جنگ میں اتنے مسلمان مارے گئے اور اتنے زیادہ زخمی ہوئے کہ اس ڈر سے کہیں وہ ہار نہ جائیں (یا سب کے سب قتل نہ کر دئے جائیں) میں بھیس بدل کر تلوار سو نت کر انتہائی خطروں میں گھس پڑتا تھا بالآخر خدا نے فتح عنایت کی ۔ شر ہے اُس کا“ (اکتفاء ص ۲۳۱)

۱۱۔ خالد بن ولید کے نام

یہ مراسلہ اس وقت موصول ہوا جب خالد کا مجامعہ سے سمجھوتہ ہو چکا تھا ، راوی کہتا ہے کہ اس سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے ۔ بعض صحابہ شروع سے ہی سمجھوتہ کے خلاف تھے کیوں کہ ان کے خیال میں یہ سمجھوتہ خلیفہ کی منشا اور ہدایات دونوں کے خلاف تھا ۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ فتح بڑاخہ کی خبر پا کر ابو بکر صدیق نے خالد کو جو مراسلہ بھیجا تھا اس کے آخر میں یہ الفاظ تھے : اگر خدا تم کو بنو حنیفہ پر فتح عطا کر دے تو ان کے ساتھ نرمی سے قطعاً پیش نہ آنا ، ان کے زخمیوں کا کام تمام کرنا ، ان میں سے جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب کرنا اور جو تمہارے ہاتھ آئیں ان کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا اور آگ میں جلا دینا“ مراسلہ ذیل پا کر صحابہ نے خالد پر پھر زور ڈالا کہ سمجھوتہ توڑ دیا جائے اور بنو حنیفہ کے قلعوں کا محاصرہ کر کے بڑے شمشیر فتح کیا جائے اور ان کے سارے بالغوں کو قتل کر دیا جائے ، پر خالد کیسے سمجھوتہ توڑتے ، نقض عہد کی قرآن اور رسول دونوں نے سخت لہ خط کی عبارت میں اضطراب دیکھا ہے جس کو ترجمہ میں ملحوظ نہیں رکھا گیا ۔

مذمت کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ مسلمان فوج اس درجہ کمزور اور ان کے گھوڑے ایسے ٹدھالے ہیں کہ وہ کوئی عسکری مہم انجام نہیں دے سکتے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ہرگز سمجھوتہ نہ کرتا۔
 ”میرا خط پا کر تدبیر سے کام لینا، اور اگر خدا بنو عقیفہ پر تم کو فتح عطا کر دے تو ان کے کسی بالغ مرد کو زندہ نہ چھوڑنا“ (اکتفاء ص ۲۶۰)

۱۲۔ خالد بن ولید کے نام

ذیل کا خط نسخ التواریخ سے ماخوذ ہے۔ فتح یمامہ کی خبر لے کر جب خالدؓ کے ایلچی مدینہ آئے تو ابو بکر صدیق نے ان سے جنگ کے حالات دریافت کئے۔ انھوں نے بتایا کہ جنگ بے انتہا سخت تھی، مسیلہ کی فوج بھوکے چیتوں کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی اور تین بار ان کو پسپا کیا، خالدؓ کی فوج کی وہ صفیں جن میں بدو عربوں کا تناسب زیادہ تھا ان کی تلواروں کے سامنے منہ موڑ گئیں، یہ صرف ان مسلمانوں کی جنہوں نے رسول اللہؐ کی آنکھیں دیکھی تھیں، ہمت مردانہ اور دینی حمیت تھی جس نے اسلام کے جھنڈے کو نچانہ ہونے دیا، اس کی ان کو بھاری قیمت دینا پڑی: وہ بڑی تعداد میں مارے گئے اور بہت بڑی تعداد میں گھائل ہوئے ان تفصیلات سے ابو بکر صدیق اور دوسرے صحابہ کو بہت دکھ ہوا، ان کا دل ہمیشہ سے زیادہ بنو عقیفہ کی طرف سے سخت بھوگیا۔

”مسیلہ کے قتل کی خبر پہنچی، فتح یمامہ اور مسلمانوں کی کامیابی کا حال

معلوم ہوا، مسیلہ کے خاتمہ کے معنی ہیں کہ اہل یمامہ کی قوت اور دھاک بھی ختم ہو گئی۔ کیوں کہ بے سردار کی فوج اس جسم کی طرح ہے جس کا سر کرٹ گیا ہو۔ اب ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لو، اور جب تک وہ فتح نہ ہو جائے وہاں سے نہ ہٹو، اہل یمامہ چاہے کتنا ہی چاہیں کہ تم سے سمجھوتہ کر لیں پر تم لڑے ہی جانا، اور جب قلعہ فتح ہو جائے تو ان کے سب مردوں کو مار ڈالنا، اور

ان کی عورتوں بچوں کو غلام بنالینا، اور ان کی ساری زمینوں،
 سونے چاندی اور سامان پر قبضہ کر لینا، (ناسخ التواریخ محمد تقی، بمبئی
 جلد ۲، قسم ثانی صفحہ ۹۳)

۱۳۔ طریف بن حابر کے نام

خلیفہ ہو کر ابو بکر صدیق نے طریف بن حابر کو بنو سلیم کے ان عربوں پر جو اسلام
 پر تائیم تھے، والی بنا دیا تھا، یہ مخلص اور جو شیلے کارکن تھے، انھوں نے ایسی موثر
 تقریریں کیں کہ بنو سلیم کے بہت سے عرب ان سے اُٹے اور مرتد عرب الگ ہو کر
 رہ زنی کرنے لگے۔ کبھی طریف اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ ان مرتد عربوں پر حملے
 کرتے اور کبھی یہ مرتد عرب، مسلمانوں پر۔ لوٹ مار کا یہ ڈرامہ جاری تھا کہ بنو سلیم کا ایک
 ڈاکو جس کا نام ایاس تھا ابو بکر صدیق کے پاس آیا، چوں کہ یہ اچانک مسافروں اور
 بستیوں پر حملہ کر کے لوٹا کرتا، اس کا نام فجاہ پڑ گیا تھا۔ جب مرتد عربوں کے خلاف
 فوجیں بھیجی گئیں اور کئی جگہ ان کی سخت گوشمالی ہوئی تو فجاہ کو ایک چال سمجھی، اس
 نے اپنے ساتھی نجہ بن ابی کثیر سے جو اس کی طرح ڈاکو تھا، کہا: میں مسلمان تو
 ہونے سے رہا، اور یہ جانتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مجھے مرنا ہے، مرنے سے پہلے
 کیوں ایسے کارنامے نہ کر جاؤں جن سے خالد اور ابو بکر دونوں کے دل ہل جائیں! وہ
 مدینہ گیا اور خلیفہ سے کہا: میں رسول اللہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا، جزیرہ عرب کی
 ہر جگہ اور ہر شخص سے واقف ہوں، اسلام سے پہلے قبیلوں میں لوٹ مار اور فارت گری
 کرتا تھا، بہت سے صحرائی قبیلے میری نظر میں ہیں جو اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں اور

لے مدینہ کے مشرق سے لے کر وادی القریٰ اور خیبر (شمال مدینہ) تک بنو سلیم کی بستیاں پھیلی
 ہوئی تھیں۔ جزیرۃ العرب ہندانی ص ۱۲۱۔

آپ یا آپ کا کوئی جنرل ان سے واقف نہیں ہے، میں ان سب کو مسلمان کر سکتا ہوں، اور اگر وہ اسلام نہ لائیں تو ان کی گردن مار سکتا ہوں، وہ سارے مرتد جن تک خالدؓ کی رسائی نہ ہو، پکڑ لوں گا اور تلوار کا نغمہ بنا دوں گا، شاید اس طرح میرے گناہوں کا کچھ کفارہ ہو سکے، لیکن میری حالت ان دنوں خراب ہے، نہ تو میرے پاس روپیہ ہے، نہ سواری، اور نہ سامان جنگ، آپ مدد کیجئے۔ ابو بکر صدیقؓ نے اس کو دو گھوڑے دئے (تیس اونٹ اور تیس سپاہیوں کے ہتھیار۔ ایک نفعاء ص ۲۳۲) اور دس مسلمان چارہ اور ہتھیاروں سے مسلح اس کے ساتھ کر دئے۔ فُجاءہ اپنے قبیلہ کی طرف چلا اور راستہ میں مرتد عربوں کو اپنے ساتھ ملا مارا، جب اس کی جمعیت بڑھ گئی تو اس نے پہلے اپنے مسلمان ساتھیوں کو قتل کیا اور ان کا سب سامان لوٹ لیا، پھر اس نے غارت گری شروع کر دی، کبھی اس قبیلہ پر چھاپا مارتا، کبھی اُس قبیلہ پر۔ مسلمانوں کی ایک پارٹی مدینہ جا رہی تھی، ان کو لوٹ کر مار ڈالا۔ جب ابو بکر صدیقؓ کو ان حادثوں کا علم ہوا، تو انھوں نے بنو نضیم میں اپنے نمائندہ طریقہ کو یہ خط لکھا :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابو بکر خلیفہ رسول اللہؐ کی طرف سے طریقہ بن حاجر کو سلام علیک۔ تم کو معلوم ہو دشمن خدا فُجاءہ میرے پاس آیا، اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا، پھر مجھ سے درخواست کی کہ اسلام سے منحرف عربوں کی سرکوبی کے لئے اس کو ضروری سامان دوں، میں نے اُس کی مدد کی اور ضروری سامان فراہم کیا۔ اب مجھے پکی خبر ملی ہے کہ دشمن خدا کیا مسلمان کیا کافر سب کا بھاڑا لے کر ان کا سامان ہتھیالیتا ہے اور جو اس کی بات نہیں مانتے انھیں تلوار کے گھاٹ اُتار دیتا ہے، میری رائے ہے کہ تم اپنے مسلمان ساتھیوں کو لے کر اس کی سرکوبی کو جاؤ، اور اس کو

قتل کردو، یا بیڑیاں ڈال کر میرے پاس لے آؤ :- سیاق سباق کا
بیشتر حصہ ازناسخ التوارخ جلد ۲ قسم ثانی صفحہ ۷۷، وابن اسحاق۔
طبری ۳/ ۲۳۲ درہ اکتفاء ص ۲۳۳ -

۱۴۔ خالد بن ولید کے نام

جب ابوبکر صدیق کو فجاءۃ کی غداری اور فساد فی الارض کی خبر ملی تو انہوں نے
خالد بن ولید کو لکھا :

”اگر خدا کی عنایت سے تم کو بنو حنیفہ پر فتح حاصل ہو تو یمامہ میں زیادہ
قیام نہ کرنا اور بنو سلیم کے علاقہ میں پہنچ جانا، اور اُن کی ایسی خبر لینا کہ ہمیشہ
اپنی بدکرداری کی سزا یاد رکھیں۔ کسی عرب قبیلہ پر مجھ کو اتنا غصہ نہیں تھا
ان پر ہے، ان کا ایک لیڈر (فجاءۃ) میرے پاس آیا اور کہا : میں
مسلمان ہوں، جہاد کے لئے میری مدد کیجئے، میں نے اُس کو اونٹ
اور ہتھیار دئے، پھر وہ رہزنی کرنے لگا، خدا کے فضل سے تم اگر
اُن پر غالب ہو تو میں تم سے بالکل برہم نہ ہوں گا اگر تم اُن کو آگ سے
جلا دو گے اور بے دریغ قتل کر دو گے تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور پھر کبھی بغاوت
و غداری کی جرأت نہ کریں“

خط پا کر خالدؓ نے ہراول دستے روانہ کر دئے، بنو سلیم کو خبر ہوئی تو اُن کے بہت
سے شورہ پشت جن میں بنو عصفیہ کی اکثریت تھی، جنگ کے لئے تیار ہو گئے، مشہور
شاعر خنسا کا لڑکا ابو شجرہ ان کا سرغنہ اور لیڈر تھا، یہ لوگ جواء نامی تالاب پر جو مدینہ
کے قریب شمال مشرق میں ایک چراگاہ میں واقع تھا، جمع ہو گئے، خالدؓ نے اگر اُن کے
سامنے فوج اُتار دی، مسلمانوں کی تعداد کم تھی، جنگ یمامہ کی تکان ہنوز باقی تھی،

اور بہت سوں کے زخم بھی ابھی اچھے نہ ہوئے تھے، گھوڑوں کی حالت قلت خوراک کی وجہ سے پتلی تھی، لڑائی ہوئی تو بنو مسلم نے مسلمانوں کو دبا لیا، خالدؓ خود جنگ میں کود پڑے اور اس خوبی سے لڑے اور جنگ کی قیادت کی کہ دشمن کے سپہ اگھر گئے، اُس کے بہت سے سپاہی مسلمانوں نے پکڑ لئے۔ (اکتفاء ص ۲۶۴)

۱۵۔ عمرو بن عاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کے نام

ابو بکر صدیقؓ نے عمرو بن عاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کو بعض عربی بستیوں میں محصل زکاۃ بنا کر بھیجا اور جب ان دونوں نے اپنے اپنے محلے پہنچ کر فرائض سنبھالے تو خلیفہ کا یہ ہدایت نامہ موصول ہوا :

”ہر کام میں خواہ کھلا ہو یا چھپا خدا سے ڈرو، جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اُس کی مشکلات آسان کر دیتا ہے، اور اس کو وہاں سے فائدہ پہنچاتا ہے جہاں اُس کا وہم و گمان بھی نہیں جاتا، جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کی خطائیں معاف کرتا ہے اور اُس کو عمدہ انعام عطا کرتا ہے، بلاشبہ انسانوں کے لئے بہترین کام یہ ہے کہ ایک دوسرے کو خوفِ خدا کی تلقین کرتے رہیں، تم راہِ خدا میں قدم اٹھانے والے ہو۔“ (۹) ”اپنے فرائض کی انجام دہی میں ڈھیل یا کوتاہی سے کام نہ لینا، اور ایسے کسی کام میں غفلت نہ دکھانا جس سے تمہارے دین کا مفاد یا تمہارے اقتدار کا بقا وابستہ ہو، مکرر تاکید کرتا ہوں کہ کوتاہی اور سہل انگاری سے کام نہ لینا۔“ (قاسم بن محمد۔ کنز العمال ۸/۲۰۷)

عربی متن میں ہے : اَنْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، یہ عبارت ہدایات کے زبانی ہونے پر دلالت کرتی ہے، لیکن راوی نے قتال کی جگہ کتب کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۲۔ بغاوتِ یمن

۱۶۔ یمن کے حمیری رئیسوں کے نام

اس خط کو سمجھنے کے لئے ابو بکر صدیق اور ان سے پہلے رسول اللہ صلعم کے عہد میں یمن کے سیاسی تقلبات کا سمجھنا ضروری ہے۔ ہجرت سے کوئی ۷۷ م برس پہلے یمن پر فارسیوں کا تسلط ہو گیا تھا، رسول اللہ کے زمانہ میں یمن کا بادشاہ باذام تھا، صنعاء کا معتدل کوہستانی شہر اس کا پایہ تخت تھا رسول اللہ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان ہو گیا، رسول اللہ نے اس کی حکومت بحال رکھی۔ ۹۷ھ کے خاتمہ پر اس کا انتقال ہوا، رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ سے فارغ ہو کر رسول اللہ نے یمن کے قلمرو میں اپنی طرف سے مُحَصَّل زکوٰۃ مقرر کئے، سارے یمن کو سات حصوں میں بانٹا اور ہر حصہ پر ایک عامل مقرر کیا: بخران، بخران، حزم، بخران، رَمَح۔ زَبید کے درمیانی علاقہ پر خالد بن سعید بن عاص، ہمدان کے قبیلوں پر عامر بن شہر، صنعاء اور اس کے مضافات پر شہر بن باذام، تہامہ، یمن کے عتک اور اشعری قبائل پر طاہر بن ابی ہالہ، مارب کے دیہاتوں پر ابو موسیٰ اشعری، جَنْد کے ضلعوں پر یعلیٰ بن مُنْیہ، معاذ بن جبل اٹھویں عامل تھے، لیکن ان کی حیثیت منتظم یا مُحَصَّل زکوٰۃ کی نہ تھی، بلکہ وہ سارے یمن میں گشت کر کے قرآن اور قانون اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ اس وقت یمن میں ایک بڑا ہوشیار کاہن اشود عَنَسِی تھا جس کا سلسلہ نسب یمن کے قدیم مورث سُبَا سے ملتا تھا

رسول اللہؐ کی نبوت کو کامیاب دیکھ کر اس کے دل میں بھی نئی ہولنے اور حکومت کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، بازام کی زندگی میں اس کی دال نہ گلی۔ کیوں کہ بازام کی گرفت سارے یمن پر سخت تھی۔ اس کی وفات پر حبشین کو چھوٹے چھوٹے سات انتظامی حلقوں میں بانٹ دیا گیا تو اُسود نے اپنی خواہش پورا کرنے کے لئے میدان صاف پایا، نبوت کا دعویٰ کر دیا، اس کا قبیلہ پہلے ہی اس کے ساتھ تھا، دوسرے لوگوں نے بھی اس کی دعوت کو لبیک کہا اور آندھی کی طرح اس کی تحریک سارے یمن میں پھیل گئی اس وقت یمن میں دراہم طبعے تھے: ایک اصلی باشندے جن کا تعلق سبا اور حمیر کے خاندان سے تھا اور دوسرے فارسی آباء کی نسل، جن کو اُنباء کہتے تھے، اُنباء اس وقت یمن کی سب سے مقتدر اقلیت تھے۔ ایک عرصہ سے چوں کہ یمن کا حاکم کسرومی حکومت کا ماتحت تھا، اس لئے حکومت کے اکثر عہدے اور منافع اُنباء کو حاصل تھے، اس وقت ان کے تین لیڈر تھے: شہرین بازام، فیروز دہلی، اور ذاذویہ، اور یہ تینوں مسلمان ہو چکے تھے، انھوں نے اسود کا مقابلہ کیا لیکن چوں کہ یمن کے بیشتر رئیس اُسود کے ساتھ تھے، اُنباء کمزور پڑ گئے، پچیس دن کی قلیل مدت میں اُسود نے شہرین بازام (حاکم صنعاء) کو قتل کر کے یمن کے پایۂ تخت اور سب سے بڑے شہر پر قبضہ کر لیا۔ حکمت سے کام لے کر اور مراعات دے کر اس نے اُنباء اور ان کے لیڈروں کو بھی توڑ لیا، تہانہ یمن کو چھوڑ کر یمن کے کل قلمرو پر اُسود کا پرچم لہرانے لگا۔ رسول اللہؐ کے عامل یا تو تہانہ یمن بھاگ گئے، یا حضرموت جا کر پناہ لی، یا مدینہ لوٹ آئے، رسول اللہؐ کو جوں ہی ان حالات کا علم ہوا انھوں نے اسود کو مراسلہ بھیجا جس کا کوئی اثر نہ ہوا، انھوں نے اُنباء کے لیڈروں اور یمن کے دوسرے رئیسوں کو بھی مراسلے بھیجے اور ان کو اسود کا مقابلہ کرنے پر ابھارا، ان رئیسوں میں یہ حمیری رئیس قابل ذکر ہیں: عامر بن شہر، سعید بن عاقب، شمیمع بن ناکور، خوشب اور شہر۔

انہوں نے رسول اللہؐ کا فرمان مانا، اسلام پر قائم رہے اور مسلمانوں کی مدد کے لئے مستعد ہو گئے۔

حکومت و اقتدار پر اسر عسسی کی تمکنت ایسی بڑھی کہ اپنے کمانڈر ان چیف قیس بن عبد یغوث (مکشوح مرادی) اور ابناء کے لیڈروں فیروز اور ذاذویہ کے ساتھ حقارت آمیز زناؤں کرنے لگا، ان کو اسود سے بغاوت کے لئے سہارے کی ضرورت تھی، وہ رسول اللہؐ کے خط سے مل گیا۔ یہ تینوں اور ان کے پیرو پھر اسلام کے وفادار ہو گئے اور سارے اسود کو اس کے محل میں قتل کر دیا۔ اسود کی حکومت تین چار ماہ سے زیادہ نہ چلی۔ اس کے قتل سے صنعاء اور جند کے ضلعوں پر پھر اسلامی تسلط ہو گیا، لیکن اس کے بہت سے فوجی لیڈر باغی رہے، کچھ صنعاء اور نجران کے درمیانی علاقہ میں ترکازی کرتے، اور کچھ اپنے اپنے قبیلوں میں خود مختاری کا دم بھرتے، اسود کے قتل کی خبریں رات رسول اللہؐ کو پہنچی اس کی صبح کو ان کی مشعل زندگی بجھ گئی اور ایک خبر یہ ہے کہ قتل کی خبر ان کی وفات کے دس بارہ دن بعد مدینہ پہنچی جب ابوبکر صدیق خلیفہ ہو چکے تھے۔

رسول اللہؐ کی وفات کا جب یمن میں چرچا ہوا تو سدھرتے حالات پھر خراب ہو گئے، قیس بن عبد یغوث جو فیروز اور ذاذویہ کو ملا کر اسود سے باغی ہو گیا تھا اور جس نے ان کے تعاون سے اسود کو قتل کیا تھا، اب پھر اسلام کی وفاداری سے منحرف ہو گیا۔ لایق اور اولو العزم آدمی تھا، قومی عصبیت کے نش میں سرشار، یمن میں فارسیوں کا اقتدار اس کو سدا سے کٹکتار ہا تھا، اس کے خاتمہ کے بعد وہ ابناء کی خوش حالی اور ان کی اجتماعی و اقتصادی برتری کو خاک میں ملانا چاہتا تھا، ایک کامیاب فوجی لیڈر وہ پہلے ہی سے تھا، اس نے اسود کے فوجی لیڈروں سے ساز باز کی اور ابناء کو ملک سے نکلانے کا منصوبہ بنالیا، فیروز اور ذاذویہ دونوں سے اس نے

تعلقات خراب کر لئے، ذاذویہ کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا، فیروز قتل ہوتے ہوتے بچ گئے، فیروز نے ابوبکر صدیق کو اپنی اور ابناء کی وفاداری سے مطلع کر کے درخواست کی کہ ہماری مدد کیجئے، ہم اسلام کے لئے ہر قربانی کرنے کو تیار ہیں۔ ابوبکر صدیق کے پاس اس وقت نہ کافی فوج تھی، نہ سامان جنگ، خود مدینہ کو کئی طرف سے دشمن گھیرے ہوئے تھے، وہ اُسامہ بن زید کی شام سے واپسی کے منتظر تھے، فوج اور سامان کی فراہمی تک وہ ترغیب و ترعیب کے خطوں سے کام چلاتے رہے۔

آپ نے ابھی اوپر پڑھا کہ اسود کے یمن پر تسلط کے بعد رسول اللہؐ نے جن لوگوں کو اسلام کا وفادار رہنے اور اسود کی مخالفت کرنے کے خطوط لکھے تھے ان میں چند حمیری رئیس بھی تھے، انھوں نے رسول اللہؐ کی بات مانی تھی اسود سے الگ رہے تھے اور اسلام کی وفاداری پر قائم تھے۔ فیروز کی درخواست پا کر ابوبکر صدیق کی نظر ان رئیسوں پر پڑی، اور انھوں نے یہ مراسلان کے نام بھیجا:-

”ابوبکر خلیفہ رسول اللہؐ کی طروت سے عُمیر بن افلح ذی مران، سعید بن عاقب ذی زور، سُمیع بن ناکور ذی کلاع، حوشب ذی ظَلیم، اور شہر ذی نیات کے نام، جو لوگ اُبناء کے درپے آزار میں اور ان سے لڑنا چاہتے ہیں، آپ ان کے خلاف اُبناء کی مدد کیجئے، آپ اُبناء کو اپنی حفاظت میں لے لیجئے، فیروز کی بات مانئے اور ان کے مشورہ پر عمل کیجئے، اس کے ساتھ ہو کر باغیوں سے جہاد کیجئے، میں نے فیروز کو جنگ کا سالار اعلیٰ مقرر کر دیا ہے۔“ (سیف بن عمر - طبری ۳/ ۲۱۸-۲۶۶)

۱۷۔ طاہر بن اُبی ہالہ کے نام

یمن کے مغرب اور جنوب میں بحر قلزم کے ساحل پر نشیبی اراضی کی ایک پٹی

ہے جسے تہامہ کہتے ہیں، اس اراضی میں بہت سی نیچی لیکن تہہ بہ تہہ پہاڑیاں پائی جاتی ہیں، تہامہ کی شمالی حد مکہ کے قریب پہنچتی تھی اور جنوبی، یمن کے پایہ تخت صنعاء سے کوئی ساڑھے تین سو میل کے فاصلہ پر ختم ہوتی تھی (مسالك الممالك، اصطخری لیدن ص ۱۴)۔ تہامہ یمن کا ایک ضلع تھا جس میں بہت سے گاؤں اور قصبے تھے۔ بادشاہ یمن بازام کی وفات پر سلسلہ میں رسول اللہؐ نے جب یمن کو سات حصوں میں بانٹ کر عامل مقرر کئے تو تہامہ پر طاہر بن ابی ہالہ کو مامور فرمایا۔ تہامہ میں ادنیٰ درجہ کے عربوں کے علاوہ وڈ بڑے اور اہم قبیلے تھے، ایک عک اور دوسرے اشعر تہامہ سے ہو کر بحر قلزم کے ساتھ ساتھ مکہ سے عدن کو ایک تجارتی شاہراہ بھی جاتی تھی۔

مورخ طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات پر اسلام سے بغاوت کا جھنڈا سب سے پہلے عک اور اشعری قبیلوں کے غنڈوں نے بلند کیا۔ رسول اللہؐ کی وفات کی خبر پاکران قبیلوں کے بہت سے فاقہ مست اور شہرزی مقامی عامل (طاہر) سے باغی ہو کر ساحل سے گذرنے والی سڑک پر رہ زنی کے ارادہ سے جمع ہو گئے۔ اس پاس کے بہت سے آوارہ بھی ان سے آئے، طاہر نے مرکز کو مطلع کرتے ہوئے لکھا کہ میں ایک فوج لے کر جس میں عک کا رئیس بھی شامل ہے، ان غنڈوں کی خبر لینے جا رہا ہوں، جس سرزمین میں باغی جمع ہوئے تھے اس کا نام اعذاب تھا، اس سرزمین سے ہو کر ساحلی شاہ راہ گذرتی تھی۔ باغیوں کے پاس نہ تو کافی ہتھیار تھے اور نہ ان کے سر پر ڈھنگ کا کوئی قاعدہ تھا، لڑائی ہوئی تو بڑی تعداد میں یہ لوگ مارے گئے، شاہراہ دوزخ تک ان کی لاشوں سے پیٹ گئی، اس فتح کی خبر ابھی مدینہ پہنچی نہ تھی کہ ابو بکر صدیقؓ کا یہ خط طاہر کے اس مراسلہ کے جواب میں موصول ہوا

جو انھوں نے جنگ پر جاتے وقت لکھا تھا :-

”تمہارا خط ملا، جس میں تم نے فوجی پیش قدمی کی خبر دی ہے اور لکھا ہے کہ عک کے رئیس مسروق اور ان کی قوم کو ساتھ لے کر غنڈوں کی سرکوبی کرنے اُغلاب جا رہے ہو، تم نے بالکل صحیح قدم اٹھایا، گوشالی میں ذرا دیر نہ کرنا، اور غنڈوں کے ساتھ نرمی سے پیش نہ آنا، سرزمین اُغلاب میں اس وقت تک ٹھہرے رہو جب تک شاہراہ غنڈوں کے خطرہ سے پاک نہ ہو جائے، اور میں نئی ہدایت نہ بھیج دوں۔“ (طبری ۳/۲۰)

۱۸۔ عثاب بن اُسیدؓ کے نام

خلیفہ ہو کر ابو بکر صدیق نے اپنے سارے عاملوں کو جہاں جہاں وہ تھے ایک عام فرمان بھیجا کہ وفادار عربوں کی مدد سے باغیوں کی سرکوبی کریں، مکہ اور نجران کے درمیانی علاقہ کے گورنروں کو انھوں نے مزید لکھا کہ باغیوں کو سزا دینے کے بعد لام پر جانے کے لئے پوری طرح تیار رہیں اور ان کے اگلے حکم کا انتظار کریں، اس ہدایت کا مقصد یہ تھا کہ ابو بکر صدیق اس علاقہ کے سپاہیوں کو اس فوج میں ضم کرنا چاہتے تھے جس کو انھوں نے اُسامہ بن زید کی شام سے واپسی پر یمن کی بغاوت فرد کرنے بھیجنے کا حکم ارادہ کر لیا تھا، مکہ و نجران کے اس وسطی علاقہ کے حاکموں میں سے ایک عثمان بن ابی العاص ثقفی گورنر طائف تھے جن کو حکم تھا کہ اہل طائف کی ایک فوج تیار رکھیں اور دوسرے عثاب بن اُسیدؓ تھے، جن کو یہ فرمان بھیجا گیا :-

”مکہ کی عملداری سے پانچ سو جوانوں کی ایک فوج تیار کرو اور ان کی کمان ایک ایسے شخص کے سپرد کرو جس پر تمہیں بھروسہ ہو۔“

(تاریخ الأمم والرسل طبری ۳/۲۶۶)

۱۹۔ مہاجر بن ابی امیہ کے نام

جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا (خط ۱۷) کہ قیس بن مکشوح قوی عصیت کے نشہ میں سرشار تھا۔ وہ یمن کو ابناء اور ان کے اقتدار سے پاک کر کے خود اس پر قابض ہونا چاہتا تھا، ذاذویہ کو اس نے قتل کر دیا، فیروز بل بال بیچ گئے، انھوں نے بھاگ کر ایک یمنی قبیلہ میں جو رشتہ میں ان کا ماموں تھا، پناہ لی، قیس کے سواروں نے ہر چیز چھپا لیا لیکن فیروز ہاتھ نہ آئے، مطلع صاف پا کر اب قیس نے ان سب فارسی گھرانوں کو گرفتار کر لیا جن کے افراد فیروز سے جا ملے تھے، یا جو خود اس کے وفادار نہ تھے، ان گھرانوں کے اُس نے دُور چھٹے کئے، ایک کو عدن سے بندر یحہاز فارس بھیج دیا اور دوسرے کو خشکی کے راستہ سے۔ فیروز نے یہ حالات لکھ کر ابو بکر صدیق کو بھیجے تو انھوں نے یمن کے جمیری رئیسوں کو وہ مراسلہ لکھا جو ابھی آپ پڑھ آتے ہیں۔ یہ رئیس عملاً فیروز کے کام نہ آ سکے کیوں کہ ان کے سارے ماتحت عوام قیس کے ہوا خواہ تھے، فیروز نے قابلیت سے تنظیم کر کے ایک خاصی فوج تیار کر لی، کئی قبیلے بھی اُن کے ساتھ ہو گئے۔ پہلے تو انھوں نے اُن فارسی خاندانوں کو پھڑایا جن کو براہِ خشکی ملک بدر کیا جا رہا تھا، اس کے بعد وہ قیس سے لڑنے نکلے، صنعاء کے قریب مقابلہ ہوا جس میں قیس نے شکست کھائی۔ جمیری رئیسوں کے مذکورہ بالا خط کے ساتھ ابو بکر صدیق نے طاہر بن ابی ہالہ اور قبیلہ عک کے رئیس مشروق کو اور جنٹ مراسلے بھیجے کہ ابناء کی مدد کو جائیں۔ طاہر رسول اللہ کی طرف سے تہامہ کے گورنر تھے جو یمن کا مشرقی صوبہ تھا، یہ دونوں فیروز کی تقویت کے لئے صنعاء پہنچ گئے، تیسرا خط انھوں نے تہامہ کے ایک وفادار رئیس کو لکھا کہ تم بھرتی کر دو اور فوجی کارروائی کے لئے میرے حکم کے منتظر رہو۔ ان اقدامات کے کچھ ہی دن بعد انھوں نے یمن کے محاذ کے لئے ضروری ہتھیار اور فوج جمع

کر لی، اور مہاجرین ابلی امیہ کی قیادت میں جو رسول اللہ کے عہد میں وہاں حاکم رہ چکے تھے، بغاوت فرو کرنے اور فیروز کی پشت پناہی کے لئے بھیجا، مہاجر راستہ کے قبیلوں سے بھرتی کرتے اور تہامہ کے رئیس کو ساتھ لیتے نجران آ پہنچے، قیس اور اس کے حلیفوں کے حوصلے پست ہو گئے، اور اس کے بہت سے ساتھی بھاگ گئے، اس نے بلا شرط ہتھیار ڈال دئے مہاجر نے اس کو گرفتار کر لیا۔ ابو بکر صدیق کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے لکھا :

”قیس بن مکشوح کو بیڑیاں ڈال کر میرے پاس بھیج دو“

جب یہ بلند ہمت باغی مدینہ پہنچا تو عمر فاروق نے ابو بکر صدیق سے کہا کہ اس کو قتل کیجئے کیوں کہ اُس نے ذاذویہ کو مارا ہے اور ڈاکوؤں کی طرح لوٹ مار کرتا پھرا ہے۔ قیس نے قسمیں کھائیں کہ میں نے ذاذویہ کو قتل نہیں کیا، ابو بکر صدیق چاہتے تھے کہ اس کو معاف کر دیں اور اس کے تجربہ، رائے اور بہادری سے فائدہ اٹھائیں، لیکن عمر فاروق کا اصرار دیکھ کر انھوں نے قیس سے کہا کہ اگر تم رسول اللہ کے منبر کے پاس کھڑے ہو کر پچاس قسمیں کھا لو گے کہ میں نے ذاذویہ کو قتل نہیں کیا ہے تو تم کو معاف کر دوں گا۔ قیس نے قسمیں کھالیں اور بچ گئے۔ بعد کی جنگوں میں انھوں نے بڑی قیمتی خدمتیں انجام دیں۔ (سیف بن عمر - طبری ۳ / ۲۶۱ - ۶۲ صرف خط کا مقدمہ، باقی از کنز العمال بحوالہ طبقات ابن سعد، ۴ / ۸۴ د ۴ / ۳۱۵)

۲۰۔ نجران کے عیسائیوں کو دستاویز

سلام میں جب نجران کے عیسائیوں نے اسلام لانے سے انکار کیا تو رسول اللہ نے ایک سالانہ رقم کے عوض اُن کی جان، مال اور مذہب کی ضمانت کر لی تھی

اور ایک عہد نامہ لکھ دیا تھا جس میں اس ضمانت کے شرائط فلم بند تھے۔ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا اور باغیوں کے خلاف فوجی کارروائی شروع ہوئی تو نجران کے عیسائی ڈرے کہیں ہمیں کوئی گزند نہ پہنچ جائے، ان کا ایک وفد ابوبکر صدیق کے پاس آیا اور تجدید معاہدہ رسول کی خواہش کی، خلیفہ نے خواہش کو درج قبولیت بخشا اور یہ دستاویز لکھ دی :-

”یہ دستاویز ہے ابوبکر خلیفہ محمد رسول اللہ کی طرف سے اہل نجران کے لئے : خدا اور نبی کی طرف سے ان کی جان، زمین، ملت، دولت ان کے ماتحت مضافاتی دیہاتوں اور ان کو جو نجران میں موجود ہیں اور ان کو جو پردیس گئے ہیں، ان کے پادریوں اور راہبوں، ان کے گرجوں اور ان کی ہر چیز کو تھوڑی ہو یا زیادہ امان دی جاتی ہے، ان سے نہ تو فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جائے گا، کسی پادری کو اس کے عہدہ سے الگ نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی راہب کو ترک رہبانیت پر مجبور کیا جائے گا، یہ دستاویز رسول اللہ کے اس عہد نامہ کی توثیق و تجدید ہے جو انھوں نے اہل نجران سے کیا تھا، اس دستاویز میں جو کچھ ہے اس کے ضامن ہمیشہ کے لئے خدا اور محمد ہیں، اہل نجران پر واجب ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو خلوص اور راست بازی سے پورا کریں“ (کتاب الخراج ابو یوسف مصر ۳۱۷ ص ۱۴)

۲۱۔ خط کی دوسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ یہ دستاویز ہے ابوبکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے اہل نجران کے لئے، میں ان کو اپنی اور اپنی فوج کی طرف سے

امان دیتا ہوں، اور رسول اللہؐ کے عہد نامہ کی توثیق کرتا ہوں، البتہ رسول اللہؐ کا فرمان جو انھوں نے خدا کے حکم سے اہل بخران اور عربوں کی اراضی سے متعلق (مرتے وقت دیا تھا) کہ ملک عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے! اس دستاویز سے خارج ہے اس فرمان کو مٹا دینا کہتے ہوئے میں ان کی جان، ملت، مال دولت، ان کے ماتحت مضافاتی دیہات، ان کے حاضر و غائب، ان کے پادریوں اور راہبوں، ان نے گرجوں کو جہاں کہیں بھی ہوں، ان کی ہر چیز کو تھوڑی ہو یا زیادہ جس پر ان کی ملکیت اور تصرف ہو، امان دیتا ہوں بشرطیکہ وہ معاہدہ رسولؐ کے مطابق اپنے مواخذات پورے کرتے رہیں، اگر انھوں نے ایسا کیا تو ان سے نہ تو فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر تجارتی ٹیکس لگایا جائے گا نہ ان کے کسی پادری کو اس کے عہدہ سے الگ کیا جائے گا، اور نہ کسی راہب کو رہبانیت چھوڑنے پر مجبور، اور رسول اللہؐ نے جو عہد کیا ہے اور جو وعدے اس دستاویز میں ہیں وہ سب پورے کئے جائیں گے۔

یہ مراسلہ، قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج والے سے جو آپ نے ابھی اوپر پڑھا، ایک جملہ چھوڑ کر بڑی حد تک مشابہ ہے، اور وہ جملہ ہے: البتہ رسول اللہؐ کا وہ فرمان جو انھوں نے اہل بخران اور غیر مسلم عربوں کی اراضی سے متعلق دیا ہے کہ ملک عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے، اس دستاویز سے خارج ہے، یہ جملہ یقیناً جعلی ہے، کاتبوں اور نسخوں کے تصرف بے جا کامریہوں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہؐ مرتے وقت بخران کے عیسائیوں کو ملک بدر کرنے کا حکم دیتے تو ابو بکر صدیقؓ اس کو پورا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے جس طرح انھوں نے اسلام کی مہم کو جو رسول اللہؐ کی خواہش کے مطابق علامت رسولؐ کی وجہ سے رک گئی تھی، خلیفہ ہونے ہی خلاف مصلحت ہوتا

کے باوجود روانہ کر دیا تھا، اس کے علاوہ اس جملہ اورد دستاویز کے مضمون میں کھلا تناقض ہے، کیوں کہ ایک طرف اہل نجران کے مال دولت اور اراضی کو امان دی جاتی ہے اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ تم کو ملک چھوڑنا ہوگا۔

۳۔ بغاوتِ بحرین

۲۲۔ علاء بن حضرمی کے نام

بحرین شاہانِ حیرہ کی عملداری میں تھا اور شاہانِ حیرہ کسی بادشاہوں کے ماتحت تھے۔ بحرین کے ساحلی اور تجارتی شہروں میں مخلوط آبادی تھی۔ فارسی، عیسائی، یہودی، جاٹ اور عرب، تجارت پر فارسیوں کا غلبہ تھا۔ ساحلی شہروں کے عقب میں تین بڑے قبیلے اور ان کی بہت سی شاخیں آباد تھیں، ایک بکرین وائل، دوسرے عبد القیس اور تیسرے ربیعہ، ان کے بہت سے خاندان عیسائی تھے، گھوڑے، اونٹ اور بکریاں پالنا اور کھجوروں کے باغ لگانا ان کا خاص پیشہ تھا، ان قبائل کے ناظم امور وہ مقامی لیڈر ہو کر تے جن کو حکومتِ حیرہ کا اعتماد حاصل ہوتا تھا، ان میں ایک مُنذر بن ساوی تھا، وہ بحرین کے ضلعِ ہجر میں رہتا اور ہجر کے آس پاس آباد قبیلہ عبد القیس پر اس کی حکومت تھی۔ سنہ ۶۳۰ء میں سولہ سالہ علاء بن حضرمی کو مُنذر اور ہجر کے گورنر کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا، مُنذر اور قبیلہ قیس مسلمان ہو گیا، ہجر کے فارسیوں، عیسائیوں اور یہودیوں نے نہایت ناگواری سے جزیرہ دینا منظور کر لیا۔ بحرین کی باقی بستیاں اور شہر غیر مسلم رہے۔ رسول اللہ کی وفات (سنہ ۶۳۲ء) کے چند دن بعد مُنذر کا انتقال ہو گیا، ان دونوں سالہ بحرین سے مراد جزائرِ بحرین نہیں جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے، بحرین کا اطلاق خلیج فارس کی آس ساحلی پٹی پر ہوتا تھا جو عراق کے ڈیلٹا سے موجودہ ریاست قطر کے جنوب مشرق تک پھیلی ہوئی تھی اس کے خاص شہر یہ تھے: ہجر، خط، بوانا (تینوں مشرق میں) قطیف (ساحلی شہر، جواب بھی موجود ہے) آرہ، بینونہ، زارا، سابور، دارین (جزیرہ) غابہ، مُشقر، معجم البلدان یا تو ۴۲/۲

کا مرناتھا کہ عرب اور غیر عرب سب نے بغاوت کی گھنٹی بجا دی، عبد القیس کے لیڈر چارود
کو رسول اللہ کی صحبت حاصل ہو چکی تھی، وہ مسلمان رہا، اس کی تلقین سے عبد القیس
نے پھر اسلام کی وفاداری کا عہد و پیمان کر لیا، باقی عرب اور غیر عرب سب نے مدینہ کا
اقتدار ختم کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ لیا، ایرانی حکومت نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور
بغاوت کی کمان ایک بڑے عرب لیڈر کو سونپ دی، ہجر میں رسول اللہ کے نمایندے
اُبان بن سعید بن عاص بغاوت کے سیاہ بادل اُٹھتے دیکھ کر مدینہ چلے آئے، ابو بکر صدیق
نے بے درنگ ایک چھوٹی فوج علاء بن حضرمی کو دے کر ہجر بھیجا، وہ قبیلہ عبد القیس
سے جو ہنوز وفادار تھا، جا ملے، یاغیوں کا ایک لیڈر حُطَمَ ثعلبی فوج لے کر آگیا، لڑائی
ہوئی جس میں سلمان مغلوب ہوئے اور عبد القیس کے ایک قلعہ جو اٹالیس محصور ہو کر رہا
کا انتظار کرنے لگے۔ ایک رات محاصرہ فوج شراب پی کر بدست ہو گئی، علاء نے موقع
پاکر شیخون کر دیا، دشمن کے بہت سے سپاہی مارے گئے، بہت سے بھاگ گئے، علاء
نے تعاقب کر کے انہیں بھی ٹھکانے لگا دیا۔

ہجر اور اس کے مضافات پر علاء کا قبضہ ہو گیا، لیکن بہت سے مقامی فارسی
نئی حکومت کے مخالف رہے، وہ اکثر یہ خبر پھیلا کر سلیک میں ہراس پیدا کرتے: بس
کوئی دم جاتا ہے کہ ہجر میں حکومت مدینہ کی بساط الٹ جائے گی، مفروق شیبانی اپنی
قوم، تغلب اور نیمہ کی فوجیں لئے چلا آ رہا ہے۔ ابو بکر صدیق کو یہ بات معلوم
ہوئی تو انہوں نے علاء کو لکھا :-

”اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ شیبان بن ثعلب (جس کا لیڈر
مفروق تھا) تم پر حملہ کرنے والے ہیں اور شورش پسند عناصر یہ خبر مشہور کئے جاتیں
تو ایک فوج بھیج کر بنو شیبان کو روند ڈالو، اور ان کے عقب والے قبائل کو ایسا
خوف زدہ کر دو کہ انہیں کبھی سر اُٹھانے کا حوصلہ نہ ہو۔“ (طبری ۳/۲۶۱)

۲۳- انس بن مالک کے نام

جس وقت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو ملک کے ایک بڑے حصہ پر بغاوت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی، باغیوں کی سرکوبی کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت تھی، بحرین کے کافی بڑے علاقہ پر اسلام کا اقتدار تھا، یہاں کے تاجر پیشہ فارسی، عیسائی اور یہودی چیز یہ گزارتھے اور عرب جن کا خاص ذریعہ معاش اونٹ اور بکریاں پالنا تھا، زکاۃ دیتے تھے، خلیفہ ہو کر ابوبکر صدیق نے حکومت کی آمدنی منضبط کرنے کے لئے جو قدم بڑھائے ان میں سے ایک یہ تھا کہ بحرین سے خراج وصول کرنے کے لئے انھوں نے انس بن مالک کو مقرر کیا، اور انھیں زکاۃ کا ایک مفصل شرح نامہ دیا، انس باشعور اور جو شیلے آدمی تھے، اس وقت ان کی عمر بیس ایکس سال سے زیادہ نہ تھی، ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ تھا کہ وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور پورے دس سال تک رسول اللہ کی خدمت کر چکے تھے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ زکاۃ سے متعلق ذیل کی تحریر ابوبکر صدیق نے ان کو چلتے وقت دی تھی اور بعض کی رائے ہے کہ ان کے بحرین پہنچنے کے بعد بھی لکھی :-

”ذیل میں زکاۃ اور اس کی شرح جو رسول اللہ نے مسلمانوں پر لگائی ہے اور جس کو لگانے کا خدا نے انھیں حکم دیا تھا بیان کی جاتی ہے، محصل زکاۃ اگر مقررہ حدود میں رہ کر مقررہ شرح سے زکاۃ وصول کرے تو صاحب نصاب دے دے اور اگر وہ مقررہ شرح سے زیادہ مانگے تو نہ دے، ہر پانچ اونٹوں پر چوبیس

تک ایک بکری زکاة ہے، پچیس سے پینتیس تک ایک بنت لبون،
 زکاة دینے والے کے پاس اگر بنت مخاض (مادرہ) نہ ہو تو ابن لبون
 (نر) دے سکتا ہے، چھتیس سے سینتالیس تک ایک بنت لبون
 زکاة میں دی جائے گی، چھیالیس سے ساٹھ تک ایک حَقّہ،
 اسیٹھ سے پچھتر تک ایک جذعہ، چھتر سے نوٹھ تک دو بنت
 لبون، اکیانوٹھ سے سا ایک سو بیس تک دو حَقّہ، ایک سو بیس
 کے بعد ہر چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون، اور ہر چالیس پر
 ایک حَقّہ، چار اونٹوں پر کوئی زکاة نہیں ہے، جب وہ تعداد
 میں پورے پانچ ہو جائیں گے تب ایک بکری لی جائے گی۔

جس پر ایک جذعہ واجب ہو لیکن اس کے پاس جذعہ کی
 بجائے حَقّہ ہو تو وہ حَقّہ کو مع دو بکریوں یا بیس درہم کے دے سکتا،
 جس پر حَقّہ واجب ہو لیکن اس کے پاس دو بنت لبون تو وہ
 بنت لبون کو دو بکریوں یا بیس درہم کے ساتھ دے سکتا ہے۔

جس پر بنت لبون واجب ہو لیکن اس کے پاس ہو حَقّہ تو
 وہ حَقّہ دے دے اور محصل زکاة سے دو بکریاں یا بیس درہم لے لے۔
 ہر چالیس بکریوں پر ایک بکری بطور زکاة لی جائے گی، ایک
 سو اکیس سے دو سو تک دو بکریاں، دو سو ایک سے تین سو تک

۱۔ دوسرے سال میں اونٹ کا بچہ۔

۲۔ تیسرے سال میں اونٹ کا بچہ۔

۳۔ چوتھے سال والی جوان اونٹنی۔

۴۔ پانچویں سال والی اونٹنی۔

تین بکریاں، تین شہو کے بعد ہر شہو پر ایک بکری۔
 زکاة میں بوڑھا یا عیب دار جانور نہ دیا جائے اور نہ محصل
 زکرا (جس کا عمل تلیقہ کے لئے زکاة گزار کے پاس رہنا ضروری
 ہے) لینے پر اصرار کرے، الا یہ کہ زکاة گزار اپنی خوشی سے اسے
 دینا چاہے۔

چالیس شہ سے اگر ایک بکری بھی کم ہوگی تو زکاة نہیں لی جائے
 گی، لیکن اگر کوئی اپنی خوشی سے چالیس شہ سے کم پر زکاة دینا چاہے
 تو دے سکتا ہے۔

دو سو درہم یا پانچ آؤنس (اوقیہ) چاندی پر ڈھائی فیصد
 زکاة ہے، اس سے کم پر زکاة نہیں ہے، لیکن اگر کوئی اپنی
 خوشی سے کم پر بھی دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ (سنن کبریٰ
 بیہقی، حیدرآباد، ہند ۴/۸۵ و صحیح بخاری، مصر ۱/۱۰۶۔
 ۱۱۰، دکنز العمال ۳/۳۰۱ و مجموع نووی مصر ۵/۳۳۸
 کچھ حصہ)

۴۔ بغاوتِ عثمان

۲۴۔ عمرو بن عاصؓ کے نام

یہ خط ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں بیان کیا ہے۔ اس کا سیاق سبق انوکھا ہے خط اور سیاق سبق دونوں عمرو کی زبانی سنئے: مجھے رسول اللہؐ نے عمان کا والی بنا کر بھیجا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مقامی پادری اور راہب میرے پاس آئے اور پوچھا: ”تم کون ہو؟“ میں نے کہا: میرا نام عمرو بن عاصؓ ہے، قبیلہ قریش کا ایک فرد ہوں۔ پادری: تمہیں کس نے بھیجا ہے؟“ میں نے کہا: رسول اللہؐ نے۔ پادری: رسول اللہؐ کون؟ میں نے جواب دیا: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلبؐ، وہ ہماری قوم کے ایک ممتاز فرد ہیں، ہم ان کے حسب نسب سے واقف ہیں، انہوں نے ہم کو عمدہ سیرت پر چلنے کی تاکید کی ہے اور بری سیرت سے روکا ہے، اس کے علاوہ ہم کو حکم ہے کہ بس ایک فدا کی پرستش کریں۔ پادریوں نے اپنا ایک نمائندہ مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اس نے پوچھا: اس نبیؐ کی کوئی علامت نبوت ہے؟“ میں نے کہا: ہاں، دونوں کندھوں کے بیچ گوشت کی ایک ٹکیا جس کو خاتم نبوت کہتے ہیں۔“ نمائندہ: ”کیا وہ خیر خیرات قبول کر لیتا ہے؟“ میں نے کہا: نہیں۔“ نمائندہ: ”اور تحفہ؟“ میں نے کہا: ہاں تحفہ قبول کر لیتا ہے۔“ نمائندہ: ”اس کی جب قوم سے جنگ ہوتی ہے تو کون جیتتا ہے؟“ میں نے کہا: کبھی وہ اور کبھی قوم۔“ اس گفتگو کے بعد نمائندہ اور اہل عمان مسلمان ہو گئے۔ پھر نمائندہ نے کہا: بخدا اگر تمہاری سب باتیں سچی ہیں تو آج رات اس کا انتقال ہو گیا۔۔۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک سوار نے اونٹ بٹھایا اور عمرو بن عاصؓ کو پہنچنے لگا۔ میں گھبرایا ہوا اس کے پاس گیا۔ اس نے ایک خط دیا جس کا عنوان تھا: خلیفہ رسول اللہؐ ابوبکرؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ کے نام۔ خط لے کر کمرہ میں گیا اور مہر لڑ کر دیکھا تو لکھا تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ کو سلام عنیک، دامنخ ہو کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو جب چاہا مبعوث کیا، اور جتنا چاہا زندہ رکھا، اور جب چاہا اٹھا لیا۔ اس نے اپنی بھی کتاب میں فرمایا ہے: (اے نبیؐ) تم مرو گے اور وہ سب بھی مرے گے۔ اِنَّا كُنَّيْتُ قَوْلَهُمْ مِّثْنُونَ (مدینہ کے) مسلمانوں نے اس قوم کی قیادت میرے ارادہ اور خواہش کے علی الرغم میرے سپرد کر دی ہے۔ میں خدا سے مدد اور توفیق کا طالب ہوں۔ جب میرا خط پہنچے تو جس رسی (شتر بند) کو رسول اللہؐ نے باندھا ہو اس کو ہرگز مت کھولنا اور جس کو انھوں نے کھولا ہو اسے ہرگز مت باندھنا، والسلام (یعنی رسول اللہؐ کے حسب ہدایت زکاة کے اونٹ وصول کرنا)۔ تاریخ دمشق، ماہر و فلم ۱۶ ماخوذ از مخطوط جز ۱۳، کتب خانہ ظاہریہ دمشق (معہ احیاء المخطوطات العربیہ جامعۃ دُول العربیہ، قاہرہ)۔

مذکورہ بالا سیاق سابق کے انوکھے پن کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مشہور و مستند تاریخوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں، اس کے علاوہ اور اسباب بھی ہیں۔ مثلاً اس میں اُس مراسلہ کا کوئی ذکر نہیں، جو رسول اللہؐ نے عمان کے دو حکماء بھائیوں جعفر اور عبید کو عمروؓ کے ہاتھ بھیجا تھا، مثلاً اس میں ہے کہ اہل عمان مسلمان ہو گئے، تاریخ کہتی ہے کہ اہل عمان دُور طبقوں پر مشتمل تھے ایک فارسی جو شہروں میں تجارت کرتے اور وہاں چھاتے ہوئے تھے، اور دوسرے اُردی وغیرہ اُردی عرب جو باقی عمان میں پھیلے ہوئے تھے۔ مسلمان صرف عرب ہوئے، فارسیوں نے خزیہ دینے پر اکتفاء کیا، مثلاً اس میں ہے کہ اہل عمان کے اسلام کے بعد ”نمائندہ“ نے کہا کہ اگر تمھاری باتیں سچی ہیں تو نبیؐ کا آج رات انتقال ہو گیا، عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے فوراً ہی بعد ”نمائندہ“ نے یہ پیش گوئی کی جو صحیح نکلی، تاریخ کی شہادت اس کے خلاف ہے عمروؓ کے آخر میں عمان کے دلی (مختل زکاة اور صلح و جنگ کے متولی)

مقرر ہوئے اور رسول اللہ کا انتقال صفر یا ربیع الاول سال ۱۱ھ میں ہوا، یعنی ان کے عمان پہنچنے کے کم از کم ایک سال بعد عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہنچنے کے چند ہی دن بعد انتقال ہو گیا، بہت ممکن ہے سیاق سیاق کا بیشتر حصہ صحیح ہو اور جو باتیں ہم کو تاریخ سے غیر مربوط نظر آتی ہیں ان کی دھندلاہٹ کا نقص اور فروگزاشت ہو، یعنی راوی کچھ ضروری باتیں بیان کرنا بھول گئے ہوں اور کچھ باتیں بے ناپے تولے کہ گئے ہوں۔ اب سنئے ہمارے مورخوں نے عمرو کے تقریر کا حال کس طرح بیان کیا ہے :-

- ۱۔ واقدی۔ طبری ۱۳۹/۳ (پہلا ڈیشن مصر) :- سنہ ۱۱ھ میں رسول اللہ نے عمرو بن عاصؓ کو جحیفہ اور عمرو (عباد کی جگہ جو زیادہ مشہور ہے) جلندی اُزدی کے دو بیٹوں کے پاس (جو عمان کے حاکم تھے) محصل زکاة بنا کر بھیجا۔ دونوں نے عمرو کو زکاة وصول کرنے دی۔ مالدار غمانیوں سے عمرو زکاة لیتے اور غریب غمانیوں میں تقسیم کر دیتے۔ وہاں کے فارسیوں سے انھوں نے خیر وصول کیا، یہ فارسی شہروں میں رہتے تھے اور عرب شہروں کے اُس پاس آباد تھے۔
- ۲۔ فتوح البلدان بلاذری (ڈیشن ۱۳۱۱ء مصر) ص ۸۳ :- عمان پر قبائل ازیکا غلبہ تھا، ان کے علاوہ صحراؤں میں بہت سے بدوقیلے بھی آباد تھے۔ سنہ ۱۱ھ میں رسول اللہ نے ابو زید انصاری (جو ان صحابہ میں تھے جنہوں نے رسول اللہ کے عہد میں قرآن جمع کیا تھا) اور عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ عبیدہ اور جحیفہ جلندی کے دو بیٹوں کے پاس مراسلہ بھیجا جس میں انھیں اسلام لانے کی دعوت دی تھی۔ رسول اللہ نے ان سے فرمادیا تھا: اگر اہل عمان کلمہ شہادت پڑھیں اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا دم بھریں، تو عمرو محصل زکاة اور متولی صلح و جنگ ہوں گے اور ابو زید امام نماز، اسلام کے منقذ اور تعلیم قرآن کے انچارج، جب ابو زید انصاری اور عمرو بن عاصؓ عمان پہنچے تو عبیدہ اور جحیفہ عمان کے ساحلی شہر صحار میں تھے۔ ابو زید اور عمرو رسول اللہ کا مراسلہ لے کر ان کے پاس گئے۔ وہ دونوں اسلام لے آئے، اور جو عرب وہاں تھے ان کو اسلام کی دعوت دی، وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ابو زید اور عمرو رسول اللہ کی وفات تک عمان میں رہے اور ایک خبر یہ ہے کہ ابو زید وفات رسول سے پہلے لوٹ آئے تھے۔

۲۵۔ عکرمہ بن ابی جہل کے نام

یہ خط اعثم کو فی کی فتوح سے ماخوذ ہے اور متاخرین میں اس کو ناسخ التواریخ کے مولف نے نقل کیا ہے، ناسخ کا مرجع بھی اعثم معلوم ہوتا ہے۔ اعثم نے خط کا سیاق سیاق اس طرح بیان کیا ہے کہ جب عکرمہؓ کو ابو بکر صدیقؓ کا خط موصول ہوا، تو وہ دو ہزار سوار لے کر زیاد بن ابی مرثد کے لئے مسکن موت روانہ ہوئے، راستہ کے مسلمان دیہاتوں سے جوان بھرتی کرتے گئے، سرحدین میں داخل ہو کر صنعاء پہنچے جہاں اسود غنسی کی چند ماہی حکومت کے ابو بکر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا، یہاں ایک اچھی جمعیت ان کی فوج میں داخل ہو گئی، صنعاء سے رخصت ہو کر یمن کے قدیم شہر نابہ پہنچے، وہاں دم لے رہے تھے، اور بھرتی کا کام بھی جاری تھا کہ عمان کے پایہ تخت دبا کے رئیسوں کو معلوم ہوا کہ عکرمہؓ بنو کنندہ کی خبر لینے اور زیاد کی مدد کرنے جا رہے ہیں، ان کو یہ بات ناگوار ہوئی، اعثم نے ناگواری کی کوئی وجہ نہیں بتائی، ممکن ہے ان رئیسوں کا بنو کنندہ کے سرداروں سے کوئی معاہدہ ہوا ہو، انھوں نے کہا: ہم عکرمہؓ کی وہ تواضع کرتے ہیں کہ بنو کنندہ کو بھول جائیں گے۔ وہ باغی ہو گئے، دبا میں اُس وقت خلافت کی طرف سے حذیفہ بن عمرو (حذیفہ بن محسن۔ طبری ۲۶۳/۳، حذیفہ بن یمان آزدی۔ اکتفا ص ۲۶۷) محض صدقات تھے، مگر اعثم نے تصریح نہیں کی پر دوسرے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ حذیفہ ان عربوں کے ساتھ جو اسلام پر قائم رہے، عمان میں کسی محفوظ جگہ روپوش ہو گئے، انھوں نے مرکز کو دبا کی بغاوت سے مطلع کیا، ابو بکر صدیقؓ نے ذیل کا فرمان عکرمہؓ کو بھیجا:-

”واضح ہو کہ اہل دبا نے بغاوت کر دی ہے، زیادؓ کے پاس جانے

سے پہلے تم ان کی اچھی طرح خبر لو، ان کی گوشمالی کرنے میں ہر آلتا ہی نہ

نہ کرنا، جب تم کو فتح نصیب ہو تو اہل دُبا کے بیڑیاں ڈال کر میرے پاس بھیجنا، اور خود زیاد بن لبید کی مدد کو چلے جانا، جو کل فوج کے لیڈر رہیں گے، اُن کے صلاح مشورہ سے سرکشوں کو سزا دینا، اور اس کام میں پوری کوشش اور ہمت سے کام لینا، امید ہے خدا تعالیٰ تم کو حضور موت پر فتح عطا کرے گا، اور بغاوت کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔“ (فتوح اعظم کو فی ص ۱۴)

اِکتفا کے راویوں نے جن کا نام نہیں لیا گیا تصریح کی ہے کہ جس وقت عُمان میں بغاوت کی آندھ صی ہلی اور دُبا کے عامل حذیفہ نے مرکز کو اس کی اطلاع دی تو عکرمہ تہالہ بن مہم تھے، یہی کہ سے ایک سو ساٹھ عرب میل (تقریباً دو سو چالیس انگریزی میل) جنوب میں اُس سرک پر واقع تھی جو یمن کے متعدد شہروں کو ملاتی ہوئی عدن جاتی تھی، مکہ سے تہالہ پہنچنے میں آٹھ دن لگتے تھے طائف سے چھ دن اور یمن کے شہر ہبشہ سے ایک دن (معجم البلدان مصر یا قوت ۲/۲۵۷) رسول اللہ نے ان کو بنو عامر بن صعصعہ کے زیریں قبیلوں کا محفل زکاۃ مقرر کیا تھا، رسول اللہ کی وفات پر جب دہلی کی فضا خراب ہوئی تو عکرمہ اسلام پر ثابت قدم عربوں کو ساتھ لے کر تہالہ آگئے، وہاں خلیفہ کی ہدایات کے منتظر تھے کہ ان کو اہل دُبا یعنی عُمان کی بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا گیا اور وہ دو ہزار فوج لے کر اس ہم پر روانہ ہوئے اِکتفا کے راویوں نے ایک اور اہم تصریح کی ہے اور وہ یہ کہ ابو بکر صدیق کی اہل رِوڈہ کے خلاف یہ پہلی ہم تھی جو عکرمہ کی سرکردگی میں روانہ ہوئی تھی۔ (اِکتفا ص ۲۶۶) اعظم کے مذکورہ بالا خط اور اس کے پس منظر سے قاری کے دل میں کئی اچھٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً خط کے مقدمہ میں کہا گیا ہے کہ دُبا کے رئیسوں نے کہا تھا ہم عکرمہ کی ایسی خبریں گے کہ وہ بنو کنندہ اور ان سے

جنگ کا خیال تک بھول جائیں گے، اس دھمکی کے بموجب ان کو عکرمہ کے
خلاف کارروائی کرنی چاہئے تھی، لیکن انہوں نے عکرمہ کے خلاف کارروائی نہیں
کی بلکہ اسلامی حکومت سے باغی ہو گئے۔

۵۔ بغاوت حضرموت وکنده

۲۶۔ زیاد بن لبید انصاری کے نام

یہ خط اکتفاء سے ماخوذ ہے، عربی و فارسی کی دوسری پیش نظر کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ہے، البتہ یاقوت نے اپنی معجم البلدان اور بلاذری نے اپنی فتوح میں بعض شیوخ یمن کی سند پر تصریح کی ہے کہ ابو بکر صدیق نے خلیفہ ہو کر، حضرموت کے عامل (محصل زکاۃ) کو مراسلہ بھیجا تھا جس میں رسول اللہ کی وفات کی خبر دی تھی اور زیاد کو ہدایت کی تھی کہ حضرموت کے قبائل (رحمیر اور بنو کندہ) سے ان کے لئے بیعت لیں (معجم البلدان مصر ۳/ ۲۹۲ و فتوح البلدان، مصر، ص ۱۰۹) بالفاظ دیگر معجم یاقوت اور فتوح بلاذری میں صرف خط کے مضمون کی طرف اشارہ ہے، اکتفاء نے خط کا متن بھی دیا ہے اور ان الفاظ میں اس کا سیاق و سباق بیان کیا ہے: ”جب قبائل کندہ کا وفد ان کے مشرف باسلام ہونے کی خبر دینے رسول اللہ کے پاس آیا راستہ میں (تو انھوں نے زیاد بن لبید انصاری بیاضی کو بنو کندہ پر عامل مقرر کیا، اور ان کو وفد کے ساتھ بھیج دیا، جب تک رسول اللہ زندہ رہے، زیاد بنو کندہ کی بستیوں سے زکاۃ وصول کرتے رہے، وہ سخت گیر حاکم تھے، جب رسول اللہ کا انتقال ہو گیا اور ابو بکر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ابو ہندلولی بنی بیاضہ کے ہاتھ زیاد کو یہ مراسلہ بھیجا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ رسول اللہ کے خلیفہ ابو بکر کی طرف سے

زیاد بن لبید کو سلام علیک، میں اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس

لئے دیکھئے نقشہ مقابل ص ۱

کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں، واضح ہو کہ نبی کا انتقال ہو گیا، فَإِنَّا لِلّٰهِ دَانَا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس علم کے ساتھ کہ ہر کام کی سربراہ کاری خدا کی توفیق اور مدد پر منحصر ہے، تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ کمر ہمت باندھ کر اپنے شایان شان کام کرو کھاؤ۔ اور تمہاری عملداری میں جو لوگ ہوں اُن سے (میرے لئے) بیعت لے لو جو بیعت سے انکار کرے تلوار سے اس کی خبر لو، اور مطیع کی مدد سے نافرمان کا مقابلہ کرو، اس میں مطلق شبہ نہیں کہ اللہ اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کرے گا مشرکوں کو چاہے یہ بات کتنی ہی ناپسند ہو۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ مُّظْہِرُوْنَ دِیْنِہٖ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ قرآن کریم (اکتفا)

(ص ۲۶۹)

۲۷۔ اشعث بن قیس اور کندی عربوں کے نام

پیش نظر کتابوں میں حضرموت کے قبائل کندہ، بقیع، سبا اور احواز کے نام کا سب سے زیادہ مربوط و مسلسل ذکر اعثم کوفی کی فتوح اور محمد تقی کی تاریخ التواریخ میں ملتا ہے۔ اشعث حضرموت کے ان قدیم بادشاہوں کی اولاد سے تھے جن کا اقتدار کسی زمانہ میں یمن اور حجاز تک پھیلا ہوا تھا، پے در پے انقلابوں سے ان کی حکومت سکڑتی گئی، حتیٰ کہ ظہور اسلام کے وقت اس کا دائرہ بہت سے چھوٹے بڑے کندی قبائل تک محدود ہو کر رہ گیا تھا ہمدانی نے صفحہ جزیرۃ العرب میں لکھا ہے (ص ۸۸) کہ اسلام سے بہت پہلے جب کندہ کے قبیلہ بحرین، اور مُشَقَر سے جلا وطن ہو کر حضرت میں آباد ہوئے تو اُن کی تعداد تیس ہزار سے اوپر تھی، ردہ کے وقت یقیناً ان کی آبادی اس سے بہت زیادہ ہو گئی۔ کندہ کے قبیلوں کے الگ الگ مقامی سردار تھے

جن کا سلسلہ نسب گذرے ہوئے کندی بادشاہوں سے ملتا تھا، اشعث کو ان سب پر تفوق حاصل تھا، ان کا دائرہ نفوذ سب سے زیادہ وسیع تھا، مغربی حضرموت میں بہت سی پہاڑی وادیاں، گاؤں اور قصبے تھے جہاں کندہ کے قبیلے آباد تھے، یہاں کھجور کی فراوانی تھی، گنا اور بعض غلوں کی کاشت ہوتی تھی اور چارہ کی بھی کمی نہ تھی۔ اہم مقامات پر قلعے بنائے گئے تھے، ان میں بعض پہاڑوں پر تھے، اور بعض محفوظ وادیوں میں۔ رسول اللہ کی دعوت پر اشعث اور کندی قبائل مسلمان ہوئے اور یہاں کہ آپ نے اوپر پڑھا، رسول اللہ نے زیاد بن لبید انصاری کو قبائل کندہ میں اپنا نمائندہ اور محضل نہ کاۃ بنا کر بھیجا تھا، زیاد سخت گیر حاکم تھے، ان کی سخت گیری کا ایک واقعہ ہمارے مورخوں نے بیان بھی کیا ہے۔ اس واقعہ سے سارے حضرموت میں شورش پیدا ہو گئی اور اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچا۔ بہتر خبرابی اور خوں ریزی حالات قابو میں آئے مگر آپ ابھی پڑھیں گے۔ ابو بکر صدیق کا مذکورہ بالا خط باکر جب زیاد نے قبائل کندہ سے نئے خلیفہ کی بیعت کو کہا تو ان کے بڑے سردار اشعث بن قیس کو متذبذب پایا، اشعث نے کہا جب سب عرب قبیلے ابو بکر کو خلیفہ مان لیں گے تب میں اور میرے قبیلے بھی ایسا کریں گے، ان کو یہ باور کرنے میں سخت تامل تھا کہ نبوہم ایک عمری کی خلافت تسلیم کر لیں گے۔ ابو بکر صدیق کا تعلق قبیلہ مرہ سے تھا جس کو عربوں کی اجتماعی یا سیاسی زندگی میں کوئی خاص امتیاز حاصل نہ تھا۔ چوں کہ اشعث کے خاندان میں حکومت موروثی رہی تھی اس لئے ان کا اعتقاد تھا کہ خلافت کو بھی موروثی ہونا چاہیئے اور اس اعتقاد کے بموجب وہ چاہتے تھے کہ خلیفہ ابو بکر کو نہیں بلکہ رسول اللہ کے کسی قریبی عزیز کو ہونا چاہیئے۔ اشعث کی رائے یہ تھی، لیکن ان کے چچا زاد بھائی امراً القیس بن عباس کی جو خود ایک ذی اثر کندی سردار تھے، رائے تھی کہ ابو بکر صدیق کی خلافت کو تسلیم کیا جائے اور جو فیصلہ مدینہ کے ارباب دانش نے

کیا ہے اس کا احترام کیا جائے، انھوں نے اشعث کو سمجھایا بھجایا پروہ نہ مانے اور کہا: محمدؐ کا انتقال ہو چکا عربوں نے اپنے آبائی بتوں کو پوجنا شروع کر دیا، ہم یہاں عربوں سے بالکل الگ تھلگ ہیں، اللہ کے لشکر کی ہم تک رسائی نہیں ہوگی۔ ابن عباسؓ نے ان باتوں کی نہایت معقول تردید کی، لیکن اشعث اپنے موقف سے نہیں ہٹے۔ قابلِ کُندہ میں دو گروہ ہو گئے، ایک اشعث کا ہم خیال اور دوسرا ابن عباسؓ کا، بایں ہمہ اسلام کی کھلی مخالفت کسی نے نہیں کی۔ کچھ دن بعد زیاد بن لبید نے زکاة وصول کرنے کی ہم شروع کی، زکاة زیادہ تراوٹوں کی شکل میں دی جاتی تھی، زیاد اپنے حملے کے ساتھ گاؤں گاؤں جاتے اور زکاة وصول کرتے، کہیں نرمی سے کام چل جاتا، کہیں ترشی دہنٹی استعمال کرنا پڑتی۔ ایک دن کی بات ہے کہ زیاد کے حملے نے کسی کندی جو ان کا ایک اونٹ جس پر وہ جو ان شیفۃ تھا دعوا کر سرکاری گلہ میں داخل کر دیا۔ جو ان نے کہا یہ اونٹ مجھے بہت عزیز ہے، اس کو واپس کر دو، میں دوسرا دے دوں گا، زیاد نے کہا اونٹ نہیں واپس ہوگا، اس پر سرکاری جہر لگ چکی ہے، جو ان نے جا کر اپنے قبیلہ کے سردار سے شکایت کی اور اس کو سفارش کرنے زیاد کے پاس لایا، زیاد نے سفارش نہیں مانی، سردار کو زیاد کی سختی بہت ناگوار ہوئی، وہ غصہ میں بھر کر سرکاری گلہ میں گس گیا اور جو ان سے کہا اپنا اونٹ کھول لو، اگر کوئی تمہیں روکے گا تو اس تلوار سے اس کا سر پر غور نالوں گا، جب تک رسول اللہؐ زندہ تھے، اُن کے فرمان کی تعمیل میں زیاد کے تابع دار رہے، اب اگر رسول اللہؐ کے خاندان کا کوئی شخص غلیفہ ہوگا تو اس کی بھی تابعداری کریں گے، ابو قحافہ کے بڑے کا ہم پر حکم نہیں چل سکتا۔ اس موصوعہ پر اس نے کچھ شعر بھی موزوں کئے اور زیادؓ کو بھیجے۔ اُعثم کے راوی کہتے ہیں کہ ان اشعار کا زیاد پر بہت برا اثر ہوا، انھوں نے محسوس کیا کہ اُن کا اشعث کی عمل داری میں رہنا سخت خطرناک ہے، چنانچہ انھوں نے زکاة کے اونٹ لئے اور اپنی چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ

مدینہ کی راہ لی۔ دو منزل چل کر انھوں نے چند شعر بھجے جس میں بنو کندہ کو عبرت ناک سزا دینے کی دھمکی تھی، ان اشعار کا جب چرچا ہوا تو کندی قبائل میں اشتعال کی لہر دوڑ گئی، اشعث اور دوسرے لیڈروں نے احتجاجی تقریریں کیں جن کا ماحصل یہ تھا کہ ابو بکر صدیق کی خلافت سے بددلی بڑھ گئی، اور قبیلے دفاعی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ زیاد نے فوجی کم زوری کے پیش نظر اپنا مرکز چھوڑا تھا اور یہ بنو کندہ کے اس علاقہ میں تھا جہاں اشعث کی ریاست تھی، انھوں نے زکاة کے ادنیٰ مدینہ روانہ کئے اور خود اس عزم سے رک گئے کہ اگر اس پاس کے قبیلوں نے ان کی مدد کی تو وہ ان کو ساتھ لے کر اپنے مرکز لوٹ جائیں گے اور حالات کا مقابلہ کریں گے، چنانچہ وہ کندہ کی شاخ بنو ذہل کے پاس پہنچے، اور ان سے اشعث کی شکایت کی، لیکن یہ لوگ اشعث کے ہم خیال نکلے، زیاد کی مطلق مدد نہ کی، اور ان کو نکال دیا، زیاد نے اب کندہ کی ایک دوسری شاخ سے رجوع کیا، اور ان کو ابو بکر صدیق کی بیعت کی دعوت دی، پر وہاں بھی ناکامی ہوئی، یہی نہیں بلکہ وہ کندہ کی جس جس شاخ میں گئے ان کو بابوس ہونا پڑا، مجبور ہو کر وہ مدینہ چلے گئے اور خلیفہ سے سب حالات بیان کئے۔ ابو بکر صدیق کو تفصیلاً سن کر بڑا اظہار ہوا، انھوں نے چار ہزار فوج زیاد کے ساتھ لے کر بنو کندہ کے مکشوں کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ اس لشکر جبار کی خبر بنو کندہ کو ہوئی تو وہ گھبرا گئے، اشعث کی ریاست میں روز جلسے اور تقریریں ہونے لگیں، سمجھ دار لوگ اطاعت اور ترک مخالفت کی رائے دیتے اور شرعی طبیعتیں نرم دلی، خود اشعث کا رجحان اطاعت کی طرف تھا۔ زیاد نے غیر معمولی جوش سے گوش مالی کی مہم شروع کر دی، جو کندی گاؤں بیعت یا اطاعت سے انکار کرتا یا تردد ظاہر کرتا، ان سے لڑتے اور ان کی عورتوں، بچوں کو غلام بنا لیتے، اور گاؤں لوٹ لیتے، کندہ کے متعدد درو راقتادہ قبائل کو جن کے نام اعم کی فتوح میں مذکور ہیں، عبرت ناک سزائیں دیں، زیاد اشعث کی ریاست میں داخل

ہو گئے، اشعث ان کثوں قبائل کی تباہی پر غار کھائے پیٹھے تھے جن کو زیاد تباہ کر کے آئے تھے، اب مصیبت خود ان کے سر پر آن پڑی، انھوں نے جنگی تیاری شروع کر دی اور جتنے کندی سرداران کے ہم خیال تھے ز اور ان کی تعداد اس وقت زیادہ نہ تھی، وہ حسب استطاعت فوج لے کر آگئے، اشعث کے پاس ایک ہزار سوار جمع ہو گئے۔ زیاد کی جمعیت چار ہزار سے زیادہ تھی، دو بڑے کندی قبیلے سکابک اور حجون زیاد کی خون باز تلوار سے ڈر کر تسلیم خم کر چکے تھے اور ان کے پانچ سو جوان اسلحہ فوج میں حاضر تھے۔ حضرت موت کے تریم نامی شہر میں زیاد کا اشعث سے مقابلہ ہوا، اشعث کی چھوٹی سی فوج میں ایسا سچا جوش تھا، اور خود اشعث نے ایسی لیاقت سے قیادت کی، زیاد کی فوج کے پچھلے چھڑا دئے، تین سو سہا ان شہید ہوئے باقی بھاگ گئے اور تریم کے نزدیک ایک قلعہ میں پناہ لی، مسلمانوں کے کیمپ میں جو ساءان اور غلام تھے اشعث نے ان پر قبضہ کر لیا اور ان قبائل کو واپس کر دیا جہاں سے سلمان لوٹا گیا تھا اور غلام پکڑے گئے تھے، اشعث نے قلعہ کو آتے جانے والے سارے راستوں پر کڑا پہرہ بٹھا دیا، زیاد کے آدمی اور جانیر بھوکوں مرنے لگے، بہتر مشکل زیاد نے ہمار جن اُمیہ کو (جو اس وقت صنعاء یا مارب کے آس پاس تھے) خط بھیجا جس میں فوراً مدد طلب کی گئی تھی۔ ہمار دھاوے مارتے آئے، اشعث نے

لہ فترح اعمش اور ناسخ التوارخ دونوں نے تریم لکھا ہے۔ جغرافیہ کی کتابوں میں حضرت موت یا مین میں اس نام کے کسی شہر یا قصبہ کا ذکر نہیں ہے۔ غالباً تریم کی بجگرمی ہدیہی شکل ہے حضرت موت کے دو صدر مقام تھے، ایک تریم اور دوسرا شام، یہ دونوں شہر اب تک موجود ہیں۔ دیکھئے معجم یا قوت مصر ص ۳۸۵ اور ۳/۲۹۳، نیز اصطخری ص ۱۴، دور جدید کا مغربی سیاح حضرت موت کو اس طرح بیان کرتا ہے: حضرت ایک پہاڑی علاقہ ہے جس کو ایک بڑی وادی مغرب سے مشرق کی طرف چیرتی ہوئی جاتی ہے اور پھر جنوب کی طرف مڑ کر ساحل سے مل جاتی ہے۔ اس بڑی وادی سے بہت سی چوٹی وادیاں بھونتی ہیں پیسے نئے سے شاخیں، تریم اس بڑی وادی کے بائیں کنارہ حضرت موت کے شمال میں واقع تھا اور اب تک موجود ہے۔۔۔ اقتباس از مقالہ جے ٹرانسز، ڈاکٹر تریم انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۶۷۱ مقالہ جے ٹرانسز ڈاکٹر حضرت موت انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۲۰۷

ان سے کچھ تعرض نہ کیا اور اپنی فوج دور ہٹا کر ہاجر کو قلعہ میں داخل ہونے دیا۔ اس کے بعد پھر محاصرہ کر لیا۔ اشعث کے سفیر سارے حضر موت میں دور رس کر تے اور کندیوں کو جنگ میں شرکت کی دعوت دیتے، چند ہفتوں میں اشعث کے پاس کافی رسد آگئی جس کا بڑا حصہ ارقم، بنو مجر، بنو عمرو اور بنو ہند کے جوانوں پر مشتمل تھا، مدینہ سے لوٹ کر ان قبیلوں پر زیادہ نے سخت مار لگائی تھی، محصور مسلمان بڑی ضیق میں تھے، نہ جلے رفتن نہ پائے ماندن۔ غذائی صورت حال سخت نازک تھی، باہر نکلتا تو باہی کو دعوت دینا تھا، ہزار تدبیریں سے زیادہ نے ابو بکر صدیق کو کیفیت الحال سے مطلع کیا۔ شاید خلیفہ نے اس وقت محسوس کیا کہ قبائل کندہ کے معاملہ میں اتنی سخت گیری نامناسب تھی جتنی کی گئی، تدبیر سے ان کی تمکنت پر فتح پائی جاسکتی تھی، چنانچہ انھوں نے اشعث اور ان کے ہم خیال دوسرے کندی سرداروں کے نام ایک مراسلہ بھیجا جس میں تالیف قلب کی پوری کوشش کی گئی تھی، اعثم نے فتوح میں لکھا ہے کہ یہ مراسلہ ان الفاظ پر ختم ہوتا تھا:

”میں تمھیں اسلام پر ثابت قدم رہنے کی نصیحت کرتا ہوں، دشمن دین شیطان کے دھوکہ میں نہ آؤ، اگر تمھارے انحراف کا سبب زیادہ کا (سخت) طرز عمل ہو تو میں ان کو معزول کر کے تم پر ایسا عامل مقرر کروں گا جو تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا۔ میں نے اپنے ایچی سے کہہ دیا ہے کہ اگر وہ تمھیں اطاعت و فرماں برداری کے لئے تیار ہے تو زیادہ کو میرے پاس بھیج دے، تم اپنے کئے پر نادم ہو اور توبہ کرو کہ آئندہ ایسے کام نہیں کرو گے“ (فتوح اعثم ص ۱۳)

اس عبارت کو نسخ التواریخ نے کل خط قرار دیا ہے، جزو نہیں، جیسا کہ اعثم کی فتوح میں ہے۔ طبری، اکتفاء، فتوح البلدان، الأخبار الطوال وغیرہ

دوسری قدیم تاریخوں میں نہ تو یہ خط نقل ہوا ہے اور نہ کندہ کی بغاوت کا حال اس تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۸۔ عکرمہ بن ابی حبل کے نام

مذکورہ بالا خط پڑھ کر اشعث نے ایچی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ہم نے ابو قحافہ کے لڑکے کو خلیفہ ماننے میں ذرا دیر کی تو ہمیں کافر سمجھ لیا اور زیاد بن لبید کو حکم دیا کہ میرے چچا زاد بھائیوں (یعنی دوسرے کندی رئیسوں کو) جو مسلمان ہیں کفر کی تہمت میں گردن مار دے۔ ایچی نے جس کا نام ناسخ التواریخ میں مسلم بن عبداللہ بتایا گیا ہے، اشعث کی تردید کرتے ہوئے کہا: جب مہاجر و انصار نے باتفاق رائے ابو بکر کو خلیفہ مان لیا اور پھر بھی تمہارے چچا زاد بھائیوں نے اُن کو خلیفہ نہیں مانا، تو بلاشبہ وہ کافر ہو گئے۔ ابھی مسلم نے بات ختم بھی نہ کی تھی کہ بنو مڑہ (کندی قبیلہ) کے ایک جوان نے جو اشعث کا چچا زاد بھائی تھا، طیش میں آکر ایچی کے ایسی تلوار ماری کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔ اشعث نے اس شخص کو شاباشی دی اور کہا تم نے بہت اچھا جواب دیا۔ یہ فعل بہت سے دوسرے کندی لیڈروں کو سخت ناگوار ہوا۔ ابو بکر صدیق کے خط نے صلح کا دروازہ کھول دیا تھا جس کے وہ دل سے خواہاں تھے، ایچی کے قتل نے اس کو پھر بند کر دیا۔ کئی لیڈروں نے کھڑے ہو کر اشعث کے طرز عمل اور ایچی کے قتل کی سخت مذمت کی اور اپنے اپنے ماتحت قبیلوں کے ساتھ اشعث سے الگ ہو گئے۔ اشعث کے پاس صرف دو ہزار جوان رہ گئے جو ان کے خاندانی لوگ تھے۔ اپنے حریف کو کمزور پا کر مہاجر بن امیہ تریم کے قلعہ سے باہر نکلے اور رقان نامی دریا کے کنارے اشعث سے رزم آرا ہوئے۔

لے ہمارے جغرافیہ نویس حضرت میں اس نام کا کوئی دریا نہیں بتاتے، شاید رقان کسی اور لفظ کی نسخ کی ہوئی شکل ہے۔

فوج، اس کے دم خم اور سامان کی خبروں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیے۔ سالاروں نے صورتِ حال کا جائزہ لیا اور طے ہوا کہ الگ الگ محاذوں پر لڑنا مصلحت کے خلاف ہے، سب کو متحدہ مقابلہ کرنا چاہیے، یہ تجویز عمر بن عاص نے پیش کی تھی، مرکز سے بھی مشورہ کیا گیا، خلیفہ نے قرار داد کی تائید کرتے ہوئے یہ حوصلہ انگیز مراسلہ بھیجا:-

”آپ سب جمع ہو کر ایک لشکر ہو جائیے اور مشرکوں کی بُری فوجوں کا مقابلہ اپنی متحدہ فوج سے کیجئے۔ آپ خدا کے جاں نثار ہیں، خدا اپنے جاں نثاروں کی مدد کرتا ہے اور اپنے باغیوں کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے، دس ہزار فوجوں کی دس ہزار یا زیادہ سے ہارنے کی وجہ ان کی بد اعمالی ہوتی ہے، لہذا بد اعمالی سے بچتے رہیے، سب سالار اپنی اپنی فوج کے ساتھ ”یرموک“ میں جمع ہو جائیں اور (ہر سالار) اپنی فوج کے ساتھ الگ نماز ادا کرے۔“ (سیف بن عمر - طبری ۴/۳)

۶۰۔ خالد بن ولید کے نام

سب سالار دریا تے یرموک کی وادی کے قریب ایک میدان میں جمع ہوئے دوسری طرف رومی فوجوں نے بزعم خود ایک ڈھب کی جگہ (جوان کی ہلاکت کا سبب بنی) منتخب کی، ان کے عقب میں ایک گہری گھاٹی (واقصہ) تھی، اس سے متصل دریا، اور سامنے خندق، آنے جانے کے لئے ایک راہ کھلی تھی۔ ہاں خیمہ زن ہونے کے بعد عرب سالاروں نے خلیفہ کو مطلع کیا کہ ہم سب اپنی اور آپ لے عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سب فوجیں مدغم ہو کر ایک بڑا لشکر بن جائیں بلکہ اپنے اپنے سالاروں اور پرچموں کے نیچے مل کر لڑیں اور اپنی اپنی منفردانہ حیثیت قائم رکھیں۔

آشعث نے نبیؐ کو جوہر سے جنگ کی، ان کے ہاتھ سے ہاجر بن امیہ کے سر میں ایک کاری زخم لگا جس کے زیر اثر وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، مسلمان فوجیں پیچھے ہٹ گئیں، بڑی سخت لڑائی ہوئی، کشتیوں کے پتے لگ گئے۔ مقابلہ کی تاب نہ لا کر اسلامی فوجیں بھاگ پڑیں، آشعث نے ان کا تعاقب کیا، بہت سے مسلمان فرار کی حالت میں مارے گئے، جو بچے وہ قلعہ میں گھس گئے، زیاد بن لبید نے اپنی شکست اور دوبارہ ترمیم میں محصور ہونے کا حال خلیفہ کو لکھا تو انھوں نے عکرمہ کو یہ مراسلہ بھیجا :-

” واضح ہو کہ قبیلہ کنذہ نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے، اور زیاد بن لبید اور ہاجر بن امیہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس خط کو پڑھتے ہی ترمیم کا رخ کرو اور سرکشوں کی مناسب سرکوبی کرو۔ جو مکی باشندے تمہارے ساتھ جانا پسند کریں اور راستہ میں جن جن قبیلوں سے تمہارا گذر ہو ان کو ساتھ لیتے جاؤ۔“ (فتوح اعظم ص ۱۴۷ و نسخ التواریخ مجلد ۲، قسم ثانی، ص ۱۲۳)

اعظم نے یہ نہیں بتایا کہ جب یہ خط عکرمہ کو ملا تو وہ کہاں تھے۔ طبری کے راویوں یعنی سیف بن عمر اور ان کے شیوخ کی رو سے عکرمہ ان گیارہ سالاروں میں سے ایک تھے جن کو ابو بکرؓ نے مرتدوں کی گوشمالی کے لئے جزیرۃ العرب کے مختلف حصوں میں بھیجا تھا۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ عکرمہ کو مُسیلہ سے لڑنے پر بھیجا گیا تھا، ان کو حکم تھا کہ یمامہ کی سرحد پر پہنچ کر رُک جائیں اور جب مزید فوج شُرَیصیل بن حِشَم کی قیادت میں ان سے آئے تب مُسیلہ سے جنگ کریں۔ لیکن انھوں نے شُرَیصیل کے آنے سے پہلے مُسیلہ پر حملہ کر دیا اور شکست کھائی، عکرمہ کی جلد بازی اور شکست نے خلیفہ کو مشتعل کر دیا اور انھوں نے وہ پُر عتاب خط لکھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے

اور جس میں عکرمہ کو ہدایت کی تھی کہ مدینہ نہ لوٹیں، عُمان کا ٹیخ کریں اور عُمان کے خلاف بھیجے ہوئے دو جنروں خذیفہ بن محضن اور عرقجہ باریقی کی پشت پناہی کریں، اور اُن کی مدد سے فارغ ہو کر عُمان سے متصل جنوبی علاقہ کے مرتد قبیلوں کو جو مہرہ کے نام سے مشہور تھے، مسلمان بنائیں، پھر حضرت موت کو جہاں اُس وقت خیریت تھی چھوڑ کر مین میں داخل ہوں اور وہاں کے باغی شہروں اور دیہاتوں کو راہِ راست پر لائیں۔ طبری کے راوی عکرمہ کی نقل و حرکت خلیفہ کے اس مراسلہ کے مطابق بیان کرتے ہیں، یعنی وہ یمامہ سے پہلے عُمان پہنچتے ہیں عُمان کی مہم سے فارغ ہو کر قبائل مہرہ میں ارتداد کا خاتمہ کرتے ہیں، پھر حضرت موت سے بچتے ہوئے عدن میں داخل ہوتے ہیں، عدن سے وہ جنوبی یمن کے شہروں میں اسلام کا بول بالا کرنے روانہ ہوتے ہیں کہ ان کو خلیفہ کا ارجنٹ فرمان ملتا ہے کہ حضرت موت میں بغاوت ہو گئی ہے وہاں زیاد کی مدد کو جاؤ، اب وہ مشرقی یمن کے شہر ابیہ کا رخ کرتے ہیں اور وہاں مہاجر بن اُمیہ سے جو صنعاء سے زیاد کی مدد کو چلے آ رہے ہیں مل جاتے ہیں۔ مہاجر اس قدر فوج لے کر جس کے کھانے چارہ کا پہلی فرصت میں بند و بست ہو جاتا ہے آگے بڑھ جاتے ہیں اور باقی فوج پر عکرمہ کو جانشین بنادیتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں، کہ جوں ہی باقی فوج کی غذا اور چارہ کا انتظام ہو جائے، اُن سے آپلیں۔ مہاجر کے آنے سے زیاد کی قوت بڑھ جاتی ہے اور اشعث خود کو کمزور پا کر بخیمیر کے قلعہ میں محصور ہو جاتے ہیں، اس محکم کو ہی قلعہ میں تین سترکیں تین سمتوں سے داخل ہوتی ہیں، ایک سترک کی ناکہ بندی زیاد

لے ملاحظہ ہو نقشہ چلے ملاحظہ ہو نقشہ چلے

۳۰ اصطخری نے عمان سے مہرہ اور مہرہ سے حضرت موت کا فاصلہ قافلہ سے ایک ایک ماہ بتایا ہے، ایک ماہ کی مسافت لگ بھگ سو عرب میل کے تھی یا نو سو میل انگریزی کے برابر۔ پیادہ

عرب میل = ۴۰۰۰ ذراع۔ (للسالک المالك ص ۲۶)

کر لیتے ہیں، دوسری کی ہاجر، تیسری کھلی رہتی ہے، جس سے ہو کر اشعث کے پاس کھانے پینے کا سامان اور رسد آتی رہتی ہے۔ جب عکرمہؓ کی فوجیں چارہ غلہ کا انتظام کر لیتی ہیں تو وہ بھی ہاجر کی ہدایت کے بموجب بخیر کارِ رخ کرتی ہیں اور وہاں پہنچ کر قلعہ میں داخل ہونے والے تیسرے راستہ کی ناکہ بندی کر لیتی ہیں، اشعث کی رسد بند ہو جاتی ہے اور قلعہ میں غذا کا قحط پڑنے لگتا ہے، مجبور ہو کر اشعث ہتیار ڈالنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ عکرمہؓ کی فوجی حرکت کا ذکر طبری نے ان خطوط پر کیا ہے اور یہ کافی مربوط ہے۔ لیکن اعمم یا فتوح البلدان بلاذری ہیں ایسا خاکہ نہیں پیش کیا گیا، جس کی وجہ سے واقعات کے ربط اور عکرمہؓ کی سرگرمیوں کے تسلسل کا سمجھنا دشوار ہو گیا ہے۔ اکتفار کے راوی عکرمہؓ کے سلسلہ میں بالکل نئے اکتشافات کرتے ہیں جن کا اگلے خط کے مقدمہ میں ذکر ہو گا۔

۲۹۔ زیاد بن لبیدؓ کے نام

اکتفاء میں بنو کنندہ کی بغاوت کا جو قصہ بیان ہوا ہے اس کے قدر و خال سیف کے بیان کردہ خط سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں، تاہم دونوں میں چند بنیادی اختلاف ہیں جن کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ سیف کا نقل کیا ہوا خط جو خلیفہ نے مغیرہ بن شعبہؓ کے ہاتھ ہاجر بن اُمیہ کو بھیجا تھا، آپ نے ابھی پڑھا۔ سیف بن عمر بتاتے ہیں کہ مغیرہؓ راستہ بھول گئے تھے اس لئے دیر میں پہنچے، جب کہ اشعث کو امان دی جا چکی تھی اور قلعہ کے جوانوں کو قتل کیا جا چکا تھا، اکتفار کے راوی کہتے ہیں کہ مغیرہؓ صلحِ خیر کے موقع پر خط نہیں لائے بلکہ اُس موقع پر لائے تھے جب بنو معاویہ بن کنندہ اور ان کے چار رئیس زیاد بن لبیدؓ سے باغی ہو کر کوہستانی وادیوں میں چلے گئے تھے، اس خط میں ابو بکر صدیق نے تاکید کی تھی کہ ان رئیسوں کو قتل نہ کیا جائے، بعد قسمتی

سے مغیرہ راہ بھٹک گئے اور اتنی دیر میں پہنچے کہ زیادہ شخون کر کے چاروں رئیسوں کو ان کے کوہستانی دایوں میں مار چکے تھے۔

اِکتفار کے راویوں نے ایک درحیرت ناک اکتشاف کیا ہے جو سیف کے نقل کردہ خط رقم (۱۵) کی مکمل تردید ہے اور وہ یہ کہ ابو بکر صدیق نے منیجر کے محاصرہ کے دوران ہنیک بن اوس بن خزیمہ کی معرفت زیاد بن لبیدہ کو ایک فرمان بھیجا جس میں تاکید کی تھی کہ محصورین کو قتل نہ کیا جائے بلکہ گرفتار کر کے دربار خلافت بھیج دیا جائے، مورخین کا تارہ گردش میں تھا اس لیے ہنیک کے پہنچنے سے بہت جلد کھنٹے پہلے نندہ کے ساتھ سوجوانوں کی گردن ماری جا چکی تھی، خط کے الفاظ یہ ہیں :-

”اگر اہل منیجر ہمارے قبضہ میں آجائیں تو ان کو قتل نہ کرنا“ (اِکتفار ص ۲)

سیف بن عمرو نے عکرمہ بن ابی جہل کی عسکری حرکت ان خطوط پر دکھائی ہے : پیامہ میں شکست کھا کر وہ (غالباً) منیجر اور بحرین کی راہ سے) عُمان پہنچے ہیں وہاں اسلام کا تسلط دوبارہ قائم کر کے، قبائل مہرہ کے علاقہ میں ارتداد کا قلع قمع کرتے ہیں، وہاں سے فارغ ہو کر حضرموت کے مشرقی ساحل والی سڑک سے ہوتے ہوئے عدن کے مشہور بندرگاہ اورین کی آخری حد تک پہنچ جاتے ہیں، وہاں سے شمال کی طرف رخ کرتے ہیں تاکہ صنعاء اور عدن کے درمیان (لگ بھگ چھ سو عرب میل مسافت) ارتداد کے جو گوشے ہوں ان کو صاف کرتے چلیں اور پھر خلیفہ کی ہدایت کے مطابق ہاجرہ سے یمن میں وہ جس جگہ ہوں جا کر مل جائیں، عدن سے ابھی نو دس عرب میل چل کر اُبین کی منزل پہنچے تھے کہ فرمان خلافت ملا کہ سیدھے زیاد کی مدد کو حضرموت چلے جاؤ، وہ روانہ ہو گئے، دوسری طرف ہاجرہ خلیفہ کا

حکم پا کر صنعاء سے روانہ ہو چکے تھے، مارب کی قدیم بستی میں دونوں کی راہیں ملیں،
 ہذا جز فوج کا ایک حصہ لے کر پہلے چلے گئے، کچھ دن بعد عکرمہ باقی فوج کے ساتھ
 نجیر میں ان سے جا ملے۔ (سیف بن عمر - طبری ۴ / ۲۷۱ - ۲۷۵)
 اکتفاء میں عکرمہ کی مُسئلہ سے شکست کھانے کا مطلق ذکر نہیں ہے، اکتفاء
 کے راوی ردہ کے وقت ان کو کپال میں دکھاتے ہیں، تبالہ تہامہ مین کا اہم شہر تھا،
 رسول اللہؐ نے ان کو زیریں بنی عامر بن صعصعہ پر محصل زکاۃ مقرر کیا تھا، جب ردہ
 کی وباء پھیلی اور وہاں کے حالات خراب ہوئے تو عکرمہ اپنی فوجی کمزوری کے سبب
 مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ تبالہ آکر ٹھہر گئے، اور خلیفہ کے حکم کا انتظار
 کرنے لگے۔ تبالہ مکہ سے عدن جانے والی اُس تجارتی شاہراہ پر واقع تھا جو طائف،
 بخران اور صنعاء سے ہو کر گذرتی تھی، اس کا فاصلہ مکہ سے ایک سو ساٹھ میل تبالہ
 گیا ہے۔ (معجم یا قوت ۲ / ۳۵۷ صبح الاغشی مصر ۱ / ۲۲۷) یہاں ان کو حکم
 ملا کہ عُمان کے پایہ تخت دبا جا کر اس بغاوت کو فرو کرے جو عُمان کے بڑے رئیس لقیط
 ازدی نے کی تھی، عکرمہ جب بغاوت فرو کر چکے تو ابوبکر صدیقؓ نے ان کو عُمان کا
 گورنر مقرر کیا اور وہ دبا (پایہ تخت) میں مقیم ہو گئے۔ زیاد بن لیث کی اشعث
 سے جب لڑائی شروع ہوئی اور حضرموت کے اکثر قبیلے مسلمانوں کے خلاف ہو گئے
 تو زیادؓ نے خلیفہ سے مدد مانگی۔ انھوں نے ایک طرف ہذا جز کو جو صنعاء میں تھے
 اور دوسری طرف عکرمہ کو جو دبا میں تھے زیادؓ کی مدد کے لئے بھیجا۔ دبا کا فاصلہ چوں
 کہ حضرموت سے بہت زیادہ تھا اور راستہ دشوار گزار، عکرمہ دیر سے پہنچے، نجیر
 چار دن پہلے فتح ہو چکا تھا۔ (اکتفاء ص ۲۶۹ - ۲۷۰)

لہ دبا ساحل سمندر پر ایک تجارتی شہر تھا، آج کل حکومت سقط کے تصرف میں ہے۔ ملاحظہ ہو نقشہ نمبر ۱

۳۔ زیاد بن لبید کے نام

اگرچہ عکرمہ کی فوج شریک جنگ نہ ہو سکی تھی پھر بھی سالار اعلیٰ زیاد بن لبید نے ان کو مال غنیمت میں شریک کر لیا، اس کی شکایت مرکز سے کی گئی تو یہ فرمان آیا :-

”مال غنیمت کا حق دار صرف وہ ہے جو عملاً جنگ میں حصہ

لے۔“ (کنز العمال ۲/۲۳۱)

اس موضوع پر عمر فاروق کے بھی کئی مراسلے رابیوں نے نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک کا مضمون بعینہ مذکورہ بالا خط کی طرح ہے، ان دونوں باہم متوید خطوں کے پیش نظر پورا خیال ہے کہ فتح کے بعد موصول ہونے والی کمک خلعائے راشدین کزمانہ میں مال غنیمت سے حصہ کی مستحق نہیں تھی، باقی تھی، ابو بکر صدیق کا مذکورہ خط امام شافعی نے اپنی کتاب الاثم میں اور اسی مضمون کے عمر فاروق سے مروی خط کو تاجی طارق بن شہاب کی سند پر شریعت نے شرح السیر الکبیر اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں نقل کیا ہے، اس مضمون پر عمر فاروق کی طرف جو دوسرے خط منسوب کئے گئے ہیں، وہ یہ ہیں :-

”جو کمک تمھارے پاس مقتولین کے سر نے گلنے سے پہلے پہنچے

اسے مال غنیمت میں شریک کر لو۔“ (الرد علی سیر الاوزاعی از

قاضی ابو یوسف مصر ص ۲۵۹)

”اگر قیس بن کمثور مُراوی (جو جنگ قادسیہ میں بطور کمک

شام سے بھیجے گئے تھے اور فتح کے بعد پہنچے تھے) مقتولین کے دفن سے

پہلے پہنچ گئے ہوں تو انھیں مال غنیمت میں شریک کر لو۔“ (شعبی۔

فتوح البلدان مصر ص ۲۵۷)

۳۱۔ ہاجر بن امیہؓ کے نام

اشعث اور ان کے قبائل کی بغاوت کا حال آپ اعظمؐ کے راویوں کی زبانی خط رقم (۱۲) کے مقدمہ میں پڑھ چکے ہیں۔ سیف بن عمر نے طبری میں اس بغاوت کا جو ذکر کیا ہے وہ تفصیلات میں اعظمؐ کوئی کے ذکر سے بہت کافی مختلف ہے۔ مرسد ذیل سیف بن عمر نے نقل کیا ہے، اس کا تعلق بھی بنو کندہ کی بغاوت سے ہے، خط کا سیاق و سباق سمجھنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیف بن عمر کے پیش کردہ حالات بغاوت کا ملخص یہاں بیان کر دیا جائے :-

جیسا کہ پہلے بیان ہوا بنو کندہ کی بہت سی چھوٹی بڑی شاخیں محض موت کے مغربی اور وسطی راویوں اور کوہستانوں میں پھیلی ہوئی تھیں، ان کا سب سے بڑا اور مقتدر قبیلہ ”بنو معاویہ بن کندہ“ کہلاتا تھا۔ اس کی آٹھ نو شاخوں کے نام ہمدانی نے صفحہ جہیزۃ العرب میں دئے ہیں (ص ۸۸) ان میں بنو حارث بن معاویہ پر اشعث کا براہ راست تسلط تھا۔ اس وقت ان شاخوں پر سات کنڈی رئیس حکمراں تھے جن کو شاہان کندہ کی نسل سے ہونے کے سبب اُس وقت بھی ”ملوک“ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ بنو عمرو بن معاویہ یعنی کنڈی رئیسوں کے قبیلوں سے زیادہ بن لبیدؓ کے تعلقات زکاۃ کے معاملہ میں رسول اللہؐ کے عہد ہی سے کشیدہ ہو گئے تھے، رکشیدگی کے اسباب کے لئے دیکھئے طبری ۳/ ۲۷۱ ان لوگوں نے ابو بکر صدیقؓ کی بیعت بھی بادل ناخواست کی تھی۔ ایک دن جب کہ زیاد بن لبیدؓ ان سے زکاۃ کے اونٹ وصول کر رہے تھے، ان کو ایک جوان اونٹ پسند آیا اور انھوں نے اس پر مہر لگو کر سرکاری گد میں داخل کر دیا، یہ اونٹ اس شخص کا نہ تھا جس سے زکاۃ لی گئی تھی، بلکہ اس کے بھائی کا تھا جس پر زکاۃ واجب نہ

تھی، اس شخص نے کہا میں اپنی طرف سے دوسرا ونٹ دیتا ہوں، میرے بھائی کا واپس کر دو، زیادہ سمجھے یہ بہانہ کر رہا ہے، انھوں نے کہا ونٹ پر سرکاری مہر لگ چکی، اب یہ واپس نہیں ہوگا، اس شخص نے چلا چلا کر اپنے قبیلہ کو مدد کے لئے بلایا، قبیلہ کا ایک شیخ آیا، اس نے زیادہ سے ونٹ واپس کرنے کی سفارش کی پر زیادہ نے سفارش نہ مانی۔ شیخ مشتعل ہو گیا اور اپنے چند ساتھیوں کو لے کر گلہ میں گھسا اور ونٹ نکال کر صاحب ونٹ کو دے دیا۔ زیادہ نے پرسنل گارڈ کی مدد سے اس شیخ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور ونٹ بھی چھین لیا۔ بستی میں ایک پھل چم گئی، بنو معاویہ نے شیخ کا پارٹ لیا، حمیر اور سکون کے قبیلوں نے زیادہ کا بد امنی کی فضا پیدا ہو گئی۔ دونوں فریق جنگ کی تیاری کرنے لگے، زیادہ بن لبید نے اعلان کیا کہ اگر بنو معاویہ ارادہ جنگ ترک کر کے پُر امن ہو جائیں گے تو وہ شیخ اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں گے۔ بنو معاویہ نے کہا جب تک شیخ اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑا نہ جاتے گا وہ پُر امن نہ ہوں گے۔ ایک رات زیادہ نے ان پر حملہ کر دیا، ان کے کچھ جوان مارے گئے اور باقی تتر بتر ہو گئے۔ اب زیادہ نے شیخ اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ چھوٹنے کے بعد ان لوگوں نے زیادہ کے خلاف سخت مہم شروع کی اور کہا جب تک زیادہ ہیں ملک میں عافیت نہیں ہو سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنو معاویہ بڑے پیمانہ پر جنگ کے لئے مستعد ہو گئے اور کھلم کھلا زکاۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ اکثر حمیری اور بعض کندہ قبیلے جیسے (سکاسک و سکون) اسلام کے وفادار تھے، بعض جن میں اشعث کا قبیلہ شامل تھا، غمہ جاب دار یا منذبذب تھے، لیکن بنو معاویہ بن کندہ کی اکثر شاخیں مخالفت پر کمر بستہ ہو گئیں۔ بنو معاویہ کے چار بیٹے برملا باغی ہو کر اپنے اپنے قبیلوں کے ساتھ کوہستانی وادیوں میں چلے گئے۔ اشعث بھی خود کو خطرہ میں گھرا پا کر مع قبیلہ کے اپنی وادی میں محفوظ

ہو گئے۔ ایک رات جب کہ بنو معاویہ کے چاروں رئیس اور ان کے ہم قوم حالات حاضرہ پر غور کرنے جمع تھے، زیاد بن لبید نے بشخون کر کے انھیں اور دوسرے بہت سے لوگوں کو مار ڈالا، جو بچے بھاگ گئے۔ زیاد ان کے بال بچوں کو قید کر کے لوٹ رہے تھے کہ ان کا گذر اشعث کی وادی سے ہوا، عورتوں نے رو رو کر اشعث سے داد فریاد کی، اشعث کی عصبیت جوش میں آگئی۔ ادھر کندی رئیسوں کے قتل سے سارے کندی اور کچھ حمیری قبیلوں میں غصہ اور انتقام کی آگ بھڑک گئی، جو کندی قبیلے متذبذب تھے وہ بھی اشعث کے ساتھ ہو گئے، اشعث کی قوت بہت بڑھ گئی، زیاد نے یہ دیکھ کر ہاجر بن امیہ کو مدد کے لئے ارجنٹ خط بھیجا، ہاجر بن میں ارتداد کا قلع قمع کر کے حضر موت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جب وہ آگئے تو اشعث سے جنگ چھڑی، اشعث ہار گئے، وہ منع اپنے ساتھیوں کے بھاگ کر خمیر کے کوہستان قلعہ میں پناہ گیر ہوئے۔ جب اشعث اور ان کی جوہیں قلعہ بند ہو گئیں تو زیاد اور ہاجر نے بنو کندہ کے باغی قبیلوں کی سرکوبی کے لئے رسا بھیجے، بہت سے کندی مارے گئے اور ان کے گاؤں لوٹ لئے گئے۔ اشعث اور دوسرے محصور کندی رئیسوں کو جب ان حوادث کا علم ہوا تو انھوں نے سر پیٹ لیا، انھوں نے اپنے گیسو کٹوا دیے اور قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، لیکن پھر شکست کھائی اور دوبارہ قلعہ میں محصور ہو گئے، اشعث کی امیدیں ٹوٹ چکی تھیں، غذائی حالت نازک ہو چکی تھی، انھوں نے صلح کی پیش کش کی جس کو زیاد نے رد کر دیا، اب انھوں نے امان کی درخواست کی، کہ انھیں اور ان کے نو خاندانی عمائد کو مع اہل و عیال خلیفہ کے پاس بھیج دیا جائے اور وہ اپنی صوابدید سے جو سزا چاہیں دیں، یہ درخواست مان لی گئی۔ قلعہ کے سب جوانوں کو قتل کر دیا گیا۔ اس وقت خلیفہ کا یہ خط لے کر مغیرہ بن شعبہ وارد ہوئے :-

”میرا یہ خط پانے کے بعد اگر بنو کندہ پر تم کو فتح حاصل ہو تو ان کے جوانوں کو قتل کر دینا اور بال بچوں کو غلام بنالینا، یہ اُس صورت میں جب کہ فتح بزرگ و شمشیر حاصل ہوئی ہو یا وہ اس شہ ط پر ہتیار ڈالیں کہ ان کی قسمت کا فیصلہ میری صوابدید سے ہو۔ لیکن اگر خط پانے سے پہلے تمہاری ان سے صلح ہو چکی ہو تو اس صورت میں قبول کی جاسکتی ہے کہ ان کو جلا وطن کر دو، میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کو اسلام سے بجاؤ کے بعد (چین سے) ان کے گھر اور وطن میں رہنے دوں، میں چاہتا ہوں کہ ان کو اپنی بدکرداری کا احساس ہو اور اپنے کئے کا تھوڑا مزہ چکھیں۔“ (طبری ۳/۲۷۰-۲۷۲ تاریخ یعقوبی لیدن ص ۱۲۹)

۳۲۔ مہاجرین اُمیہ کے نام

نعمان بن جَوْن ایک کندی رئیس تھے، ان کی ایک حسین لڑکی تھی جس کا نام اُسماء تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُسماء لڑکی نہیں بہن تھی۔ وہ رسول اللہ سے شرت کرنا چاہتے تھے۔ وہ رسول اللہ سے ملے اور کہا کہ میں ایک حسین ترین بیوہ سے آپ کی شادی کرنا چاہتا ہوں، اُسماء کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ عربوں میں ایک سے زیادہ شادی کرنے کا رواج عام تھا۔ قبائلی نظام میں ”تعداد“ کو خاں اہمیت حاصل تھی، جو خاندان جتنا بڑا ہوتا، اور جو قبیلہ جتنا شاخ در شاخ اور گھٹنا ہوتا۔ قبائلی نظام میں اس کی طاقت، رسوخ اور خوش حالی اتنی ہی زیادہ ہوتی، جھوٹے خاندان نہ تو اپنے قبیلہ میں معزز سمجھے جاتے، نہ لڑائی یا بیرونی حملہ کے وقت (جس کا خطرہ ہر وقت سر پر منڈلاتا رہتا) اپنی دفاع کر سکتے۔ تعداد بڑھانے کے لئے تعدادِ ازواج ضروری تھا۔ اس کے علاوہ جس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں

ہوتیں، اس کو ایک اجتماعی امتیاز حاصل ہوتا، وہ مال دار سمجھا جاتا، اس کی بات سنی اور مانی جاتی، قبائلی رئیسوں کی اجتماعی حیثیت تعددِ ازواج سے ناپی جاتی تھی، تعددِ ازواج کے معنی تھے کہ اپنے ماتحت قبیلہ کے علاوہ اس کی بیویوں کے سارے خاندان اس کے پیچھے ہیں اور بیرونی حملہ یا لڑائی کے وقت اس کی مدد کریں گے۔ رسول اللہ کے تعددِ ازواج کا غالب مقصد بھی یہی تھا یعنی اپنی اجتماعی حیثیت بڑھانا، اور اسلام کی پشت پناہی اور اشاعت کے لئے عزیز و اقارب کا حلقہ وسیع سے وسیع تر کرنا۔

ربیع الاول ۱۱ھ میں رسول اللہ کی اسما سے شادی ہو گئی (زُرْقانی بحوالہ ابن سعد) پہلی ملاقات میں رسول اللہ نے اسما کے جسم پر بڑھ کے داغ دیکھ کر طلاق دے دی، ایک روایت یہ ہے کہ جب اسما بیاہ کر رسول اللہ کے گھر آئیں تو انھوں نے رسول اللہ سے کہا ”میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں“ اس قول کا ایک دلچسپ پس منظر بیان کیا گیا ہے، اسما حسین تھیں۔ اس لئے رسول اللہ کی دوسری بیگموں کو حسد ہوا اور انھوں نے چاہا کہ وہ رسول اللہ کی بیوی نہ بنیں، جب اسما بیاہ کر آئیں تو ایک بیوی نے کہا: اگر تم رسول اللہ کی چھٹی بننا چاہتی ہو تو جب تمھاری پہلی ملاقات ہو تو کہنا: ”میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں“ رسول اللہ میں سر حیران ہوئے اور صبح کو نعمان سے اس کی شکایت کی۔ نعمان نے اس کی کوئی معقول یا غیر معقول تردید یا توجیہ کر دی اور لگے اسما کی خوبیاں بیان کرنے، اسما کی ایک بڑی خوبی انھوں نے یہ بیان کی کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ کو یہ بات کھٹکی اور انھوں نے کہا: اگر خدا کی میزان میں اس کا درجہ بلند ہوتا تو کبھی نہ کبھی ضرور بیمار ہوتی۔ رسول اللہ نے اسما کو طلاق دے دی۔ واللہ اعلم بکنہ الامر وصدق ہذا الروایات

..... (إصابة، مصر، ۳/ ۵۶۰، سيرة الحلبیة علی بن برہان الدین حلبی مصر ۲/ ۲۱۲-۲۲۲، طبری ۳/ ۱۷۹، شرح مواہب اللدنیة، زرقانی مصر، ۳/ ۳۳، تاریخ ابن اثیر مصر ۲/ ۱۲۹)

اس کے بعد ہم نعمان اور اسماء کے حالات سے یکسر بے خبر رہتے ہیں حتیٰ کہ اچانک اسماءؓ میں عدن کے افق پر ابھرتی ہیں اور عکرمہؓ بن ابی ہبل اسلامی فوج کے کمانڈر نعمان اور تہرہ میں ارتداد کی جڑیں کاٹتے ہوئے جب عدن پہنچتے ہیں تو اسماء سے نکاح کر لیتے ہیں۔ نکاح کے بعد عکرمہؓ زیاد کی مدد کرنے عدن سے یلغار کرتے ہیں اور جب یمن کے مشہور شہر جند پہنچتے ہیں تو ان کی اسماء سے پہلی ملاقات ہوتی ہے، ذرا دم لے کر عکرمہؓ پھر علیؓ پڑتے ہیں اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، سب کے قدیم پایہ تخت مارب میں ہاجر بن امیہؓ سے ان کی ملاقات ہوتی ہے جو زیاد کی مدد کرنے صنعاء سے حضرموت چلے جا رہے ہیں، مارب میں عکرمہؓ کی فوج کے بعض لوگ غالباً صحابی، جن کو اسماء کی رسول اللہؐ سے شادی اور طلاق کا علم ہوتا ہے عکرمہؓ کو رائے دیتے ہیں کہ اسماء سے قطع تعلق کر لیں اور فوج کا ایک دوسرا فریق رشتہ کو باقی رکھنے کی تائید کرتا ہے۔ یہ معاملہ اس وقت تک معلق رہتا ہے جب تک بنجر کی صلح نہیں ہو جاتی، اس سے فارغ ہو کر ہاجر بن امیہؓ خلیفہ سے اسماء کے بارے میں رجوع کرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ آیا اسماء سے عکرمہؓ کا رشتہ برقرار رکھا جائے یا توڑ دیا جائے، یہ ہے ذیل کے خط کا سیاق و سباق یا یوں سمجھئے کہ یہ ہے وہ سیاق و سباق جو میری سمجھ میں آیا ہے، ہمارے راویوں نے اس موقع پر سخت ابہام و ایجاز سے کام لیا ہے، قاری پیاسا رہ جاتا ہے اور کئی اہم سوالوں کے اس کو جواب نہیں ملتے۔

”اُس کے (اسماء کے) والد نعمان بن جؤن رسول اللہؐ کی بہت

میں حاضر ہوئے، اور اس کی اتنی تعریف کی کہ رسول اللہؐ سے (مجبور ہو کر) اسماء کو لانے کا حکم دیا، (یعنی میکہ سے جو مدینہ سے باہر تھا) جب نَحْمَانُ اسماء کو لے کر (مدینہ) آئے تو انھوں نے کہا: اسماء کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوتی، رسول اللہؐ نے فرمایا: اگر خدا کی میزان میں وہ اچھی ہوتی تو کبھی نہ کبھی ضرور بیمار ہوتی، رسول اللہؐ نے اس سے منہ موڑ لیا تم بھی موڑ لو“ (سیف بن عمر۔ طبری ۲۷۶/۳)

اس خط سے یہ تو بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہؐ نے اسماء سے شادی کب کی تھی، صرف اتنا واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ شادی کے لئے تیار ہو گئے تھے اور شاید یہ بھی نَحْمَانُ اور ان کے قبائل کی تالیف قلب کے لئے لیکن نَحْمَانُ کی زبان سے آخری تعریفی جملہ سن کر انھوں نے شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔

۳۳۔ ہاجر بن امیہ کے نام

سیف بن عمر نے اس خط کا سیاق و سباق بیان نہیں کیا، قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ بنجیر کے سقوط کے بعد لکھا گیا۔ مسلمانوں نے بنو کنندہ کو بری طرح پیال کیا تھا، ان کے بہت سے خاندان تباہ ہو گئے تھے، اور جو لوگ زندہ رہ گئے تھے ان کے دل سخت زخمی اور جذبات شدید متعل تھے، تلوار اٹھانے کی تو ان میں ہمت نہ تھی، زبان چلا کر دل کا غبار نکال سکتے تھے۔ ہاجرؓ کے سامنے مختلف اوقات میں دوڑ دو منیاں لائی گئیں، ایک نے رسول اللہؐ کی برائی میں شعر گائے تھے، دوسری نے مسلمانوں کی مذمت میں، ہاجرؓ نے پہلی کا ہاتھ کٹوا دیا اور سامنے کے دانت اکھڑا دئے، ابو بکر صدیقؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے یہ مراسلہ

بھیجا :

” مجھے اُس سزا کا علم ہوا جو تم نے رسول اللہؐ کی برائی میں شعرِ گانے والی عورت کو دی ہے ، اگر تم یہ سزا نہ دے چکے ہوتے ، تو میں یقیناً تمہیں اس کے قتل کا حکم دیتا ، انبیاء کے خلاف جرم کی سزا عام لوگوں کے خلاف جرم کی سزا کے برابر نہیں ہے ، اگر کوئی مسلمان نبی کی توہین و تنقیص کرے گا تو اس کو مرتد کی سزا دی جائے گی ، اور اگر کوئی معاہدہ کرے تو اس کے معنی ہوں گے کہ اس نے عہد توڑ دیا اور مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا “ (سیف بن عمر - طبری ۳/ ۲۷۷)

۳۴ - خط کی دوسری شکل

جس مُغنیہ نے مسلمانوں کی مذمت میں شعر گائے تھے ، ہاجرہؓ نے اس کو بھی وہی سزا دی جو رسول اللہؐ کی ہجو میں شعر گانے والی کو دی تھی ، ابو بکر صدیقؓ کو یہ معلوم ہوا تو وہ ہاجرہؓ پر سخت برہم ہوئے ، رسول اللہؐ کی بے حرمتی کی وہ سخت سے سخت سزا دینے کو تیار تھے لیکن مسلمان کی بے حرمتی کرنے والے کو سخت جسمانی سزا دینا یا اس کا مُثلہ کرنا ان کی نظر میں ظلم عظیم اور انسانیت سے گرافل تھا ، چنانچہ انھوں نے ہاجرہؓ کو یہ مراسلہ بھیجا جس میں نصیحت اور عتاب دونوں کی آمیزش ہے :-

” مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس عورت کا ہاتھ کٹوا دیا اور اس کے اگلے دانت اکھڑا دیے جس نے مسلمانوں کی ہجو میں شعر گائے تھے ، صحیح طریقہ کار یہ تھا کہ اگر بچہ کرنے والی مسلمان ہوتی تو اس کو ڈانٹ پشکار دیا جاتا (اور مُثلہ سے کم سزا دی جاتی) اور اگر ذمیہ ہوتی تو میری

جان کی قسم تم جب اُس کے شرک جیسے جرمِ عظیم پر حشم پوشی کر چکے، تو بھو تو اس کے مقابلہ میں معمولی بات ہے۔ اگر میں بھو کی سزا کے بارے میں تم کو پہلے ہدایت کر چکا ہوتا (اور پھر بھی تم وہ سزا دیتے جو تم نے دی) تو تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا، (یعنی معزول کر دے جاتے، یا مالی تاوان دینا پڑتا) بردباری اور نرم مزاجی اختیار کرو، مُثلہ کی سزا نہ دو، مُثلہ سنگین گناہ ہے، اور اسلام سے منحرف کرنے والا تشدد، صرف ”مُضوی قصاص“ کے طور پر مُثلہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ . . . (سیف بن عمر - طبری ۳/۲۷۷)

۳۵۔ خط کی تیسری شکل

اس موضوع پر ایک خط انساب الاشراف (مُصَوَّر) میں بلاذری نے بھی نقل کیا ہے۔ اس کے راوی مدائنی کہتے ہیں کہ فتحِ بخیر کے بعد مہاجر بن اُمیہ کے پاس ایک ڈومنی لائی گئی جس نے رسول اللہ یا مسلمانوں کی نہیں بلکہ ابو بکر صدیق کی بھومیں شعر گائے تھے، مہاجر نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا (دانت اکھڑوانے کی مدائی خبر نہیں دیتے) اس واقعہ کی خبر ابو بکر صدیق کو ہوئی تو وہ بہت آزرده ہوئے اور مہاجر کو یہ خط بھیجا :-

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک عورت کو پکڑا جس نے مجھے گالیاں دی تھیں، اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا، خدا نے تو شرک جیسے جرمِ عظیم کا انتقام نہیں لیا اور مُثلہ کی سزا تو کھلے اقرار تک میں نہیں دی، (لَفَعَلْتَ حَقًّا وَعَمَلْتَ حِجْسًا؟) میرا یہ خط پا کر اپنے معاملات میں آئندہ بردباری اور نرمی سے کام لینا اور کبھی مُثلہ نہ کرنا،

کیوں کہ یہ بڑا گناہ ہے، خدا نے اسلام اور اہل اسلام کو طیش و رشادت
 غضب سے پاک کر دیا ہے، رسول اللہ کے ہاتھ ایسے لوگ آئے
 جنہوں نے انہیں ستایا تھا، ان کو گالیاں دی تھیں، وطن سے نکالا
 تھا اور جنگ کی تھی، لیکن آپ نے کبھی ان کا مُثلہ نہیں کیا۔
 (أنساب الأشراف، مَصَوِّرُ جَامِعِ الدَّوْلِ الْعَرَبِيَّةِ قَاهِرَہ، ۹/۴۹۱)

۳۶۔ سالارانِ رَدِّہ کے نام

عُمان، یمن، حَضْرَمَوْتَ وغیرہ میں جب رَدِّہ کی وبا، دور ہوئی اور اسلام
 کا اقتدار دوبارہ قائم ہو گیا تو ان علاقوں میں سرکاری عہد زریں اور انتظام کے
 لئے عملہ کی ضرورت پڑی اور یہ سوال پیدا ہوا کہ کس کو تباہی نہایت گئی اور سرکاری
 خدمت سونپی جائے اور کس کو نہیں، تو اس سلسلہ میں خلیفہ نے ایک عام پالیسی
 وضع کی اور ذیل کام اسلئے سارے سالارانِ رَدِّہ کو بھیجا:

”سرکاری خدمت کے لئے میں ان لوگوں کو سب سے زیادہ
 مناسب سمجھتا ہوں جو نہ تو خود مرتد ہوئے ہوں اور نہ ان کا تعلق
 ایسے لوگوں سے ہو جو اسلام سے منحرف ہوئے ہوں: آپ سب
 اسی اصول پر عمل کیجئے اور بس ان ہی لوگوں کو مقرب بنائیے اور
 عہدے دیجئے۔ فوج کے جو مسلمان وطن لوٹنا چاہیں ان کو اس کی
 اجازت دیجئے اور جو عرب مرتد رہ چکے ہوں ان سے دشمن کی لڑائی
 میں مدد نہ لیجئے“ (طبری ۳/۲۷۶)

۳۷۔ خالد بن ولیدؓ کے نام

یہ خط اکتفاء سے ماخوذ ہے۔ سیف بن عمر (ناقل خط) نے ان الفاظ میں اس کا افتتاح کیا ہے: جب ابو بکر صدیق مرتد عربوں کی سرکوبی سے فارغ ہو چکے اور ان کی بستیاں اسلامی فوجوں نے اپنی حراست میں لے لیں۔ تو انھوں نے خالد بن ولیدؓ کو لکھا:-

”مسلمانوں کو وطن لوٹنے کی اجازت دے دو۔ اگر کوئی خوشی سے تمھارے ساتھ رہنا چاہے تو خیر ورنہ کسی کو ٹھیرنے پر مجبور نہ کرو، اور اپنی کسی جنگ میں ایسے شخص سے فوجی خدمت نہ لو جو لڑنا نہ چاہے تمھارے قرب میں نہ ہو تمیم، بنو قیس اور بکر بن وائل کے جو قبیلے آباد ہوں ان کو دعوت دو کہ پیامہ کی افتادہ اراضی کی کاشت کریں، کیوں کہ مفتوحہ ملک کی افتادہ اراضی کے مالک اللہ اور رسول ہیں جو شخص اس کا کوئی حصہ کاشت کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی۔“
(اکتفاء، تالیف اندلسی مؤلف کلاعی بلنسی، مخطوط، رقم ۵۲۷، ص ۳۵۰، دارالکتب المصریہ، قاہرہ۔)

۱۔ فتوحاتِ عراق

مخاضِ عراق سے متعلق ابوبکر صدیق کے خطوط کے دو بنیادی ماخذ ہیں ،
تاریخ طبری (تیسری - چوتھی صدی ہجری) اور فتوح الشام از دی بصری (تیسری صدی ہجری)۔ اس سلسلہ میں طبری نے جو خطوط اور ان کا سیاق و سباق پیش کیا ہے وہ بیشتر سیف بن عمر کی روایت پر مبنی ہے ، اور فتوح الشام کے مصنف نے جو خطوط پیش کئے ہیں وہ دوسرے شیوخ روایت سے ماخوذ ہیں۔
اس لئے طبری اور فتوح الشام میں بیان کردہ خطوط ایک دوسرے سے کیا باعتبار مضمون اور کیا باعتبار سیاق و سباق مختلف ہو گئے ہیں ، اگرچہ اس اختلاف کو تقابلی مطالعہ اور تفسیر و تعبیر کی مدد سے دور یا کم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ طبری میں سیف کے بیانات کتر بیونت اور تقدیم و تاخیر کے ساتھ بیان ہوئے ہیں جس سے واقعات کہیں مبہم اور کہیں بے ربط ہو گئے ہیں۔ اس نقص کو کسی حد تک اکتفاء نے دور کر دیا ہے۔

۳۸۔ خالد بن ولیدؓ کے نام

جب خالدؓ پیامہ فتح کر چکے تو ابوبکر صدیق نے ان کو لکھا:-

لے سالہ مکے آخر یا سالہ کے شروع میں۔

”میں تم نو جنگ عراق کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں، ان لوگوں کی ایک فوج مرتب کرو جو اسلام پر قائم ہیں۔ پیامہ سے عراق تک تمہارے راستے میں قبائل تمیم، قیس، اسد، بکر بن وائل اور عبد القیس کے جو مرتد آئیں ان سے جنگ کرو۔ ان سے فارس، ہمدان، فارس (عراق) کی طرف پیش قدمی کرو اور اللہ عزوجل سے مسیح و کامرانی کی دعاء مانگو۔ عراق میں داخل ہو کر سب سے پہلے فرج ہند (بندر گاہ اُبُلہ) کو فتح کرو۔ فارسیوں اور ان اقوام کے ساتھ جو ناپسی حکومت کی رعایا ہوں، تالیف قلب کرو، تاکہ وہ اسلام لے آئیں یا اس کے خیر خواہ ہو جائیں۔ تم سے کوئی ظلم ہو تو مظلوم کو خود سے پورا پورا حق لینے کا موقع دو، تمہارا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جس کو لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ہم خدا سے متحی ہیں جن لوگوں کو ہماری برادری میں داخل کرے، ان کو اسلام کا بہترین پیرو بنائے۔ اگر تم کو خدا کی عنایت سے اُبُلہ میں فتح نصیب ہو تو عراق (یعنی بالائی عراق) کا رخ کرو اور عیاض (بن غنم) سے مل جاؤ۔“

(شعبی اور ہشام بن عروہ - اکتفاء ص ۳۵۰)

۳۹۔ خط کی دوسری شکل

جب خالد پیامہ کی ہم سے فارغ ہوئے تو ابو بکر صدیق نے ان کو لکھا:-
 ”عراق کی طرف پیش قدمی کرو اور اس کے حدود میں گھس جاؤ۔
 سب سے پہلے فرج ہند (اُبُلہ) کی فتح پر ہمت مبذول کرو۔ اہل

فارس اور ان اقوام کی جوان کے ملک میں ہوں تالیف قلب کرو“
(سیف بن عمر - طبری ۲/۲)

۲۰۔ خط کی تیسری شکل

اس کے راوی اول سے آخر تک وہی ہیں جو مراسلہ رقم ۲۹ کے ہیں، پھر بھی دونوں خطوں کے مضمون میں بے بن فرق ہے، اس بات کا غالب قریب ہے کہ الگ الگ بیان کئے ہوئے یہ دونوں خط ایک ہی مراسلہ کے حصے ہوں:
”خدا نے پیام میں تم کو فتح عطا کی، اب عراق (بالائی عراق) کی طرف بڑھو حتیٰ کہ عیاض (بن غنم) سے مل جاؤ۔“ (سیف بن عمر - طبری ۲/۲)

۲۱۔ عیاض بن غنم کے نام

اس مراسلہ کا سیاق و سباق یہ ہے کہ جب ابو بکر صدیق نے خالد کو پیام سے عراق جانے کا حکم بھیجا تو اس کے ساتھ ہی دوسرا فرمان صحابی عیاض بن غنم کو ارسال کیا۔ عیاض اس وقت بناج اور حجاز کے درمیان تھے، کس قریب سے یہ نہیں نہیں معلوم، شاید کسی ہم پر بھیجے گئے ہوں۔ ان کو حکم دیا گیا کہ مغرب کا رخ کرو اور بادبہ شام میں صبیح کی عرب عیسائی بستیوں کو فتح کر کے شمال مشرق کی طرف بڑھو اور بالائی عراق کے وہ قصبے اور چھاؤنیاں جو عرب سرحد پر واقع ہیں فتح کرتے ہوئے حیرہ کا قصد کرو۔ دوسری طرف خالد کو ہدایت تھی کہ زیریں عراق کے سرحدی علاقے فتح کرتے ہوئے حیرہ کی طرف بڑھیں۔ خلیفہ نے یہ تصریح بھی کی تھی کہ دونوں میں سے جو سالار پہلے حیرہ فتح کرے گا وہی وہاں کا اے عرب عراق سرحد مصر کا وسط مغزات کے مغرب اور نجف سے چند میل جنوب مشرق میں

دالی مقرر ہوگا۔ اسکیم یہ تھی کہ اس طرح عرب عراق سرحد کے دونوں جانب واقع ہونے والے دیہاتوں کو رام کر کے اور وہاں کے فوجی نقطوں پر قبضہ کر کے دوسرا قدم مدائن (پایہ تخت کسریٰ، وسط عراق) کی فتح کے لئے اٹھایا جائے اور یہ مہم اس سالار کے سپرد کی جائے جو حیرہ پہنچنے کی دوڑ میں ناکام رہے۔

”اپنی فوج کے ساتھ مُصَيِّخ جاؤ، اور سب سے پہلے اس کی فتح پر توجہ مرکوز کرو اس کے بعد بالائی عراق میں داخل ہو (اور وہاں کے دیہاتوں اور فوجی نقطوں کو زیر نگیں کرتے زیریں عراق کی طرف بڑھو) حتیٰ کہ خالدؓ سے مل جاؤ۔ تمہاری فوج کے جو مسلمان گمراہ لوٹنا چاہیں ان کو اجازت دے دو اور جو شخص شریک جنگ ہونا پسند نہ کرے (وطن لوٹنے کی لگن میں) اس سے فوجی خدمت نہ لو“

(سیف بن عمر۔ طبری۔ ۴/۴)

۴۲۔ خط کی دوسری شکل

”مُصَيِّخ کی طرف پیش قدمی کرو۔ مُصَيِّخ تک تمہارے راستے ہیں جو مسلمان قبیلے آئیں ان کو فوج میں بھرتی کر کے سب سے پہلے ان لوگوں سے لڑو جو اسلام سے منحرف ہوں۔ ان سے فارغ ہو کر بالائی عراق میں داخل ہو اور وہاں سے (زیریں عراق کی طرف) فتوحات کرتے خالدؓ سے مل جاؤ“ (اکتفاء ص ۳۵۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نجی عرب۔ عیسائی بادشاہوں کا یہ شہرہ آفاق پایہ تخت واقع تھا ہجرت سے کوئی بیس برس پہلے کسریٰ حکومت نے حیرہ اور اس کے ماتحت علاقہ (جو فرات کی مغربی ترائی میں تھا) اپنے تصرف میں لے لیا تھا وہاں فارسی گورنر رہتا تھا، مدائن جانے والی شاہراہ حیرہ ہو کر گذرتی تھی، اور اس کے آس پاس فوجی چوکیاں تھیں۔ مع البلدان یا قوت پہلا ڈیش ۳/۲۷۳، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ذکر حیرہ ۲/۳۱۲۔

۴۳۔ خالد بن ولیدؓ اور عیاض بن غنم کے نام

”جو لوگ اہل ردہ سے لڑے ہوں اور جو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اسلام پر قائم رہے ہوں، ان سب کو شریک جنگ ہونے کی دعوت دو۔ میرے اٹکلے فیصلہ تک کوئی شخص جو مردہ چکا ہو برگز لڑائی میں شریک نہ ہو“ (سیف بن عمر۔ طبری ۴/۴۱)

۴۴۔ خالد بن ولیدؓ اور عیاض بن غنم کے نام

”خدا سے مدد اور فتح کی دعاء مانگو اور اس سے ڈرو۔ آخرت کی کامرانی کو دنیا کی کامرانی پر ترجیح دو۔ خدا کے فرماں بردار ہو گے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں بامراد رکھے گا، دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو ورنہ دنیا تمہیں زچ کر دے گی خدا کے نافرمان ہو گے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی سے تم کو محروم کر دے گا، کس قدر حقیر ہو جاتے ہیں بندے خدا کی نظر میں جب اس کی نافرمانی کرتے ہیں!“ (إکفاء ص ۳۵۰)

۴۵۔ خالد بن ولیدؓ اور عیاض بن غنم کے نام

سیف بن عمر اور ان کے راوی اس خط کو اس مراسلہ کا تتمہ قرار دیتے ہیں جو خلیفہ نے خالدؓ کو زیریں عراق اور عیاضؓ کو بالائی عراق سے حیرہ پہنچنے کے لئے تحریر کیا تھا اور جس میں یہ تصریح بھی تھی کہ دونوں میں سے جو بھی پہلے فتح کرنے کا دہاں کا گورنر بنا دیا جائے گا۔ یہ حصہ راویوں نے صیغہ غائب میں بیان کیا ہے اور الاحصہ ص ۱۱۰ مخاطب میں یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مراسلہ زیر بحث کی اسناد میں کچھ راوی سے ہیں یعنی اس کی اور خطوط رقم ۲۸ اور ۳۰ کی اسناد بالکل

ایک نہیں ہے، اگر بالکل ایک ہوتی تو خط زیر بحث کو رقم ۲۸ اور ۳۰ کا تتمہ بھی قرار دیا جاسکتا تھا۔

تتمہ کا مضمون : جب تم دونوں حیرہ میں جا ملو اور اس سے پہلے تم فارسی عسکری چوکیوں کو صاف کر چکے ہو گے اور مسلمانوں پر پشتی حملہ کی طرف سے بے خوف ہو چکے ہو گے، اس وقت تم میں سے ایک سالار حیرہ میں مقیم مسلمانوں اور وہاں تمہارے نمائندہ گورنر کی حفاظت کے لئے رہ جائے اور دوسرا خدا اور تمہارے دشمن ناسیوں کے دار السلطنت اور ان کی قوت و شوکت کے مرکز مدائن پر یورش کر دے (سیف بن عمر - طبری ۴/۵)

۴۶۔ خالد بن ولیدؓ اور ان کی فوج کے نام

جس وقت رذہ کی آمدھی چلی یعنی سال ۶ کے ربیع اول میں تو اس کے لگ بھگ عرب عراق سرحد پر بسنے والے قبائل ربیعہ کے ایک سردار نے جس کا نام نثی بن حارثہ تھا، عراق کی شاداب سرزمین پر ترکنازی شروع کر دی تھی۔ اس ترکنازی کے اسباب خوش قسمتی سے ہمیں معلوم ہیں۔ ایران کے مشہور بادشاہ نوشیروان عادل کے زمانہ میں بحر قلزم کی ساحلی پٹی تہامہ میں شدید قحط پڑا جس سے مجبور ہو کر وہاں کے قبائل ربیعہ چلا وطن ہو گئے اور عرب عراق ٹھہر کر اترے۔ اس علاقہ پر فارسی تسلط تھا۔ نوشیروان نے ان کے لیڈروں کا ایک وفد دریافت حال کے لئے طلب کیا۔ وفد نے کہا ہم قحط سے مجبور ہو کر آپ کے سرسبز علاقہ میں آئے ہیں اور یہاں رہنا چاہتے ہیں۔ نوشیروان نے وعدہ لے کر کہ ان کے ہم قوم

لہ دیکھئے نقشہ۔

پرامن اور باضابطہ زندگی بسر کریں گے، رہنے کی اجازت دے دی۔ ربیعہ کی شاخیں سارے عرب، عراق، سرحد پچھل گئیں اور عرصہ تک ان کو فارسی حکومت سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ یزدجرد کی تاجپوشی کے بعد فارسی فوجی ڈسپلن خراب ہو گیا اور فارسی فوجی حکام قبائل ربیعہ پر دست درازی کرنے لگے۔ ان کے ظلم کا جواب دینے ربیعہ کی شاخ شیبان کا ایک سردار جس کا نام مثنیٰ بن حارثہ تھا کھڑا ہوا۔ اس کی خاندانی بستیاں حیرہ کے قریب تھیں۔ مثنیٰ سرحد پار کر کے زیریں عراق کے گاؤں پر چھاپے مارتے اور مویشی اور غلہ لوٹ لے جاتے۔ ان کی سرگرمیوں کی خبر ابو بکر صدیق کو ہوئی جو اس وقت اہل ردہ کی سرکوبی میں مصروف تھے، تو وہ مختلط ہوئے۔ انھوں نے مثنیٰ کے حالات اور حسب نسب معلوم کر کے ایک جھنڈا اور مراسلہ بھیجا جس میں مثنیٰ کی حوصلہ افزائی کی تھی اور فارسیوں کے خلاف جہم جاری رکھنے کی تلقین۔ (فتوح اعظم کو فی مبعی ۸۸۷ء ص ۱۶) اور ایک روایت ہے کہ مثنیٰ خود دینہ آئے اور خلیفہ سے کہا: مجھے میری قوم کا سالار بنا دیجئے، وہ اسلام لے آئے ہیں میں ان کو لے کر فارسیوں سے لڑوں گا، اور اپنے قریب کا فارسی علاقہ آب کی طرأت سے فتح کر لوں گا۔ (فتوح الشام از دی لبیری، ادبیٹر ڈبلیو، این لیس ۸۷۷ء کلکتہ ص ۴۵) خلیفہ نے باضابطہ طور پر مثنیٰ کو ان کی قوم کا سالار مقرر کر دیا۔ اب ان کو خلافت کی سزا و رشت پناہی حاصل ہو گئی، اس سے ایک طرف تو ان کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور دوسری طرف ان کا سارا قبیلہ ان کے زیر فرمان آ گیا۔ وہ پہلے سے زیادہ بڑے پیمانہ پر عراق کے دیہاتوں اور بالادوں پر غارتگری کرنے لگے۔ قریب ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ افسوس ہے ہمارے

مورخوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ سال کب سے شروع ہوا اور کب ختم ہو گیا، لیکن غالب ہے کہ سالہ کے نصف آخر میں کسی وقت ختم ہوا ہو گا۔ مثنیٰ کی طاقت اور وسائل بڑھ گئے اور انھوں نے اپنے چار بھائی سُوید بن عُقبہ کو سواروں کے چند دستے دے اور شط العرب یعنی رَجُلہ، قُرأت کے سویل لمبے ڈیلٹا کے دیہاتوں اور چھاؤنیوں پر غارت گری کرنے بھیجا۔ اب تک مثنیٰ کا مقابلہ سرحد عراق کے ریسوں اور قوی نقطوں کے افسروں سے ہوتا تھا، اس نئے محاذ کے کھلنے سے ڈیلٹا کے اہم آبائی اور بری راستوں اور اُس عظیم بندرگاہ پر خطرہ منڈلانے لگا جہاں چین، ہند، عراق، فارس اور شام کا سامان لادا اور اتارا جاتا تھا، یہ اہل نامی بندرگاہ تھا جو ڈیلٹا کی بحر پر واقع ہوئے والی ایک خلیج پر آباد تھا۔ مرکزی حکومت کو مداخلت کرنا پڑی اور فارسی فوجیں مرکز کے مامور کردہ سالاروں کی کمان میں عربوں کی گوشالی کے لئے مامور کی گئیں۔ مثنیٰ اور سُوید دونوں کمزور پڑ گئے اور ان کی جارحانہ سرگرمیاں سکر گئیں۔ مثنیٰ نے عقیقہ کو حالات سے مطلع کیا اور رسد طلب کی۔ اس وقت خالدؓ، میلہ کا قصد پاک کر کے یمامہ میں برجاں تھے، یمامہ کی فتح میرضین عراق (بدائی وغیرہ) سالہ (غالباً آخر سال) بتاتے ہیں اور ابن اسحاق وغیرہ ربيع الاول سالہ۔ (دیکھئے بکری ۳/۲۶۱، و تاریخ یعقوبی (اڈیسٹر ہوسٹمالیدن) ۲/۱۴۶، و اکتفاء مخطوط دارالکتب قاہرہ ص ۲۶۲ و فتوح البلدان بلاذری ص ۹۷) ابوبکر صدیق نے اس سالہ ذیل لکھا اور خالدؓ کو عراق کی فوج کا سالار اعلیٰ مقرر کر کے مثنیٰ کی پشت پناہی کے لئے بھیجا۔ مورخ عمر بن شہبہ (طبری ۳/۳۷) کی رائے ہے کہ خالدؓ کو محاذ عراق پر بھیجنے کی کارروائی محرم سالہ میں عمل میں آئی، اس حساب سے فتح یمامہ یقیناً سالہ کے آخر میں ہوئی ہوگی۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ ابوبکر خلیفہ رسول اللہؐ کی طرف سے خالد بن ولیدؓ اور ان کے ساتھ جو مہاجر، انصار اور تابعین ہیں سب کو سدام علیک۔ میں اس اللہ کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تعریف ہے اس خدا کی جس نے اپنا وعدہ پورا کیا، جس نے اپنے دین کی مدد کی، جس نے اپنے بھائیوں کو قوت و عزت عطا کی، جس نے اپنے دشمن کو ذلیل کیا، اور جو ایذا مندر پارٹیوں پر غالب آگیا۔ بلاشبہ اس خدا نے جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے کہ اُن کو زمین کا وارث بنادے گا، جس طرح اس نے اُن سے پہلے مومنوں اور نیکو کاروں کو وارث بنایا تھا۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس دین کو ان کی (فلاح و بہبود) کے لئے مستحکم بنا دے گا جسے اس نے اس کے لئے پسند کیا ہے، اور یہ کہ ان کو خوف و ہراس میں رہنے کے بعد امن و عافیت سے بہرہ ور کرے گا۔ یہ مومن میری پرستش کرتے ہیں اور میری وفاداری اور اطاعت میں کسی اور کو بالکل شریک نہیں کرتے۔ اس وعدہ کے بعد بھی جو لوگ کفر کریں تو وہ فاسق ہیں (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ، وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا، يُحِبُّوا وَيُحِبُّوهُمُ لَا يُشْرِكُونَ) شیعہ، و من کفر بعد ذلک فأولئک هم النّٰفٰسقون) یہ ایسا وعدہ ہے جو

جھوٹا ہونے والا نہیں، اور نہ اس میں شک کی گنجائش ہے۔ خدا نے مومنین پر جہاد فرض کیا ہے، چنانچہ وہ صاحبِ عزت ہستی فرماتا ہے: تم پر جنگ و قتال لازم کیا گیا اور وہ تمہیں ناپسند ہے، اس بات کا پورا احتمال ہے کہ تمہیں کوئی بات پسند نہ ہو، لیکن حقیقت میں وہ تمہارے لئے مفید ہو، جیسا کہ اس بات کا احتمال ہے کہ تمہیں کوئی بات پسند ہو لیکن حقیقت میں وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ ہونے والے فائدہ یا نقصان کا علم بس اللہ کو ہے، تمہیں نہیں۔ (کتب علیکم القتال وھو کفرہ لکم، وعسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم، وعسی ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم، واللہ یعلم وانتم لا تعلمون - قرآن) پس خدا سے وہ وعدہ پورا کرنے کی درخواست کرو جو اس نے تم سے کیا ہے اور جو فرض تم پر عائد کیا ہے اس کو انجام دے کہ اس کی اطاعت کرو، چاہے ایسا کرنے سے کتنی ہی پریشانی اُٹھانی پڑے اور کیسے ہی مصائب جھیلنا پڑیں، اور گھر بار سے تمہیں کتنا ہی دُور ہونا پڑے، اور کتنا ہی جان و مال کی قربانی دینا پڑے۔ یہ سب خدا کے ثوابِ عظیم کے مقابلہ میں معمولی باتیں ہیں۔ ہم کو صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ شہیدوں کو قیامت کے دن جب اُٹھائے گا تو وہ تلواریں کھینچے ہوں گے، وہ خدا سے جو آرزو بھی کریں گے خدا پوری کرے گا اور اُن کی ممنونیت کا یہ حال ہوگا کہ وہ تمنا کریں گے کہ ایک بار پھر دنیا میں انہیں لوٹا دیا جائے اور راہِ خدا میں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، اور اُن کی سب مرادیں برآئیں گی، اور وہ نہعتیں اُن کو ملیں گی،

جن کا انھوں نے تصور بھی نہ کیا ہوگا، ایک شہید جنت میں داخل ہو کر اس سے بہتر کیا تمنا کر سکتا ہے کہ اس کو خدا دنیا میں پھر لوٹا دے، خدا آپ پر رحم کرے، راہِ خدا میں جہاد کرنے نکل جائیے، خواہ نہتے ہوں یا مسلح اور اپنے مال و جان سے خدا کے راستے میں جہاد کیجئے، اس میں آپ کے لئے خیر و برکت ہے اگر آپ کو خیر و برکت کا صحیح تصور ہو (تو اس حقیقت کو سمجھ لیں گے) میں نے خالد بن ولید کو عراق جانے کا حکم دیا ہے جس کو وہ اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک میرا دوسرا حکم نہ صادر ہو۔ ان کے ساتھ آپ لوگ چل دیجئے، جانے سے بالکل مت کسمائیے، خلوص سے جہاد کرنے والے اور کارِ خیر کو شوق سے انجام دینے والے کو خدا اجرِ عظیم عطا کرتا ہے۔ جب آپ عراق پہنچیں تو وہاں ٹھہریئے یہاں تک کہ میرا اگلا حکم آئے۔ خدا دنا اور آخرت کے اہم امور کو ہماری اور آپ کی طرف سے ٹھکانے لگائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ“ (فتوح الشام از دی بصری ص ۲۶-۲۷)

۴۷۔ مذعور بن عدی کے نام

ازدی نے فتوح الشام میں خط کا افتتاح ان چند نقطوں میں کیا ہے :
 مذعور بن عدی، بنو عجل کے سردار تھے، مشنی کے زمانہ میں فارسیوں سے لڑنے نکلے اور ابو بکر کو خط لکھا (جو ذیل میں پڑھئے)۔ فتوح الشام از دی میں مشنی کا خلیفہ کے نام ایک مراسلہ بیان ہوا ہے جس میں انھوں نے شکایت کی ہے کہ مذعور جو میری قوم کے آدمی ہیں ایک چھوٹی سی جماعت لے کر میرے حریف بن بیٹھے ہیں

اور میری مخالفت کرتے ہیں (ص ۵۳) اکتفاء نے نئے اکتشافات کئے ہیں جو سیف بن عمر سے ماخوذ ہیں اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب - عراق سرحد پر تھا مثنیٰ ہی نہیں بلکہ تین مزید عربی سردار فارسی دیہاتوں اور مسلح نقطوں پر ترکناز کیا کرتے تھے۔ ان کے نام ہیں: مذکور بن عدی، خرملہ بن مریطہ اور سلمیٰ بن قین، آخر الذکر دونوں ہاجر صحابی تھے، مثنیٰ اور مذکور اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ سے ملاقات کر چکے تھے۔ یہ چاروں ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے (غالباً ۱ھ کے آخری اور ۲ھ کے ابتدائی ایام میں) خرملہ اور سلمیٰ نے کہا، ہم لوگ جو بنو تمیم اور بنو بکر کے قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں، فارسیوں سے لڑنے کے عادی ہیں، ہم نے ان پر ایسی چٹیں لگائی ہیں کہ انھوں نے اپنے بچاؤ کے لئے خندقیں کھود لی ہیں، دریا اور نہروں کا پانی چھوڑ کر دلدل کر دی ہے اور ہمارے مقابلہ کے لئے محلوں کو مسلح کر لیا ہے، ہمیں ان سے لڑنے کی اجازت دیجئے، ابو بکر صدیق نے اجازت دی اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے متبعین کا سالار بنا دیا اور اس بات کی سرکاری سند عطا کی کہ جو جتنا فارسی علاقہ فتح کر لے گا اس کا حاکم تسلیم کر لیا جائے گا۔ سیف بن عمر کہتے ہیں کہ خرملہ اور سلمیٰ سب سے پہلے مسلمان عرب تھے جو فارسی سرزمین پر جہاد کے لئے نکلے تھے۔ یہ چاروں قائد مدینہ سے واپس ہوئے اور زیریں وسطی عرب - عراق سرحد پر اللہ لگ مورچے بنا کر فارسی دیہاتوں اور چھاؤنیوں پر حملے کرنے لگے۔ مورچوں اور ان ایرانی جنزلوں کے نام بھی اکتفاء میں مذکور ہیں جو ان تہمی اور بکری سواروں سے رزم آرا ہوتے۔ جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا اکتفاء کا بیان مذکور کے آزاد اور خود مختار سالار ہونے کی خبر دیتا ہے، نیز اس بات کی کہ وہ خلیفہ سے ملاقات کر چکے تھے اور ان کو فارسیوں کے خلاف مورچہ بنانے کی دربار خلافت سے

باضابطہ اجازت مل چکی تھی اس کے برخلاف فتوح الشام میں بیان کردہ مثنیٰ کے شکایتی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکور خلیفہ کے لئے اجنبی شخصیت ہیں اور یہی نتیجہ خود مذکور کی اس عرضداشت سے بھی نکلتا ہے :

”میں بنو عجل کا جو بڑے شہسوار اور جنگجو عرب ہیں، ایک فرد ہوں۔ میرے خاندان کے بہادر میرے ساتھ ہیں، ان میں کا ہر فرد دوسرے سے آدمیوں پر بھاری ہے۔ میں مرد کارزار ہوں، فارسی علاقہ کے جغرافیہ سے خوب واقف ہوں۔ مجھے سواد (یعنی عراق کے مزروعہ اور سرسبز علاقہ) کا والی بنا دیجئے، میں آپ کی طرف سے اس کو فتح کر لوں گا۔“ (فتوح الشام از دی بصری ص ۵)

خلیفہ کا جواب :-

”تمہارا خط موصول ہوا، تمہاری لکھی باتیں میں نے سمجھیں۔ تم ویسے ہی ہو جیسا تم نے اپنے بارہ میں لکھا ہے اور تمہارے خاندان میں بھی بڑی خوبیاں ہیں۔ میری رائے ہے کہ تم خالد بن ولید سے جا ملو اور جب تک وہ عراق میں رہیں ان کے ساتھ عراق میں رہو اور وہ جب دوسرے محاذ پر جائیں تو تم بھی ان کے ہمراہ چلے جاؤ۔“

۸۴۔ اس کے ساتھ ہی ابو بکر صدیق نے مثنیٰ کو ان کے شکایتی مراسلہ کا یہ جواب لکھا :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح ہو کہ تمہارے ہم قوم عجمی نے مجھے خط لکھا تھا جس میں کچھ درخواستیں کی تھیں۔ میں نے ان کو

لکھ دیا ہے کہ میرے اگلے فیصلہ تک خالد بن ولید کی فوج میں رہیں۔
 میں تم کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ جب تک خالد عراق میں ہیں تم کہیں
 اور نہ جانا۔ جب وہ دوسرے محاذ پر چلے جائیں تو تم پھر اس جگہ
 ڈٹ جانا جہاں پہلے تھے تم ہر ترقی کے اہل اور ہر عنایت کے
 مستحق ہو، والسلام علیک ورحمۃ اللہ! (فتوح الشام
 از دی لبصری ص ۵۳)

۲۔ فتوحاتِ شام

اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ ابوبکر صدیق نے ۳۲ھ کے حج سے واپس آکر محرم ۳۳ھ میں شام پر چڑھائی کی تیاری شروع کی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حج کے زمانہ میں انھوں نے چڑھائی کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ چڑھائی کے اسباب و محرکات کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ حج سے واپسی پر صحابی شرفیل بن حسنہ نے ایک خواب بیان کیا جس کی تعبیر تھی کہ خلیفہ شام پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیں گے، دوسرا قول ہے کہ انھوں نے فرض جہاد کی ادائیگی اور اشاعتِ اسلام کے لئے چڑھائی کی۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا طاقت ور اور بنیادی محرک رسول اللہ کی وہ پیش گوئیاں تھیں جن میں انھوں نے خوش خبری دی تھی کہ عنقریب قیصر اور کسریٰ کی حکومت اور خزانے مسلمانوں کے قبضے میں آجائیں گے اور ان کی اقتصادی زبوں حالی کا خاتمہ ہوگا۔ ابوبکر صدیق کو رسول اللہ پر بے پایاں اعتقاد تھا اور وہ ان کی پیش گوئی کو ایک شہنی حقیقت تصور کرتے تھے۔ خاص شام کے بارے میں رسول اللہ کی ایک پیش گوئی صحابی عبداللہ بن حوالہ کی زبانی سُننے: ہم لوگوں نے ایک دن رسول اللہ سے اپنے شدید افلاس و ناداری کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا میں تمھاری ناداری سے زیادہ تمھاری آنے والی خوش حالی سے اندیشہ مند ہوں، بخدا یہ اسلام اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ فارسیوں، رومیوں اور حمیریوں کے ملک فتح نہ ہو جائیں گے اور تمھاری تین بڑی چھاؤنیاں قائم نہ ہو جائیں گی: ایک شام میں، دوسری عراق میں اور تیسری یمن میں، اُس وقت تمھاری مالی حالت اتنی بہتر ہو جائے گی کہ ایک شخص ستودہ بیار تخواہ لیتے ہوئے ناک بھوں چڑھائے

لے اس وقت کی شرح سے لگ بھگ چودہ روپے اور عہد نبوی کی شرح سے پانچ روپے۔

کا: "عبداللہ بن حوالہ نے کہا: رسول اللہ شام کو کون فتح کر سکتا ہے جہاں لمبے بال والے رومیوں کی حکومت ہے: "رسول اللہ نے فرمایا: خدا تم کو ضرور شام میں رومیوں کا جانشین بنادے گا حتیٰ کہ وہاں کے سفید قمیص پوش گھٹی گدھی والے رئیس کالے عربوں کے سامنے تسلیم خم کئے حکم کے منتظر کھڑے ہوں گے اور آج تو بلاشبہ وہاں ایسے پُر تمکنت حاکم ہیں جن کی نظر میں تم ادنٹ کے چوڑکی کلی سے زیادہ حقیر ہو" (معجم البلدان یا قوت ۵/۲۲۱)

معاذ شام سے متعلق ابو بکر صدیق کے خطوط کے تین خاص ماخذ ہیں: ازدی بصری مصنف فتوح الشام (دوسری تیسری صدی ہجری)، ابن اسحاق مدنی مصنف کتاب المغازی (دوسری صدی ہجری) اور سیف بن عمر (دوسری صدی ہجری) جن کی بہت سی روایتیں طبری نے اپنی تاریخ میں جمع کر لی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ سیف بن عمر کے بیانات، ازدی بصری اور ابن اسحاق دونوں سے مختلف ہیں خاص طور پر تفصیلات اور واقعات کی ترتیب کے معاملہ میں، اور اسی طرح ازدی بصری اور ابن اسحاق کی روایات بھی جگہ جگہ غیر متوازی خطوط پر جا پڑتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں کے ماخذ اور شیوخ روایت الگ الگ ہیں، مثلاً سیف بن عمر نے اگر کوثر اور عراق کے شیوخ سے معلومات فراہم کی ہیں، تو ازدی نے بصرہ اور واسط کے شیوخ سے اور ابن اسحاق نے مدینہ اور حجاز کے علماء سے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ شیوخ روایت کے مختلف ہونے سے روایات کا مختلف ہونا تو لازم نہیں آتا۔ یہ صحیح ہے، لیکن عربی تاریخ کے معاملہ میں اختلاف روادے سے روایت میں بڑا اختلاف پیدا ہو گیا ہے، اس کے بعض اسباب ہیں جن میں سے ایک خاص اور بنیادی سبب یہ ہے کہ قرن اول کے واقعات و حوادث

تسوا سال بعد یا اس کے لگ بھگ قلمبند ہوئے اور اس عرصہ میں سیکڑوں ہزاروں افراد کے حافظوں اور زبانوں سے گذرتے رہے اور چوں کہ ان افراد کی معلومات، ذہنی قوت اور اخلاقی حالت ایک دوسرے سے مختلف تھی اس لئے ان کے بیان کردہ واقعات کی ذریت اور تفصیل میں بھی فرق پیدا کیا۔

۴۹۔ یمن کے مسلمانوں کے نام

یہ مراسلہ فتوح الشام از دی سے ماخوذ ہے۔ اس کا سیاق و سباق یہ ہے کہ شام پر چڑھائی کا ارادہ جب ابو بکر صدیق نے پتہ کر لیا تو صحابہ کی مجلس منعقد کی، چڑھائی کا منصوبہ ان کے سامنے رکھا اور رائے مانگی۔ سب نے منصوبہ کی تائید کی۔ اس کے بعد ایک عام جلسہ کیا گیا جس میں خلیفہ نے لوگوں سے شام کے محاذ پر جانے کی تلقین کی، رومی حکومت کی عربوں کے دلوں میں ایسی دھماک تھی کہ تلقین کا کچھ اثر نہ ہوا اور کسی نے سَمْعَنًا وَاَطْعَنًا نہیں کہا۔ یہ جمود دیکھ کر عمر فاروق کھڑے ہوئے اور لوگوں کو غیرت دلائی، اس کے زیر اثر ایک قرشی لیڈر خالد بن سعید شام میں جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور کہا میں میرے بھائی، غلام اور متبعین سب خلیفہ کی دعوت کو لبیک کہتے ہیں۔ مدینہ کے باہر ایک کیمپ کھولا گیا، جہاں خالد کے کنبہ کے بہت سے لوگ اور غلام و موالی جمع ہو گئے، دوسرے لوگ بھی کیمپ میں آنے لگے، خلیفہ نے کئی سالہ نامزد کئے یزید بن ابی سفیان، ابو عسید بن جراح اور شمر جلیل بن حسنہ۔ بھتی کی رفتار سست تھی، اور کئی ہفتے گزرنے کے بعد بھی جب تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا تو صحابہ کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ یمن کے مسلمانوں کو شام میں جہاد کی دعوت دی جائے اور

جب فوج کی تعداد بڑھ جائے تو چڑھائی کی جائے، چنانچہ ابو بکر صدیق نے
 یمن کے مسلمانوں کو یہ مراسلہ بھیجا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی طرف سے ان یمنی مومنوں اور مسلموں کے نام جن کو میرا
 یہ خط سنایا جائے، سلام علیکم، میں اس معبود کا سیاسی گزار
 ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، واضح ہو کہ اللہ
 نے مومنوں پر جہاد لازم کیا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ جہاد کے لئے
 جائیں پیادہ ہوں تو ہموار ہوں تو، اس نے فرمایا ہے: جہاد کرو
 اللہ کی خاطر اپنے مال اور جان سے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جہاد
 ایک ضروری فریضہ ہے اور اللہ کی نظر میں اس کا ثواب بہت ہے۔
 یہاں کے مسلمانوں کو ہم نے شام جا کر رومیوں سے جہاد کرنے کی
 دعوت دی، انھوں نے اس دعوت کو گرم جوشی سے مانا، کیمپ
 میں جمع ہوئے اور لڑنے چلے گئے، جہاد کے لئے ان کے دل میں
 سچی لگن تھی ثواب اور خوش حالی کی آرزو ان کے سینوں کو گرماتے
 تھی۔ عباد اللہ! جس جہاد کے لئے انھوں نے پیش قدمی کی آپ
 بھی کیجئے، ضروری ہے کہ آپ کے دل میں اس کی سچی لگن ہو، کیوں
 کہ دو معتمدوں میں ایک سے آپ ضرور بہرہ مند ہوں گے: شہادت
 یا مال غنیمت۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں سے اس پر راضی
 نہیں کہ اطاعت کا زبانی اقرار کریں، وہ عملی اطاعت چاہتا ہے۔
 وہ اپنے اہل عداوت کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک
 وہ ”دین حق“ کو اختیار نہ کر لیں، اور یا مسلمانوں کے ماتحت بن

کو جز یہ یاد کریں۔ اللہ آپ کے دین کی حفاظت کرے، آپ کے دلوں کو ہدایت دے، اور آپ کے اعمال کو برائیوں سے پاک فرمائے اور مجاہدین صابریں کا آپ کو اجر عطا کرے۔ والسلام علیکم“
(فتح الشام از دی ص ۶)

۵۰، ۵۱، ۵۲۔ خالد بن سعید کے نام

یہ خط اور اس کا سیاق و سباق سیف بن عمر کی روایت پر مبنی ہے۔ آپ نے ابھی پڑھا کہ شام کی فہم پر جانے کے لئے خالد بن سعید نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی اپیل پر سب سے پہلے آمادگی ظاہر کی تھی۔ یہ خالد پہلے پانچویں مسلمان اور رسول اللہ کے یمن میں افسر رہے تھے۔ آپ کی وفات پر جب وہاں بدھنی پھیلی تو یہ لوٹ آئے، مدینہ میں داخل ہوتے وقت ریشمی کپڑوں میں ملبوس تھے، ان کا گذر حضرت علی اور عمر فاروق کے پاس سے ہوا تو آخر الذکر ریشم کا لباس دیکھ کر بہت برہم ہوئے اور دونوں میں اس موضوع پر سخت کلامی ہوئی۔ حضرت علی نے نہ لباس پر تنقید کی اور نہ عمر فاروق کا پارٹ لیا۔ غالباً اس واقعہ سے متاثر ہو کر خالد بن سعید نے اس موقع پر ایسی باتیں کیں جن سے حضرت علی کی خلافت کی تائید اور ابوبکر صدیق کی خلافت سے بددلی ظاہر ہوتی تھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو ماہ تک خالد صدیق کی بیعت سے منحرف رہے۔ بہت ممکن ہے خالد نے شام جانے کے لئے سب سے پہلے جو آمادگی ظاہر کی اس کے پیچھے خلیفہ پر اپنی وفاداری اور صاف دلی ظاہر کرنے کا جذبہ کارفرما ہو۔ ابوبکر صدیق نے خالد کے اقدام کی قدر کی اور کچھلی باتوں سے ایک وسیع قلب انسان کی طرح چشم پوشی کرتے ہوئے ان کو سہ سالہ فوج

بنا کر شام بھیجے گا ارادہ کر لیا۔ لیکن حضرت عمرؓ اڑے آئے، کچھ تو بچھلی باتوں کی بنا پر اور کچھ خالد کی فوجی کم لیاقتی کی وجہ سے۔ ابو بکر صدیقؓ نے بچھلی باتوں کی طرف توجہ دھیان نہ دیا، پر فوجی تجربہ اور لیاقت کی بات کو نظر انداز نہ کر سکے، طے ہوا کہ خالد کو سہ سال نہیں بلکہ ایک مددگار اور معاون سالار کا عہدہ دیا جائے، چنانچہ ان کو تیمار نامی تخلصان بھیج دیا گیا، یہ تخلصان مدینہ سے دمشق جانے والی سڑک پر شام کی سرحد کے قریب واقع تھا اور یہاں اور اس کے پاس پاس بہت سے قبیلے آباد تھے، خالد بن سعید کی ڈیوٹی یہ تھی کہ ان قبائل کو مسخر باسلام ہونے اور شام پر چڑھائی کی دعوت دیں اور جب خلیفہ ان کو شام میں داخل ہونے یا کسی سالار کی مدد کو جانے کا حکم دیں تو اس کی تعمیل کریں، بالفاظ دیگر خالد اس بات پر مامور تھے کہ تیمار میں عرب فوجوں کی چھاؤنی قائم کریں اور اس پاس کے قبائل سے بھرتی کر کے اس چھاؤنی کی تعداد بڑھائیں تاکہ مرکز کے مامور کردہ دوسرے سالاروں کو جب شام میں مدد کی ضرورت ہو تو بروقت رسد پہنچا سکیں۔ اس چھاؤنی اور اس کی روز افزوں ترقی کی خبر جب شامی سرحد کے عرب۔ عیسائی غسانی رئیسوں اور ان کی معرفت شام کی مرکزی سرکار کو ہوئی تو ان سرحدی رئیسوں کو حکم ہوا کہ ایک فوج لے کر خالد اور ان کی چھاؤنی کا ستھرو کرنے نکلیں، آنے والے خطرہ سے خالدؓ نے خلیفہ کو مطلع کیا تو حکم آیا:۔

”ڈر کر پیچھے نہ ہٹو بلکہ سینہ تانے آگے بڑھو اور خدا سے فتح و نصرت کی دعا مانگو۔“

خالد نے حکم کی تعمیل کی، اس اثناء میں ان کی پشت پناہی کے لئے عکرمہ بن ابی جہل، ولید بن عقبہ، اور ایک مینی رئیس ذوالکلاع کی قیادت میں کچھ دستے

بھی مدینہ سے آگئے۔ وہ دھاوے مارتے مارتے سرحد شام میں داخل ہو گئے، وہاں کے عیسائی۔ عرب رئیسوں کی عرب فوجیں جو اپنے بدسی روی آقاؤں سے ناخوش تھیں، خالد بن سعید کے قریب آتے ہی تتر بتر ہو گئیں اور ان میں سے بیشتر نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ کی وفاداری اختیار کی۔ یہ خوش خبری خالدؓ نے خلیفہ کو دی تو انھوں نے لکھا :-

” احتیاط ہے پیش قدمی جاری رکھو لیکن شام کی سرحد پار زیادہ نہ گھس جانا مبادا دشمن پشتی حملہ کر کے نقصان پہنچا دے۔“

ادھر شام کی سرحد پر یہ واقعات ہو رہے تھے، اُدھر ابو بکر صدیق شام کے مختلف محاذوں کے لئے فوجیں جمع کرنے میں مشغول تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ دو فوجیں فلسطین اور اردن کی سمت رومی فوج کی توجہ خالد کی طرف سے ہٹانے کے لئے روانہ ہو چکیں تھیں۔ خالد بن سعید جہاد کے شوق اور سرحدی عرب قبائل کی وفاداری اور رہنمائی سے جو صلہ پا کر احتیاط کے جادہ سے ہٹ گئے اور سرحد پار زیادہ اندر داخل ہو گئے، ایک رومی سالار تاک میں تھا، اس نے ان سے تعرض نہ کیا اور جب وہ خوب آگے بڑھ گئے تو پیچھے سے آکر ان کی واپسی کے راستے گھیر لئے اور حملہ کر دیا اس وقت خالد مرج الصفر کے نزدیک تھے جو دمشق سے بنی میل جنوب میں ایک وسیع سرسبز علاقہ تھا، صورت حال نازک ہو گئی، ان کے سوار دستے بدحواس ہو کر عرب سرحد کی طرف بھاگ نکلے، اور ان کے مساجد اوسے مع اپنی کافی فوج کے کام آئے خود ان کو میدان چھوڑنا پڑا، چند رسالوں کے ساتھ شامی سرحد پار کر کے عربی حدود میں داخل ہوئے اور دُومروہ کے تخلصان میں (جو مدینہ کے مضافات میں تھا) پڑاؤ ڈالا، ابو بکر صدیق

کو حادثہ کی خبر بھی اور مدد طلب کی۔ خالد بن سعید کی بے احتیاط کارروائی سے خلیفہ برہم ہوئے، عمر فاروق کی رائے کی توثیق بھی ہو گئی، اب انھوں نے خالد کو فرید فوجی خدمت کے لئے نا اہل سمجھ کر یہ پُر ملامت خط لکھا :-

”جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو، (یعنی مدینہ نہ آؤ ورنہ تمھاری شکست کی خبر سے لوگوں کی حوصلہ شکنی ہوگی) میری جان کی قسم تم جیسے آگے بڑھنے میں تیز ہو ویسے ہی پیچھے ہٹنے میں بھی، مصیبتیں جب آتی ہیں تو کھاگ نکلتے ہو، فتح تک ڈٹ کر ان کا مقابلہ نہیں کرتے۔“ (سیف بن عمر - طبری ۴/ ۲۸۱-۳۱)

۵۳۔ عمرو بن عاص کے نام

خالد بن سعید کے حادثہ نے ابو بکر صدیق کے غم و عمل میں جیسے برقی رَو دوڑادی۔ مدینہ کے باہر کمپ میں جو قبیلے یمن اور مکہ کے درمیانی دیہاتوں سے آتے رہے تھے، ابو بکر صدیق ان کو خالد بن سعید کی تقویت کے لئے بھیجتے رہے تھے، اب انھوں نے فوجی فراہمی کی ہم شد و مد سے شروع کر دی اور جہاں جہاں اس کا امکان تھا وہاں ارجنٹ مراسلے بھیجے۔ فوج کے لئے مناسب سالاروں کی بھی بڑی ضرورت تھی۔ یزید بن ابی سفیان، ابو عبیدہ بن جراح، شُرہبیل بن حَسَنہ، ولید بن عقیبہ اور عکرمہ بن ابی جہل نام زد ہو چکے تھے، اور آخر الذکر دو کو تو خالد بن سعید کی پشت پناہی کے لئے بھیجا بھی جا چکا تھا۔ اس وقت وہ شام کی سرحد پر ٹھہرے رسد کا انتظار کر رہے تھے۔ باقی سالار منتظر تھے کہ کافی فوج فراہم ہو جائے تو شام کا رخ کریں، خلیفہ کی نظر انتخاب قریش کے حوصلہ مند بہادر عمرو بن عاص پر پڑی۔ وہ اس وقت

بعض عرب دیہاتوں میں مُحَصِّل زکاة کے فرائض انجام دے رہے تھے، سب سے پہلے رسول اللہ نے ان کو اس عہدہ پر مقرر کیا تھا، پھر ان کو عُمان میں جب اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو یہ وعدہ کیا کہ جب لو لو گئے تو اس عہدہ پر بحال کر دئے جاؤ گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کو ان دیہاتوں میں مُحَصِّل زکاة کی خدمت غزیتھی اور وہ اس کو چھوڑ کر عُمان جیسے دور دراز علاقہ کو جاتے ہوئے گھبرا رہے تھے۔ رسول اللہ کی وفات پر عُمان میں جب بغاوت ہوئی تو عمرو خود کو کمزور یا کر مدینہ آگئے اور ابوبکر صدیق سے رسول اللہ کا وعدہ پورا کرنے کی درخواست کی جو انھوں نے بے چون و چرا مان لی۔ عمرو بن عاص بھی عرب دیہاتوں کے مُحَصِّل زکاة مقرر ہو گئے۔ شام کی فہم کے لئے جب لاہ مقرر کرنے کا سوال اٹھا تو عمرو کا نام لیا گیا۔ وہ خوش تدبیر ہونے کے علاوہ شام کا سفر بھی کر چکے تھے اور وہاں کے حالات اور جغرافیہ سے واقف تھے۔ ابوبکر صدیق کے سامنے سوال یہ تھا کہ عمرو بن عاص کو اُس عہدہ سے کیسے الگ کریں جس پر رسول اللہ نے اُن کو مقرر کیا تھا، حکماً وہ ایسا کرتے ہوئے گھبراتے تھے، اس لئے انھوں نے یہ خط لکھا جس میں التجا کی جھلک موجود ہے۔

(”میں نے رسول اللہ کا وعدہ پورا کرتے ہوئے) تم کو اُس عہدہ پر واپس کر دیا تھا جس پر ایک بار انھوں نے تم کو مقرر کیا تھا اور عُمان بھیجتے وقت جس پر دوبارہ بحال کرنے کا انھوں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ تم ایک بار اس پر فائز رہے اور اب پھر میں ابوبکر اللہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایسے کام پر لگاؤں جو دنیا اور آخرت دونوں میں موجودہ منصب کی نسبت تمھارے لئے زیادہ مفید ہو، اَلَا یہ کہ موجودہ

عہدہ تم کو اتنا پسند ہو کہ تم چھوڑنا نہ چاہو۔“

(سیف بن عمر - طبری ۴/۲۹)

۵۴۔ عمرو بن عاص کے نام

ذیل کے قینوں مراسلے نذوسیفت بن عمر نے بیان کئے ہیں اور نہ ازدی
بصری مصنف فتوح الشام نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایت اس قدر
تاریخ کی طرف سے ہوئی ہے جس کے نمایندہ مشہور مورخ اور سیرت نگار
ابن اسحاق (م ۱۵۰ھ) ہیں، ان کی رائے ہے کہ شام کے محاذ پر ابو بکر صدیق
کے سب سے پہلے سالار عمرو بن عاص تھے، ان کے بعد دوسرے سالار بھیجے
گئے۔ یزید بن ابی سقیان اردن کی طرف، شرجیل بن حسد شام کے وسطی
زرخیز علاقہ کی طرف حوران جسے شام کا خرمن کہتے تھے اور ابو عبیدہ بن جراح
شام کے صدر مقام دمشق کو، ان میں سے کسی سالار کے پاس تین چار ہزار
سے زیادہ فوج نہ تھی، عمرو بن عاص کو فلسطین کی طرف پیش قدمی کا حکم تھا،
وہ جب فلسطین کی حد میں داخل ہوتے تو انھیں معلوم ہوا کہ ایک بڑی رومی
فوج سلطان شام ہرقل کے سکے بھائی تذارق کی کمان میں انھیں نکلانے کے
لئے بالائی فلسطین میں جمع ہو رہی ہے، اس فوج کی تعداد ستراسی ہزار بتائی
گئی، مسلمان چند ہزار سے زیادہ نہ تھے، عمرو گھبرا گئے اور مرکز سے رسد
طلب کی تو یہ جواب آیا :-

”سلام علیک، تمہارا خط آیا جس میں تم نے رومیوں کی بڑی
فوج کا ذکر کیا ہے، واضح ہو کہ خدا نے ہم کو اپنے نبی محمد کے ساتھ بڑے
لشکروں کے ذریعہ فتح عطا نہیں کی، ہم رسول اللہ کے ساتھ لڑنے
جاتے تو بس دو گھوڑے ہمارے ساتھ ہوتے اور اونٹ اتنے کم کہ
باری باری سے ہم ان پر سوار ہوتے، جنگ اُحد میں ہمارے پاس

صرف ایک گھوڑا تھا جس پر رسول اللہ سوار تھے، اس کے باوجود
 خدا ہماری مدد فرماتا اور ہمیں دشمنوں پر فتح عطا کرتا، خوب یاد رکھو
 عمرو، خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ وہ ہے جو سب سے زیادہ
 گناہوں سے دور رہے، بس تم خدا کے حکم کی تعمیل کرو (یعنی صبر
 و پامردی سے جہاد کرو) اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس حکم پر عمل کرنے
 کی تاکید کرو۔ (کنز العمال از مفتی برہان پوری، حیدر آباد،
 ہمد ۳/۱۳۵)

۵۵۔ عمرو بن عاص کے نام

مذکورہ بالا خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق نے عمرو بن عاص اور ان
 کی فوج کو ان کے اپنے بل بوتے اور تائید و یزیدی پر چھوڑ دیا اور فوج و رسد سے
 کوئی مدد نہیں کی، لیکن یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی، کیوں کہ ابوبکر صدیق
 تو کجا، کسی بھی سمجھدار آدمی کے لئے یہ روش اختیار کرنا ممکن نہ تھا، جس طرح
 ابوبکر صدیق کے دوسرے خطوط جو آپ نے پڑھے یا عنقریب پڑھیں گے، بتاتے
 ہیں کہ وہ اپنے طالب رسد سالاروں کو اگر ایک طرف جذبہ جاں فروشی اور پامردی
 سے لڑنے کی تلقین کرتے تھے تو دوسری طرف ان کو رسد و مدد کی بشارت بھی
 دیتے تھے، اسی طرح غالب خیال ہے کہ انھوں نے مذکورہ بالا خط کے ساتھ
 رسد و مدد کا ضرور وعدہ کیا ہوگا، اس مدد کا ایک پہلو یہ تھا کہ انھوں نے یزید
 بن ابی سفیان کو صوبہ اردن کی طرف جو شمال میں صوبہ فلسطین سے متصل تھا،
 بھیجا تاکہ وہ اُس بڑی رومی فوج کا کچھ حصہ اپنی طرف مائل کر لیں جو بالائی فلسطین
 میں جمع ہو رہی تھی، اور دوسرا پہلو یہ تھا کہ انھوں نے جس قدر فوج فراہم ہو سکی

بماصا ست عمرو بن عاص کی تقویت کے لئے بھیجی، لیکن جب خالد بن سمید کا حادثہ پیش آیا اور یزید بن ابی سفیان اور ابو عبیدہ بن جراح نے لکھا کہ مسلمانوں کی فوجیں بہات ناکافی ہیں اور خود عمرو بن عاص نے فرید رسد کا دوبارہ تقاضا کیا تو ابو بکر صدیق نے خالد بن ولید کو بھیجے کا ارادہ عزم کر لیا اور عمرو بن عباس کو مطلع کیا :-

”میں نے خالد بن ولید کو لکھا ہے کہ تمہاری مدد کے لئے روانہ ہو جائیں، جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور رعونت نہ دکھانا، اگرچہ سالار اعلیٰ تم ہی رہو گے پھر بھی ان سے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرنا، بلکہ سب ہی لوگوں سے صلاح لینا اور ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا“ (کنز العمال ۱۲۳/۳)

۵۶۔ فوجی سالاروں کے نام

سرحد شام میں داس ہو کر عمرو بن عاص نے وہ سارا علاقہ جہاں عربی نسل کے لوگ آباد تھے، آسانی سے اور بے جنگ فتح کر لیا، ان کی پہلی لڑائی۔ خالد بن ولید اور مدینہ کی رسد آنے سے پہلے، غزہ کے رومی حاکم سے دشن یاد اثنہ گاؤں میں ہوئی، اس حاکم کی کمان میں چند ہزار سے زیادہ سپاہی نہ تھے، طرفین میں زوردار لڑائی ہوئی، رومی سالار شکست کھا کر بھاگا، اس کے تعاقب میں یزید بن ابی سفیان روانہ ہوئے۔ وہ اپنے مفوضہ علاقہ سے عمرو بن عاص کی مدد کے لئے دوڑتے چلے آ رہے تھے لیکن اُن کے شریک جنگ ہونے سے پہلے ہی دشمن میدان چھوڑ چکا تھا، دوران تعاقب میں ان کو معلوم ہوا کہ بحر طیب کے جنوب کی نشیبی اراضی میں جسے غزہ کہتے اور اب بھی کہتے ہیں، رومیوں کی ایک

فوج مسلمانوں کی طرف بڑھی چلی آرہی ہے، یزید نے چند دستے اُس سے مقابلہ کے لئے بھیجے، جنگ میں رومی مارے اور ان کا ایک سالار مارا گیا، فتح کا پرچا کرنے کے لئے اُس کا سر مدینہ بھیجا گیا، ابو بکر صدیق قطعاً محفوظ نہ ہوئے، بلکہ ان کی طبیعت مکر رہی اور انھوں نے یہ فرمان سالاروں کو بھیجا :-
 ”میرے پاس سر نہ بھیجا کرو، خط اور خبر بھیجنا کافی ہے۔“
 (شرح السیر الکبیر حسنی، دائرۃ المعارف حیدرآباد ہند، ۱/۷۸)

۵۷۔ عمرو بن عاص کے نام

یہ خط بے سیاق و سباق ہے، بہت ممکن ہے عمرو بن عاص کو لکھے کسی خط کا حصہ ہو جسے راویوں نے مستقل خط قرار دے دیا ہو :-
 ”واضح ہو کہ تم رسول اللہ کی اس وصیت سے خوب واقف ہو جو انھوں نے انصار کے حق میں کی تھی۔ ان کے نکو کاروں کی بات مانتا اور ان کے خطا کاروں کی خطا سے درگزر کرنا۔“
 (کنز العمال ۲/۱۶۳)

۵۸۔ عمرو بن عاص کے نام

مذکورہ بالا خط کی طرح اس کے سیاق و سباق پر بھی کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی :-

”رسول اللہ جنگی معاملات میں ہم سے مشورہ کرتے تھے، تم بھی ایسا ہی کرو۔“

(کنز العمال ۲/۱۶۳)

۵۹۔ فوجی سالاروں کے نام

سیف بن عمرو اور ان کے شیوخ کی رائے ہے کہ خالد بن سعید کے حادثہ کے بعد ابو بکر صدیق نے چار لشکر تیار کئے اور شام کو چار محاذوں میں بانٹا: حمص (شمالی شام)، دمشق (صدر مقام)، اُردُن (زرخیز غلہ سے بھر پور علاقہ دریا تے اُردن کے مشرق میں) اور فلسطین (جنوبی شام) حمص کا محاذ ابو عبیدہ بن جراح کے سپرد کیا گیا، دمشق کا یزید بن ابی سفیان کے، اُردُن کا شُرعیل بن حَسَنہ کے اور فلسطین کا عمرو بن عاص کے، دوسرا اور زیادہ قرین قیاس قول یہ ہے کہ ابو عبیدہ صدر مقام دمشق کے لئے نام زد تھے، یزید اس سے متصل بلقار کے لئے جہاں کثرت سے غلہ ہوتا تھا، شُرعیل اُس سے متصل ضلع اُردن کے لئے (جو بلقار کی طرح خوب زرخیز تھا) اور عمرو اس سے متصل صوبہ فلسطین کے لئے۔ عمرو بن عاص نے بحر قلزم کی ساحلی سڑک سے فلسطین کا بُخ کیا، دوسرے سالاروں نے مدینہ سے دمشق جانے والی شاہراہ سے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرے سالاروں کے راستے مختلف تھے، نیز یہ کہ صرف یزید بن ابی سفیان مدینہ سے دمشق جانے والی راہ سے روانہ ہوئے، اس چار طرفہ پورش کی خبر جب قیصر روم اور (سلطان شام) کو ہوئی تو وہ پورے اہتمام سے فوجی تنظیم و ترتیب میں لگ گیا، کئی ہفتہ کی بلیغ کوشش کے بعد ایک بڑا لشکر تیار ہوا جس کی تعداد عرب مورخ دو لاکھ سے زیادہ بتاتے ہیں۔ اس لشکر کو کئی حصوں میں بانٹا گیا اور ہر حصہ کو ایک تجربہ کار سالار کی قیادت میں مسلمان فوجوں سے جہاں جہاں وہ تھیں متصادم ہونے کے لئے مقرر کیا گیا۔ مسلمانوں کی تعداد ایک روایت میں ستائیس اٹھائیس ہزار اور دوسری میں چھیالیس ہزار بتائی گئی ہے۔ رومیوں کی اتنی بڑی

کی تجویز کے بموجب ”یرموک“ میں جمع ہو گئے ہیں، ہمارے سامنے دشمن کا لشکر
جراکیل کا نٹے سے لیس حملہ کا منتظر ہے، اور گو ہمارا بھروسہ خدا اور اس کے کرم
پر ہے، پھر بھی ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہماری فوج کم اور ہمارے ہتھیار نارسا ہیں،
ہمیں رسد کی سخت ضرورت ہے۔ خلیفہ نے محسوس کیا کہ مسلمان رسد سے زیادہ
ایک ایسے سالار کے محتاج ہیں جو ان کے دلوں کو گرمادے اور ان میں خود اعتمادی
کا شعور پیدا کر سکے۔ ایسا سالار ان کو خالد بن ولیدؓ میں نظر آیا، جو اس وقت حیرہ
کے شمال مغرب میں مشرقی فرات کے قصبوں اور فوجی نقطوں کو رام کرتے دریا کے
کنارہ کنارہ شام اور جزیرہ (میسوپوٹامیہ) کی سرحد تک پہنچ کر حیرہ واپس ہو رہے
تھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے ان کو یہ ارجنٹ مراسلہ بھیجا (صفر ۳) :-

”تم چل دو اور مسلمان فوجوں سے ”یرموک“ میں جا ملو۔
رومیوں نے اُن کو غم گین کر رکھا ہے جس طرح انھوں نے رومیوں
کو۔ خبردار! پھر تم وہ حرکت نہ کرنا جو تم نے کی۔ خدا کے فضل سے
کوئی دوسرا دشمن کو (زک دے کر) ایسا غم گین نہیں کر سکتا جیسا
کہ تم کر سکتے ہو، نہ کوئی دوسرا مسلمانوں کے دلوں کی کلی کھلا سکتا ہے
جیسا تم کھلا سکتے ہو۔ اے ابوسلمان! دعا رہے کہ جہاد کی لگن اور
خدا کے انعام سے تم ہمیشہ بہرہ ور رہو، اس لگن کو پایہ تکمیل تک
پہنچا دو، خدا انعام بھی پورا پورا دے گا، تمکنت تمھارے دل میں
ہرگز داخل نہ ہو ورنہ تمھارا سارا کیا دھرامٹی میں مل جائے گا اور خدا
تمھاری مدد سے ہاتھ اٹھالے گا۔ اپنے کسی کام پر بھروسہ بھی نہ کرو، کیوں
کہ کامیابی کا مدار (انسانی کوشش پر نہیں) اللہ عزوجل کے لطف و
احسان پر ہے۔ اچھے بُرے عمل کی جزا بھی اس کے ہاتھ میں ہے“

”خبردار پھر تم وہ حرکت نہ کرنا جو تم نے کی“ اس کا اشارہ خالد کے خفیہ جج کی طرف ہے، ذوالقعدہ ۳۸ھ میں خالدؓ نے فراضؓ پر رومی و فارسی فوجوں کو شکست دی اور ابلہ سے لے کر فراض تک مشرقی و مغربی قرات کے سارے گاؤں دیہات اسلام کے ماتحت آگئے، اس وقت ان کے دل میں خفیہ جج کا شوق پیدا ہوا، جج کو خفیہ رکھنے کا صحیح سبب ہم کو نہیں معلوم، وہ فوج کے پشتی دستوں کے ساتھ تھے، چند منتخب ساتھیوں کو لے کر چوبیس یا پچیس ذوالقعدہ کو فراض سے مکہ کو روانہ ہوئے، اور ایک دشوار گزار مگر چھوٹے راستے سے بھیس بدل کر مکہ میں داخل ہوئے، جج کر کے دھاوے مارتے لوٹے اور بھی فوج کے پشتی دستے حیرہ پہنچے بھی نہ تھے کہ ان سے آئے۔ خلیفہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے خالد کا یہ فعل ناپسند کیا اور خط میں وہ جملہ لکھا جو آپ پڑھا آئے ہیں۔ اکثر مورخ اس خفیہ جج کے منکر ہیں، اس کی روایت اور تائید بس سیف بن عمر نے کی ہے۔

۶۱۔ خط کی دوسری شکل

”اپنی فوج لے کر چل دو اور مسلمانوں سے یرموک“ میں جاؤ۔
رومیوں نے اُن کو غم گین بنا رکھا ہے۔ کوئی دوسرا دشمن کو زک دے کر (السا غم گین نہیں کر سکتا جیسا تم کر سکتے ہو اور کوئی مسلمانوں کے دل کی کلی تمھاری طرح نہیں کھلا سکتا۔ ابو سلیمان خدا سے دعا ہے کہ جہاد کی لگن اور خدا کے انعام سے تم ہمیشہ بہرہ ور رہو۔
اس لگن کو پایہ تکمیل تک پہنچا دو، خدا انعام بھی پورا پورا دے گا۔

لے شرقی ساحل فزات پر عراق۔ جزیرہ۔ شام کی سرحد۔

تمکنت ہرگز تمہارے دل میں داخل نہ ہو ورنہ تمہارا سارا کیا دھرا
 برباد ہو جائے گا، اور خدا تمہاری مدد سے ہاتھ اٹھالے گا، اپنے
 کسی کام پر بھی بھروسہ نہ کرو، کیوں کہ کامیابی کا مدار (انسانی کوشش
 پر نہیں) اللہ عزوجل کے لطف و کرم پر ہوتا ہے، اچھے بُرے عمل کی
 جزاء بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ مثنیٰ بن حارثہ کو عراق میں پناہ مانگ
 بنا دو، اور جب خدا کے فضل سے مسلمان شام فتح کر لیں تو تم اپنے
 عہدہ پر عراق لوٹ جانا۔ (تجارب الامم تعلیمی، رقم ۴۶۴، ۴۶۵،
 ۱۸۳/۱ - ۱۸۴ دارالکتب قاہرہ)

۶۲۔ خط کی تیسری شکل

” واضح ہو کہ جب تم کو میرا یہ خط ملے تو ان لوگوں کو چھوڑ کر جو تمہارے
 عراق پہنچنے سے پہلے وہاں موجود تھے، چل دو اور اپنی فوج کے
 ان مردانِ کار کو ساتھ لوجو یا مد میں تمہارے ہم رکاب تھے یا یا نہ سے
 عراق کے سفر میں تم سے آئے تھے یا حجاز سے تمہارے پاس آ گئے
 تھے، بجلت تمام شام کا رخ کرو۔ اور ابو عبیدہ اور ان کی فوجوں
 سے مل جاؤ، وہاں پہنچ کر ساری فوج کے سالار اعلیٰ تم ہو گے،
 والسلام علیک۔“ (فتوح الشام از دی بصری ص ۵۷-۵۸)

یہاں ایک تصریح ضروری ہے اور وہ یہ کہ قدیم عرب مورخوں میں صرف سیف
 بن عمر سے منقول روایت میں ”جنگ یرموک“، ابو بکر صدیق کے عہد میں دکھائی
 گئی ہے، یرموک، بحر طبریہ کے قریب ٹھیک جنوب میں اُس اہم شہر پر واقع تھا
 لہٰذا خالد کے آنے سے پہلے ابو عبیدہ کمانڈران چیف تھے۔

جو بیت المقدس سے دمشق جاتی تھی، دوسرے سارے مورخ مثلاً ابن اسحاق، ابو مخنف، مدائنی اور ازدی بصری، متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ جنگ یرموک ۱۵ھ میں واقع ہوئی جب عمر فاروق خلیفہ تھے، نیز یہ کہ ابو بکر صدیق کے عہد میں جوڑی جنگ ہوئی اور جس کے لئے خالد بن ولید کو محاذ عراق سے ہٹا کر محاذ شام بھیجا گیا، وہ ۳۵ھ میں یعنی ابو بکر صدیق کی وفات سے بیس پچیس دن پہلے فلسطین کے شہر أجنادین میں لڑی گئی تھی، یہی تاریخ دونوں کے ہیر پھیر سے سیف بن عمر نے جنگ یرموک کی بھی دی ہے، یرموک سے اجنادین کوئی اسی توتے میل جنوب میں تھا، اس پر لیشان کن اختلاف کو دور کرنے کا ہالینڈ کے مستشرق ڈی غوئے نے بیڑا اٹھایا اور فلسطین کے پرانے شہروں کی چھان بین کی، انھیں اجنادین کے قریب ایک شہر کا سراغ ملا جسے عبرانی زبان میں یرموث یا یرموث کہتے تھے، عرب جغرافیہ نویسوں نے اجنادین کی جو جائے وقوع بتائی ہے، یرموث اس کے قریب واقع تھا، اس دریافت سے ڈی غوئے نے یہ نتیجہ نکالا کہ سیف بن عمر کا یرموک، یرموث کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور یہ وہ یرموک نہیں جہاں ۱۵ھ میں بعد فاروق شام کی فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ (مذکرات دی غوئے متوفی ۱۹۱۷ء از فتح العرب للشام تالیف جارج مرعی حداد بیروت ۱۹۳۱ء ص ۵۴) لیکن ڈی غوئے کی اس دریافت اور تاویل سے ہماری مشکل دور نہیں ہوتی کیوں کہ سیف بن عمر نے جنگ یرموک کا جہاں پلاٹ رکھا ہے اور اس کے گرد و پیش کے جغرافیہ کی طرف جو اشارے کئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ یرموک سے اجنادین کے قریب والا یرموث مراد نہیں بلکہ دریائے یرموک کے کنارہ بحیرہ طبریہ کے جنوب میں بیت المقدس سے دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع وہ جنگشن مراد ہے جہاں بقول اکثر مورخین عمر فاروق کے عہد میں جنگ ہوئی تھی۔

۶۳۔ فوجی سالاروں کے نام

جب مسلمان شام میں داخل ہوئے اور وہاں خرید و فروخت شروع کی تو ابو بکر صدیق نے لکھا :-

”تم ایسے ملک میں جا پہنچے ہو جہاں سودی کاروبار کو فروغ حاصل ہے، لہذا اگر تم سونے سے سونا یا چاندی کے سکوں سے چاندی کے سکے خریدو تو ضروری ہے کہ دونوں وزن میں برابر ہوں، اسی طرح غلہ سے غلہ خریدنا ہو تو جس پیمانہ سے خریدو اسی سے برابر ناپ کر بیجو۔“ (ابن راصویہ - کنز العمال ۲/۲۳۱)

کہا جاتا ہے کہ اس قانون کے واضع رسول اللہ تھے، اس کی رو سے نہ تو کسی شخص کو زیورات یا گھڑا ہوا سونا چاندی نفع سے بچنے کی اجازت تھی اور نہ ایک قسم کا غلہ اس کی بہتر قسم سے کمی بیشی کے ساتھ یا دوسرے غلہ سے نفع لے کر خرید و فروخت کی رخصت۔ اس قانون کی مصرت تجارت کے لئے ظاہر ہے، اگر واقعی رسول اللہ نے یہ قانون بنایا تھا تو اس کا ذمہ دار اس اقتصادی ناہمواری اور سودی گرم بازاری کو سمجھنا چاہتے جو عربوں میں پائی جاتی تھی۔ معاشی اعتبار سے ان کے دو طبقے تھے : ایک نادار و قلاش، اور اکثر لوگ ایسے ہی تھے، اور دوسرا خوش حال طبقہ، جس کی نمایندگی ثقیف، قریش، یہودی، عیسائی اور مجوسی کرتے تھے، یہ لوگ تاجر بھی تھے اور مہاجن بھی، سود کی شرح بہت تھی، یہ ایک ایسا جال تھا جس میں ایک دفعہ پھنس کر پھر نکلنا محال تھا، مجبور ہو کر اگر کسی کو دس روپے قرض لینا ہوتے تو عرب مہاجن اسے ہر ماہ دس یا بیس روپے سیکڑہ سود پر قرض دیتے، سود دینے والے کی کمر توڑی تھی، لینے والے میں بھی

جرم اور خود غرضی کے صفات فروغ پاتے، یہ حالات تھے اور سود کی یہ بھیانگ شکل تھی جس کی وجہ سے سود حرام ٹھہرایا گیا، اور چوں کہ مرض سخت تھا اس لئے اس کے علاج میں بھی مبالغہ اور شدت سے کام لیا گیا، وہ لین دین بھی سودی قرار دیا گیا جس میں سود کا شائبہ ہوتا، ایک صحابی اپنی بیوی کے جھانجن بیچنے بازار جا رہے تھے کہ ان کی ملاقات ابو بکر صدیق سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا: جھانجن کہاں لئے جا رہے ہو؟ صحابی: مجھے روپیہ کی ضرورت ہے، بیچنے جا رہا ہوں، ابو بکر صدیق: میرے ہاتھ بیچ دو، مجھے چاندی کی ضرورت ہے، ترازو منگا یا گیا، ابو بکر صدیق نے ایک پلڑے میں جھانجن رکھے اور دوسرے میں (چاندی کے) درہم، جھانجن ایک دانق یعنی بقدر پونے چار رتی زیادہ تھے، ابو بکر صدیق نے کہا: اتنی چاندی میں تمہیں بعد میں دے دوں گا، صحابی: اس کی کیا ضرورت ہے، آپ سکے دے کر چاندی لے رہے ہیں، ایک دانق اس کا معاوضہ سمجھ لیجئے، ابو بکر صدیق: یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ نے کہا ہے: سونے کے عوض ہم وزن سونا، چاندی کے عوض ہم وزن چاندی لینا چاہیے، جو زیادہ لے یا زیادتی کا مطالبہ کرے دوزخ میں جلیے گا۔

ان صحابی کا نام ابورافع ہے، یہ رسول اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور زیور سازی ان کا پیشہ تھا، ایک دن عمر فاروق کے پاس آئے اور کہا: میں سونے کے زیور بنانا ہوں اور اُسے سکوں کے ہم وزن بیچ کر گھڑائی کی مزید اجرت وصول کرتا ہوں بولے: نہیں، الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَذُنَابُوزٍ لَا تَأْخُذُ فَضْلًا فَإِنَّهُ رِبَاٌ“

رسول اللہ کے موزنی بلالؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس گھٹیا قسم کی کھجور تھی میں بازار گیا اور اُسے دے کر اُس کی آدمی بڑھیا قسم کی کھجور خرید لی اور

لاکر رسول اللہ کی خدمت میں پیش کی، اس کو چکھ کر رسول اللہ نے تعریف کی اور پوچھا: کہاں سے لائے؟ میں نے بتایا گھٹیا دے کر لی ہے، بولے: اسے لے جاؤ اور جس سے خریدی ہے اُس کو دے کر اپنی لوٹالو، پھر اُسے گیہوں یا جو کے بدلے بیچو، پھر گیہوں یا جو سے یہ کھجور خرید کر مجھے دینا، (کنز العمال ۲/۲۳۲-۲۳۳)

اُردی بصری کی فتوح الشام

شام کے اکثر خطا وران کے سیاق و سباق فتوح الشام اُردی سے لئے گئے ہیں۔ اُردی نے شام کی فتح جس خوبی سے بیان کی ہے، کسی دوسرے عربی مورخ نے نہیں کی۔ ان کے بیانات میں تفصیل ہی نہیں، خاصہ ربط اور تسلسل بھی موجود ہے، اس آخری صفت سے عربی کی اکثر تاریخیں عاری ہیں۔ اُردی نے ہانی کمانڈر اور محاذ شام سے متعلقہ حالات خاصی وضاحت سے بیان کئے ہیں، اور ایسی نئی تصریحات کی ہیں جن کو ٹرہر کر ابو بکر صدیق کی سیرت میں بلندی اور جاذبیت پیدا ہو گئی ہے۔ ان تصریحات کے ضمن ابو بکر صدیق کی اُن ہدایات کو خاص مرتبہ حاصل ہے جو محاذ پر بھیجتے وقت وہ اپنے سالاروں کو دیا کرتے تھے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

محاذ پر بھیجتے وقت ابو بکر صدیق کی سالاروں کو ہدایات

اپنے پہلے سالار شام یزید بن ابی سفیان کو مدینہ سے وداع کرتے وقت انھوں نے کہا:

”یزید! میری ہدایت ہے کہ خدا سے ڈرتے رہنا، اس کی

اطاعت کرنا، اور اس کی رضا کو ہر دوسری رضا پر ترجیح دینا، دشمن سے جنگ میں خدا تم کو فتح نصیب کرے تو کسی کے گھلے میں لوہے کا طوق (یا پیروں میں بیڑیاں) نہ ڈالنا، نہ کسی کا مثلہ کرنا، نہ دشمن سے دھوکہ اور بے وفائی کرنا۔ (لڑائی میں) بُزدلی نہ دکھانا، نہ بچوں کو مارنا، نہ بوڑھوں اور عورتوں کو، کسی پھل دار درخت کو مت کاٹنا اور نہ سمجھور کے درختوں کو برباد کرنا، کسی جانور کی کوئی نچیں نہ کاٹنا الا یہ کہ اُس کا گوشت کھانے کے لئے ایسا کرنا پڑے۔ تمہارا گذرا ایسے لوگوں سے ہو گا جو خالق ہوں میں راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں، جو کہیں گے ہم نے اپنی زندگی خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دی ہے، ان سے تعرض نہ کرنا، اور ایسے لوگ بھی تمہیں ملیں گے جن کے بیچ سرِ شیطان نے مانگ نکالی ہو گی اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں یا جزیہ دے کر اسلام کی ماتحتی قبول نہ کریں تو تم اُن کی مانگوں پر تلواریں مارنا اور یاد رہے خدا اُن لوگوں کی ضرور مدد کرتا ہے جو اُس کے اور اُس کے نبی کے لئے قربانی کرتے ہیں، تم (شام میں) میرے پہلے سالار ہو، میں نے تم کو بہت سے مغزِ مسلمانوں کا حاکم بنا دیا ہے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان کے حقوق و آبرو کی حفاظت کرنا، ان کے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آنا، اور اپنے معاملات میں اُن سے مشورہ کرنا.....“

(فتوح الشام ص ۸)

جب دوسرے اور بڑے سالار ابو عبیدہ بن جراح کو چ کی تیاری مکمل

کر چکے تو ابو بکر صدیق ان سے ملنے آئے اور کہا :

”میری باتیں گوشِ ہوش سے سنو، تمھاری فوج میں بہت سے معزز، خاندانی اور صلح لوگ ہیں، اور ایسے شہسوار جو اسلام سے پہلے ”ننگ و ناموس“ کی خاطر لڑتے تھے اور آج سچی لگن سے انعامِ ایزدی کے لئے لڑنے جا رہے ہیں ان سب اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، حق و انصاف کے معاملہ میں سب لوگ تمھاری نظر میں برابر ہوں

.....“ (فتوح الشام ص ۸)

ابو عبیدہؓ کی فوج میں یمن کی ایک مقتدر شخصیت تھی، قیس بن ہبیرہ مکشوح مرادیؓ، یہ اسود عتسی کے کمانڈران چیف رہ چکے تھے اور کئی یمنی قبیلان کے زیر اثر تھے، جنگ کا بڑا تجربہ اور جنگی معاملات کی گہری سوچ بوجھ رکھتے تھے۔ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر شام میں لڑنے کی غرض سے مدینہ آ گئے اور ابو عبیدہؓ بن جراحؓ کے لشکر میں ضم کر دئے گئے۔ ابو بکر صدیقؓ نے ان الفاظ میں ابو عبیدہؓ سے اُن کی سفارش کی :

”تمھارے ساتھ ایک بڑا معزز آدمی ہے، عربوں کا ایک بڑا شہسوار، جس کی رائے اور بہادری سے مسلمان نہ تو جنگ اور نہ جنگی معاملات میں بے نیاز ہو سکتے ہیں، اُس کو اپنا مقرب بنائے رکھنا، اور لطف و کرم سے اُس کے ساتھ پیش آنا، اس پر ظاہر کرنا کہ وہ تمھارے لئے ضروری ہے، اور تم ہر طرح اس کے قدر دان ہو، یہ رویہ رکھو گے تو وہ تمھارا خیر اندیش رہے گا، اور

تمہارے دشمن سے پوری کوشش اور لگن سے لڑے گا۔“

(فتوح الشام ص ۲۱)

اب سُنئے قیس بن ہبیرہ سے انہوں نے کیا کہا:

”تم کو ابو عبیدہ کے ساتھ جن کا لقب ”امین“ ہے بھیج رہا ہوں، جن کی شان ہے کہ ظلم سہتے ہیں لیکن خود ظلم نہیں کرتے، ان سے کوئی برا سلوک کرتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں، اگر کوئی تعلق توڑتا ہے تو وہ جوڑ دیتے ہیں، مسلمانوں پر بڑے مہربان ہیں، کافروں کے ساتھ نہایت سخت، ان کے حکم سے سرتابی یا ان کی رائے سے انحراف نہ کرنا، وہ تمہیں ایسا حکم نہ دیں گے جس میں خیر اور بھلائی نہ ہو، میں نے ان کو تاکید کر دی ہے کہ تمہاری بات سنیں اور تمہارے مشورہ پر عمل کریں، تم ان کو جو رائے بھی دو اس میں خدا کا خوف ضرور ملحوظ ہو، عہد جاہلیت میں جب گناہ کا دور دورہ تھا، ہم سنتے تھے کہ تم ایک معزز، بہادر اور تجربہ کار سردار ہو، اب تم اپنی شجاعت و لیاقت کو اسلام کی سرملبندی کے لئے مشرکوں کے خلاف صرف کر دو، اس خدمت کا خدا بڑا انعام دے گا.....“ (فتوح الشام از دی ص ۲)

خالد بن سعید بن عاصؓ کو شام رخصت کرتے وقت ابو بکر صدیقؓ نے فہمائش کی:

”تم نے میری رہنمائی کے لئے بہت اچھی نصیحتیں کیں جو میں نے گرہ میں باندھ لی ہیں، اب میں تم کو کچھ ہدایتیں کرتا ہوں، غور سے سنو اور ان پر کاربند ہو، تم اسلام کے پُرانے شیدائی اور

کارکن ہو اور اس حیثیت سے تمہارا مرتبہ بہت بلند ہے، لوگ تمہاری طرف دیکھتے ہیں اور تمہارے مشورہ پر عمل کرتے ہیں، تم شام میں جہاد کرنے جس کا انعام خدا کی میزان میں بہت ہے، جا رہے ہو، اور مجھے اُمید ہے کہ تم نے سچے دل سے خدا کی خوشنودی اور اُس کے انعام کی خاطر جان دینے کا ارادہ کر لیا ہے، تمہاری سیرت ایسی ہونی چاہئے کہ ”عالمِ دین“ دین پر ثابت قدم رہیں اور ”جاہل“ دین سے دل چسپی لے کر اچھے پیرو بن جائیں، مفسدہ پرداز نادانوں کو ڈانٹ ڈپٹ میں رکھنا، عام مسلمانوں کے خیر خواہ رہنا، سب سالار کو ایسے مشورے دینا جن سے حق کا بول بالا اور مسلمانوں کا بھلا ہو، تمہارا ہر کام ”خوشنودیِ مولا“ کے لئے ہو اور اس احساس سے گویا تم اُس کو دیکھ رہے ہو، خود کو مُردوں میں شمار کر لو، ہم سب عنقریب مریں گے، پھر دوبارہ جلائے جائیں گے اور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا، خدا ہمیں اور تمہیں توفیق دے کہ اس کی نعمتوں کا گُن گائیں اور اُس کی سزا سے ڈرتے رہیں۔“ (فتوح الشام از دی ص ۱۸)

چڑھائی کے وقت شام کی حالت

شام کی فتح میں مسلمانوں کی اچھی سیرت نے تو یادری کی ہی، کچھ حالات نے بھی اُن کا ساتھ دیا۔ ہجرت سے کوئی چھ سال پہلے فارسیوں نے شام پر حملہ کر کے ملک کو پامال کر ڈالا تھا، کئی سال بعد رومی حکومت پھر شام میں لوٹ آئی، وہاں کے عوام دنیا کی دوسب سے بڑی (کسروی اور قیصری) بادشاہتوں

کا تجربہ کر چکے تھے، اور یہ تجربہ تلخ تھا، دونوں کے نظام جابرانہ، حاکم ظالم اور فوجیں دست دراز تھیں، اس کے علاوہ شام میں عیسائی مذہبی تعصب نے ایک طبقہ کو سر بلند بنادیا تھا اور دوسرے کو ذلیل و مقنوب، رومی حکومت کا شام پر دوبارہ قبضہ ہوا تو لگان اور ٹیکس بڑھادئے گئے، فلسطین کے جنوب میں عرب شام سرحد کے (غسانی) عرب رتھیوں کو جو سالانہ مددی جاتی تھی، بند کر دی گئی، جس سے وہ بددل ہو گئے اور عربوں کا جیسا مقابلہ کرنا چاہتے تھے کیا۔

ایک رومی مورخ کا حوالہ دیتے ہوئے پروفیسر ہٹی نے اپنی تاریخ عرب میں لکھا ہے: ”رومی حکومت عرب شام سرحد کے قلعوں کی داشت و پرداخت سے غافل ہو گئی تھی۔ ستمبر ۶۲۹ء میں رومیوں نے جب رسول اللہؐ کے بھیجے رسالوں کو بمقام موتہ شکست دی تو ہر قتل نے وہ سالانہ مدد بند کر دی جو بحر میت کے جنوب اور مدینہ سے غزہ جانے والی سڑک پر آباد قبائل کو دی جاتی تھی۔“ (تاریخ عرب از فیلیپ ہٹی ۱۹۳۴ء ص ۱۴۳ و خلافت کا عروج و زوال از سر ولیم میور ۱۹۳۲ء ص ۶۵)

ان سب باتوں کا اثر یہ ہوا تھا کہ شام کے بہت سے لوگ جن میں عوام، خواص اور مذہبی پیشوا سب شامل تھے رومی حکومت سے بددل ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کو انھوں نے اپنے آقاؤں سے بہتر پایا، مسلمانوں کا ٹیکس (جزیہ) بہت ہلکا تھا، جس کو وصول کر کے وہ نہ تو فوجی خدمت کا مطالبہ کرتے، نہ بے کار لیتے اور نہ رعایا کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرتے۔ از دی نے لکھا ہے کہ جب مسلمان کئی طرف سے شام میں گھس پڑے تو وہاں کی حکومت

نے شہر شہر گاؤں گاؤں مراسلے بھیجے اور رعایا کو حملہ آوروں سے لڑنے کی دعوت دی بہت سے لوگ اس دعوت پر فوج میں بھرتی ہو گئے لیکن ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جو فوجی خدمت سے گریزاں تھے، جن کی ہمدردیاں عربوں کے ساتھ تھیں، جو دل سے چاہتے تھے کہ عرب جیتیں اور رومی حکومت کا خاتمہ ہو۔ (فتوح الشام از دی ص ۳۶)

شام پر چڑھائی اوائل ۳۸۵ء میں ہوئی لیکن سارے ملک پر قبضہ کرنے میں لگ بھگ چھ سال لگے اس عرصہ میں متعدد جنگیں ہوئیں جن میں دو بڑی سنگین تھیں: ایک جنگ اُجنادین، دوسری جنگ یرموک۔ اُجنادین کی جنگ، ابو بکر صدیق کی وفات سے کچھ دن پہلے یعنی جمادی الاولیٰ ۳۸۵ء میں واقع ہوئی اور جنگ یرموک ۳۸۵ء میں جب عمر فاروق خلیفہ تھے، اکثر مورخوں کی یہی رائے ہے۔

۶۳۷۔ ابو عبیدہ بن جراحؓ کے نام

جس وقت ابو بکر صدیق کے الگ الگ بھیجے۔ تین لشکر سرحد شام پہنچے اس وقت قیصر روم عیسائیت کے بڑے مرکز فلسطین میں مقیم تھا، اس کو خبر ملی کہ عربوں کے کئی لشکر دھاوے مارتے چلے آ رہے ہیں، ان کے نبی نے بشارت دی ہے کہ وہ شام فتح کریں گے، اس بشارت کو وہ شدنی امر سمجھتے ہیں اور ان کو اس پر اتنا اعتماد ہے کہ انھوں نے بیوی بچوں کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ قیصر نے سارے ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا، اس کی ساری دلچسپیاں سمٹ کر نئے خطرہ کے مقابلہ پر مرکوز ہو گئیں علاقہ کے رومی حکام اور عیسائی عرب رئیسوں کا ایک ارجنٹ جلسہ بلایا اور تقریر کی:

”دین مسیح کے ماننے والو! خدا تم پر بڑا مہربان تھا، اس نے تمہارے دین کو عزت و شرف بخشا اور اس کو فارسیوں، ترکوں بلکہ ساری اقوام پر غالب اور فاتح بنا دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ تم اپنے رب کی کتاب اور نبی کی اعلیٰ سنت پر عمل کرتے تھے۔ جب تم بدل گئے اور تمہاری سیرت خراب ہو گئی تو عربوں کو حوصلہ ہوا کہ تم پر حملہ کریں، بخدا میں نے کبھی ان کو درخور اعتنا نہیں سمجھا، اور نہ کبھی مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ ہم ان کے حملہ کی آزمائش میں ڈالے جائیں گے، وہ تنگے پیر، تنگے جسم اور بھوکے چلے آ رہے ہیں، بنجر زمین اور بارش کے قحط اور افلاس نے ان کو مجبور کر دیا ہے کہ تمہارے ملک پر حملہ کریں۔ ان کا مقابلہ کرنے نکل کھڑے ہو، اپنے دین، اپنے وطن، اپنی عورتوں اور بچوں کی خاطر اُن سے لڑو، میں عازم سفر ہوں، تمہاری ضرورت بھر دیں اور سوار فوج بھیجوں گا، میں نے تمہارے سالار مقرر کر دئے ہیں ان کا کہا ماننا۔“ (فتوح الشام از دی ص ۲۲)

فلسطین میں تیاری مکمل کر کے قیصر شام کے صوبائی صدر مقاموں کے دورہ پر نکلا۔ پہلے دمشق (وسطی شام) آیا اور وہاں کے حکام و رؤسا کو بھرتی کے احکام دے کر اس سے متصل (شمالی صوبہ کے صدر مقام) حمص پہنچا اور یہاں تقریر و تلقین سے لوگوں میں جنگی جوش پیدا کر کے، انطاکیہ کا رخ کیا انطاکیہ شام کی شمالی سرحد کے قریب پہاڑوں کی گود میں ایک محفوظ شہر تھا، اس سے آگے قیصر کی وہ قلمرو شروع ہو جاتی تھی جس پر اس کے آباء و اجداد

کی پشت ہا پشت سے براہ راست حکومت تھی، انطاکیہ کو اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا عربوں سے جنگ کی اعلیٰ نگرانی اپنے ہاتھ میں لی اور میسوپوٹامیا، آسیا صغریٰ، ارمینیا اور سلطنت کے دوسرے صوبے داروں کو فوجوں اور ہتھیاروں کے لئے تاکید فرما کر بھیجے۔

اس اشار میں ابو بکر صدیق کے مامور کردہ سالار سرحد پار کر کے شام میں داخل ہو چکے تھے، کئی چھوٹی لڑائیاں بھی ہوئیں جن میں حملہ آور جیتے، اور کئی قلعوں کا محاصرہ ہوا جن کے حاکموں نے صلح کر لی۔ قیصر کے انطاکیہ پہنچنے کے کچھ دن بعد ابو عبیدہؓ نے جابیہ پر قبضہ کر لیا، جابیہ دمشق سے بیس چیس میل جنوب مشرق میں سرحد شام کے مضافات میں ایک گاؤں تھا، اس کے آس پاس مزرعہ بستیاں تھیں جہاں پانی، غلہ اور چارہ کی بہتات تھی۔ ابو عبیدہؓ کے پاس باقی دونوں سالاروں سے زیادہ فوج تھی اور وہ مرتبہ میں بھی دونوں سے بڑے تھے، یوں تو یزید اور شریک حیل اپنے اپنے میدان عمل میں خود مختار تھے لیکن ان کو حکم تھا کہ اگر تینوں کسی ایک جگہ جنگ میں شریک ہوں تو سالار اعلیٰ ابو عبیدہؓ ہوں گے۔ جابیہ بہت بڑی چھاؤنی بن گئی، جہاں مرکز سے براہ راستے اور رسالے آکر جمع ہوتے، پھر دوسرے سالاروں کو حسب ضرورت بھیج دیا جاتا۔ ابو عبیدہؓ بن جراح کے مقامی جاسوسوں نے خبر دی کہ قیصر روم شام کا دورہ کرتا، شامیوں میں جنگی حرارت پیدا کرتا اور بھرتی کے احکام دیتا، انطاکیہ چلا گیا ہے، جہاں اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے، اور ایسے لشکر تیار کئے ہیں جو اس کے باپ دادا یا کسی اور بادشاہ نے کبھی نہیں کئے، غنقریب یہ لشکر مسلمانوں سے متصادم ہونے والے ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے صورت حال سے مطلع کرنے کے لئے ابو بکر صدیق کو ایک خط لکھا جس میں تھا:

”مجھے خبر ملی ہے کہ شاہِ روم بہرِ قل انطاکیہ میں فروکش ہوا ہے اس نے اپنی بیرونِ شام قلمرو سے فوجیں بلائی ہیں، یہ فوجیں اس کے پاس روانہ بھی ہو چکی ہیں، میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو صورتِ حال سے مطلع کروں تاکہ آپ مناسب کارروائی کریں۔“

(فتوح شام اردی ص ۲۴)

ابوبکر صدیق نے جواب دیا :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تمھارا خط ملا، شاہِ روم کی فوجی تیاریوں کا حال معلوم ہوا۔ اُس کے انطاکیہ میں قیام پذیر ہونے کے معنی ہیں کہ وہ اور اُس کی فوجیں شکست کھائیں گی اور تم اور مسلمان اللہ کے فضل سے فتح حاصل کرو گے۔ تم نے یہ جو لکھا ہے کہ تم سے لڑنے کے لئے وہ اپنی ساری قلمرو سے فوجیں جمع کر رہا ہے تو یہ ایسی بات ہے جس کے رونما ہونے کا ہمیں اور تمھیں پہلے سے علم تھا، کوئی قوم اپنا اقتدار اور اپنا ملک بغیر لڑے نہیں چھوڑا کرتی، تمھیں خوب معلوم ہے کہ بہت سے مسلمان پہلے ان سے لڑ چکے ہیں جن کو موت اتنی پیاری تھی جتنی اُن کے دشمن کو زندگی، جو جان کی قربانی دے کر خدا سے ”اجرِ عظیم“ کے طالب تھے، جو جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی باکرہ بیویوں اور بڑھیا دونوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، جن کا ایک مرد، جنگ میں، مشرکوں کے ہزار آدمیوں سے بہتر تھا۔ (ان جاں نثاروں کی مثال سامنے رکھ کر) اپنی فوج سے ان کا مقابلہ کرو اور تعداد کی کمی سے نہ گھبراؤ۔ اللہ تمھارے ساتھ ہے، پھر بھی انشاء اللہ میں تمھارے پاس

اتنی رسد بھجوں گا جس سے تم مطمئن ہو جاؤ گے اور جس سے زیادہ
 کی تم کو خواہش نہ رہے گی، والسلام علیک“
 (فتوح الشام از دی ص ۲۴-۲۵)

۶۵۔ یزید بن ابی سفیان کے نام

جس طرح ابو عبیدہؓ کے جاسوسوں نے قیصر روم کی جنگی تیاریوں سے
 ان کو مطلع کیا، اسی طرح یزید بن ابی سفیان کے جاسوسوں نے قیصر کی
 نقل و حرکت اور عسکری مساعی سے ان کو بھی باخبر رکھا۔ آپ اوپر پڑھ چکے
 ہیں کہ بقول از دی بصری یزید بن ابی سفیان شام کے مورچہ پر ابو بکر صدیق
 کے پہلے سالار تھے، وہ اس وقت کہاں تھے؟ ہم وثوق کے ساتھ یہ نہیں
 بتا سکتے، از دی نے ان کے میدان عمل سے ہمیں بالکل بے خبر رکھا ہے، لیکن
 غالب قریب ہے کہ وہ اس وقت دریائے اُرڈن کے مشرقی گندم خیز علاقہ کی تسخیر
 میں مصروف تھے، آئی ہوئی خبروں کی بنیاد پر انھوں نے مرکز کو جو رپورٹ بھیجی
 اُس میں تھا:

”شاہ روم کو ہماری چڑھائی کی جب خبر ہوئی تو خدا نے اُس
 کے دل میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ (فلسطین چھوڑ کر) انطاکیہ چلا
 گیا، اس نے اپنی فوج کے رومی سالاروں کو شام کے مرکزی شہروں
 پر کمانڈر مقرر کیا ہے اور ان کو ہم سے لڑنے کا حکم دے دیا ہے، وہ
 لڑائی کے لئے تیار ہو گئے ہیں، شام کے اُن رئیسوں نے جن سے
 ہم نے معاہدے کئے ہیں، خبر دی ہے کہ ہر قتل نے اپنی بیرون شام

سے جو بحیرہ طبریہ کو بحر میت سے ملتا ہے، دیکھتے نقشہ۔

تلمو سے بھی فوجیں بلائی ہیں جو بڑی تعداد اور پورے ساز و سامان سے آرہی ہیں، اب بتائیے آپ کا کیا حکم ہے، اپنی راتوں سے بہت جلد مطلع کیجئے تاکہ ہم اس کے مطابق عمل کریں۔“
(فتوح الشام از دی ص ۲۵)

ابو بکر صدیق نے جواب میں لکھا :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم : تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ شاہِ روم کے دل میں مسلمان فوجوں کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ (فلسطین، دمشق اور حمص سے بھاگتا ہوا) انطاکیہ چلا گیا۔ جب ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے تو خدا نے جس کے ہم سپاس گزار ہیں ایک طرف مشرکوں کے دلوں میں رعب ڈال کر اور دوسری طرف ملائکہ کرام بھیج کر ہماری مدد فرمائی۔ جس دین کے قیام کے لئے اللہ نے رعب و ہیبت سے کل ہماری مدد کی، اسی دین کی آج بھی ہم دعوت دے رہے ہیں۔ تمہارے رب کی قسم ! اللہ مسلمانوں کا انجام مجرموں کا سا نہیں کرے گا اور جو لوگ کہتے ہیں ”سوائے اللہ واحد کے کوئی دوسرا معبود نہیں“ اُن کا مقدران لوگوں کا سا نہیں ہو سکتا جو اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کی عباد کرتے ہیں، اور کئی کئی خداؤں کے قائل ہیں۔ جب تم شاہِ روم کی فوج سے مقابل ہو تو ان پر ٹوٹ پڑنا اور خوب لڑنا، اللہ سہرگرتھاری مدد سے ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ اُس تبارک و تعالیٰ نے ہم کو خبر دی ہے کہ چھوٹی فوج اس کے کرم سے بڑی فوج پر غالب آجاتی ہے، بہر حال میں تمہارے پاس بے درپے رسید بھیجوں گا، اتنی کہ تمہاری

ضرورت رفع ہو جائے گی اور تم فرد واحد تک کی کمی محسوس نہیں
کرو گے ان شاء اللہ، والسلام علیک ورحمۃ اللہ“

(فتوح الشام از دی ص ۲۶)

یزید کا اور اس سے پہلے ابو عبیدہ بن جراح کا مراسلہ پڑھ کر ابو بکر صدیق
کے دل میں نہ تو خوف پیدا ہوا اور نہ اُن کے ”غم تسخیر“ میں کوئی کمزوری آئی،
اُن کو یقین تھا کہ شام فتح ہوگا اور رسول اللہ کی پیش گوئی پوری ہو کر رہے گی،
انہوں نے فوجی فراہمی کی کوشش تیز کر دی، تینوں سالاروں کے شام روانہ
ہونے کے بعد کین سے برابر چھوٹی بڑی ٹولیاں اور قبائلی رئیس مع ماتحت قبائل
کے مدینہ آتے رہے تھے جن کو ابو بکر صدیق ان سالاروں سے غم ہونے بھیج دیتے
تھے، نو واردوں کا کچھ حصہ تو سالاروں سے جا ملا تھا اور کچھ بھی راستہ میں
تھا۔ یزید اور ابو عبیدہ کے مذکورہ بالا مراسلوں کے بعد ابو بکر صدیق نے جہاں
جہاں امید تھی اپنے افسروں کو فوری خط لکھے اور فوجیں طلب کیں۔ ملک عرب
کے انسانی سوتے کچھ تو پہلے ہی کھل چکے تھے اور کچھ نئے اب کھل گئے۔ چند مفتوں
میں مدینہ کے باہر ایک رعب دار کیمپ بن گیا، مکہ کے بہت سے قرشی اور
مقتدرہ اشخاص بھی اسلام کے لئے قربانی دینے آ گئے، ابو بکر صدیق نے نئی فوج
کا کمانڈر عمرو بن عامر کو مقرر کیا۔ اس وقت شام کے مورچوں پر تین سالار
تھے: ابو عبیدہ عباسیہ میں (مشرق کے جنوب مشرق میں) یزید بن ابی سفیان جنوب
مشرق میں اس سے متصل ضلع بلقار میں اور شریل بن حنہ جنوب میں اس سے
متصل ضلع اردن میں۔ عمرو شام کے جغرافیہ اور حالات سے واقف تھے،
مشکلات اور خطروں پر فتح پانے کی ان میں خاص صلاحیت تھی، فکر و نظر کے
مالک بھی تھے، اُن کو فوج کے ساتھ جاسیہ بھیج دیا گیا جو اُس وقت شام میں

مسلمانوں کا سب سے بڑا کیمپ تھا۔ عمرو کے آنے سے ابو عبیدہ اور ان کے ساتھیوں کو بڑی تقویت ہوئی۔

۶۶۔ ابو عبیدہ بن جراح کے نام

مدینہ سے مسلمان سالاروں کو مدد بھیجنے کی خبر سارے شام میں پھیل گئی اور مخبروں نے رسد کے اعداد و شمار اتنے بڑھا چڑھا کر بیان کئے کہ شام کے فوجی حلقوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا، فوراً قیصر کے پاس سفیر دوڑائے گئے اور رسد طلب کی گئی۔ قیصر نے حوصلہ افزا جواب دیا جس کے آخری الفاظ تھے:-

” اتنی فوجیں بھیجوں گا کہ زمین پر ان کا سنا مشکل ہو جائے گا۔“ مسلمان سمجھے تھے کہ ان کو بس شام کی مقامی فوجوں سے لڑنا ہو گا، لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کے علاوہ آسیا صغریٰ، ارمینیا اور ترکی کی فوجوں سے نمٹنا ہے تو وہ گھبرائے۔ بڑے سالار ابو عبیدہ نے مرکز کو یہ رپورٹ بھیجی: میرے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ بیرون شام کی امدادی فوج کے ہراول دستے شاہ روم کے پاس پہنچ چکے ہیں، نیز یہ کہ شام کے بڑے شہروں کے سالاروں نے ”رسد“ کے لئے اس کے پاس سفیر بھیجے ہیں اور اس نے ان کو لکھا ہے کہ:

” تمہارے ایک بڑے شہر کی آبادی کل عرب فوجوں کی تعداد سے زیادہ ہے، ڈرو مت، لڑنے نکل جاؤ، تمہارے پیچھے رسد بھی آتی ہے۔“ یہ خبریں ہم کو موصول ہوئی ہیں۔ مسلمان لڑنے سے گھبراہے ہیں.....“ (فتوح الشام از دی ص ۳۷)

ابو بکر صدیق نے جواب دیا:-

” بسم اللہ الرحمن الرحیم تمہارا خط آیا جس میں تم نے لکھا ہے

کہ دشمن کی فوجیں تم سے لڑنے روانہ کر دی گئی ہیں، نیز یہ کہ ان کے بادشاہ نے اتنا بڑا لشکر بھیجنے کا وعدہ کیا ہے ” جس کا زمین پر سہانا مشکل ہو جائے گا۔“ خدا کی قسم تمہاری وہاں موجودگی سے زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود اس پر اور اس کی فوجوں پر تنگ ہو گئی ہے! بخدا مجھے تو یہ امید ہے کہ تم عنقریب شاہِ روم کو اس جگہ سے نکال باہر کر دو گے جہاں وہ اس وقت مقیم ہے (یعنی انطاکیہ) تم اپنے رسالے دیہاتوں اور مزدعہ بستیوں میں پھیلا دو اور شامی فوجوں کو غلہ اور چارہ سے محروم کر کے ان کی زندگی دبا ل کر دو۔ بڑے شہروں کا محاصرہ اس وقت تک نہ کرنا جب تک میرا حکم نہ آئے، اگر دشمن تم سے لڑنے بڑھے تو تم بھی لڑنے بڑھو اور خدا سے دعا کرو کہ ان پر غلبہ عطا کرے۔ ان کے پاس جتنی رسد آئے گی میں اتنی یا اس سے دو گنی رسد بھیجوں گا۔ خدا کا شکر ہے نہ تو تمہاری تعداد کم ہے، اور نہ تم کمزور ہو، میری سمجھ میں نہیں آتا پھر تم ان سے لڑتے کیوں گھبراتے ہو، اللہ ضرور تم کو فتح عطا کرے گا اور دشمن پر غالب کرے گا، وہ تم کو سر بلند کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کس طرح اس کا شکر ادا کرتے ہو، عمرو کے ساتھ اچھا طریقہ عمل رکھنا، میں نے ان کو سمجھا دیا ہے کہ صحیح مشورہ دینے سے دریغ نہ کریں، وہ تجربہ کار اور صائب رائے آدمی ہیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ“

(فتوح الشام از دی ص ۴۲)

خالد بن ولیدؓ کے نام

مذکورہ بالا خط و کتابت اور سالارانِ شام کی رپورٹوں کو اس بڑی جنگ کا پس منظر سمجھنا چاہیے جو اجنادین کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے ابھی پڑھا کہ ابوبکر صدیقؓ نے ابوعبیدہؓ اور زید بن ابی سفیانؓ کے تازہ ترین خطوط کے زیر اثر عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں خاصی فوج بھیجی تھی، آپ نے یہ بھی پڑھا کہ اس سے پہلے مرکز کی طرف سے دستے اور مسلح حلقے برابر شام کو جاتے اور وہاں کی فوجوں میں ضم ہوتے رہے تھے، سب ملاکر اسلامی فوج کی تعداد بیس بائیس ہزار تک پہنچ گئی تھی، اس میں شک نہیں کہ ابوعبیدہ بن جراح کو عمرو بن عاصؓ اور ان کے ساتھ آئی دوڑھائی ہزار فوج سے کافی تقویت ہوئی لیکن پھر بھی وہ اور دوسرے سالارانِ اپنی طاقت کی طرف سے مطمئن نہ تھے اور ان کی فوج کے جوصلے تو یقیناً پست تھے جیسا کہ ابوعبیدہؓ کی مرکز کو بھیجی رپورٹ کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے: ”والفس المسلمین لیئنة یقتالہم“ (ازدی ص ۲۷) مسلمانوں کی وحشت کے کئی سبب تھے: شام کے مقامی جاسوسوں اور معاہدہ رقیسوں نے مسلمانوں کے سامنے قیصر کی عسکری تیاریوں کی خبریں ایسی بڑھا چڑھا کر پیش کی تھیں کہ ان کے دل دہل گئے تھے، ان کو بتایا گیا تھا کہ رومی فوج میں صرف اہل شام کے علاوہ قیصر کی بیرون شام قلمرو - جزیرہ، ایشیا صغریٰ، ارمینیا اور یورپ سے طلب کی ہوئی فوجیں بھی شامل ہیں اور ان کی تعداد ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہے، ان خبروں کے پس منظر میں وہ دو شکستیں تھیں جو مسلمانوں کو شام کے مورچہ پر ہو چکی تھیں، ایک رسول اللہؐ کے آخر عہد میں جب ان کے بھیجے ہوئے دستوں کو موت کے مقام پر قیصر کی فوج نے بُری طرح پسپا کیا تھا اور دوسرے

لے مذکورہ ذیل خط کا شمار پہلے ہو چکا ہے (نمبر ۶۱) اس لئے یہاں اس کا شمار نہیں کیا گیا۔

خالد بن سعید کی حالیہ تباہی جس میں ان کے صاحبزادے اور بہت سے مسلمان کام آئے اور وہ خود بال بال بچے تھے۔ ابو بکر صدیق کو محاذِ شام کے مسلمانوں کی اس وحشت کا علم تھا، یہاں تک فوجی طاقت بڑھانے کا سوال تھا وہ جو کچھ ان کے بس میں تھا کر رہے تھے اور اب تک مدینہ یا تبیس ہزار فوج شام کے مورچہ پر بھیج چکے تھے، اتنی بڑی جمعیت اسلام میں پہلے کبھی محاذِ واحد پر جمع نہیں ہوئی تھی، لیکن ”تعداد فوج“ کو ان کی میزان فتح و شکست میں وہ اہمیت حاصل نہ تھی جو مجاہدین اسلام کے جذبہ سرفروشی اور خود اعتمادی کو تھی، اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ ایک ایسے شخص کو سالارِ اعلیٰ مقرر کریں جو فوجی سمجھ بوجھ کے ساتھ سرفروشی اور خود اعتمادی کے نشہ میں سرشار ہو، ان کی نظر خالد بن ولید پر پڑی، یہ خالد جب سے اسلام لائے دیسوں جنگوں میں قائد رہ چکے تھے، اور بھی ان کا جھنڈا نیچا نہیں ہوا تھا، یہ دشمن کی کثرت اور اپنی قنیت کو خاطر میں نہ لاتے تھے، بلکہ ان کے جوہر ایسے موقعوں پر اور زیادہ کھلتے جہاں ان کی طاقت فرقی ثانی سے نمایاں طور پر کم ہوتی، ان کی تلوار ہی میں جادو نہ تھا، ان کی شخصیت بھی کمال کی تھی، ان کے جھنڈے تلے اگر ان کے ماتحتوں میں بھی کچھ ویسی ہی لگن اور خود اعتمادی پیدا ہو جاتی جس سے خود ان کا سینہ گرم رہتا۔ ہمارے بعض مورخ بتاتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کے پہلے سالارِ شام خالد بن سعید کو مرجع الصفر (مشرق کی جنوبی عملداری) میں رک دے کر رومیوں نے فخر سے کہا تھا: ”بخدا ہم ابو بکر کی ایسی خبر لیں گے کہ وہ ہمارے ملک پر ترک تازی کرنا بھول جائیں گے۔“ اس کے بعد وہ بڑے پیمانہ پر فوجی تیاری کرنے لگے اور ان کا ارادہ غالباً یہ تھا کہ مدینہ پر فوج کشی کر کے اسلامی حکومت کی جڑ کاٹ دیں۔ کچھ عرصہ بعد خالد کو شاہِ فوجوں کا سالارِ اعلیٰ مقرر کر کے ابو بکر صدیق کے جو صلے اتنے بلند ہوئے کہ وہ بولے:

”بخدا میں خالد سے رومیوں کو ایسی مار لگو اوں گا کہ ان کے شیطانی دسو سے پر اگندہ ہو جائیں گے“ (تہذیب ابن عساکر، مصر ۱۳۶) خالد اس وقت عراق کے مورچہ پر سرحدی رتیسوں کو صلح اور جزیہ کے ذریعہ مسخر کر کے عراق کی باقاعدہ فتوحات کے لئے زمین ہموار کر رہے تھے کہ ابو بکر صدیق کا یہ ار جنت مراسلہ موصول ہوا:

” واضح ہو کہ جب تم کو میرا یہ خط ملے تو ان لوگوں کو چھوڑ کر جو تمہارے عراق پہنچنے سے پہلے وہاں موجود تھے، چل دو، اور اپنی فوج کے ان مردانِ کار کو ساتھ لے کر جو یمامہ میں تمہارے ہم رکاب تھے، یا یمامہ سے عراق کے سفر میں تم سے آئے تھے یا حجاز سے تمہارے پاس آگئے تھے، بعجلت تمام شام کا رخ کرو اور ابو عبیدہ اور ان کی فوجوں سے مل جاؤ، وہاں پہنچ کر ساری فوج کے سالار اعلیٰ تم ہو گے، والسلام علیک“ (فتوح الشام از دی ص ۵۷-۵۸)

۵۸ دتہذیب ابن عساکر ۱/ ۱۳۸

۶۷۔ ابو عبیدہ بن جراح کے نام

جب ابو بکر صدیق نے ابو عبیدہ بن جراح کو افواجِ شام کی سپہ سالاری سے معزول کر کے خالد بن ولید کو اس عہدہ پر مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو عمر فاروق نے اس کی مخالفت کی، ہمارے مورخوں نے اس مخالفت کے کئی سبب بیان کئے ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ خالد اور عمر فاروق میں جو قریبی رشتہ دار تھے لڑکپن سے چشمک تھی، دوسری روایت یہ ہے کہ خالد نے ابو بکر صدیق کے عہد خلافت میں عمر فاروق کی شان میں ایسے لفظ کہے جن سے اُن کو دکھ ہوا

اور وہ خالد سے ناراض ہو گئے، تیسرا قول ہے کہ عمر فاروق کی خالد سے برہمی کا سبب مالک بن نویرہ کا افسوسناک قضیہ تھا، مالک جن کو خالدؓ نے اسلام سے باغی سمجھ کر قتل کر دیا تھا، اور جن کو عمر فاروق ثقہ شاہدوں کی شہادت کی بناء پر مسلمان باور کرتے تھے، چوتھا قول یہ ہے کہ عمر فاروق کو خالدؓ کی بے باک تلوار اور مسرفانہ فیاضی ناگوار تھی، ان سب کے علاوہ مخالفت کا ایک اور وزنی سبب یہ تھا کہ خالدؓ نو مسلم تھے اور ابو عبیدہؓ قدیم الاسلام، عمر فاروق کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ ایک نو آزمودہ مسلم کو ایک پرانے اور اسلام کی ابتدائی آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے والے صحابی اور نچتہ کار مجاہد پر فوقیت حاصل ہو۔ ابو بکر صدیق جو عمر فاروق کی بات بہت کم ٹالتے تھے، خالد کے معاملہ میں ان سے اتفاق رائے نہ کر سکے، اُن کے سامنے اس وقت نئے یا بُرائے مسلمان کا مسئلہ نہ تھا، نہ زیادہ اور کم خدمات کا، نہ سیرت کے اعتبار سے بڑھیا گھٹیا کا، انھوں نے خالد بن ولید کو صرف اس اعتبار سے ترجیح دی کہ وہ ایک طرف لڑائی کے فن اور لڑائی کے تجربہ میں دوسرے سالاروں سے گوتے سبقت لے گئے تھے اور دوسری طرف خود اعتمادی کے زیور سے زیادہ آراستہ تھے۔ ابو عبیدہ کی معزولی کے فرمان کا مضمون یہ تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح ہو کہ میں نے شام میں روٹیوں سے لڑائی کی کمان اعلیٰ خالد کو دے دی ہے، تم اُن کی مخالفت نہ کرنا، ان کی بات ماننا اور ان کی رائے پر عمل کرنا، میں نے یہ جانتے ہوئے کہ تم خالد سے بہتر ہو ان کو تمھارا افسر اعلیٰ بنا دیا ہے، میرا خیال ہے کہ ان کو جنگی معاملات کی تم سے زیادہ سمجھ بوجھ ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمھیں سیدھے راستہ پر گامزن رکھے، والسلام علیک

درحمتہ اللہ “ (ازدی ص ۴۷)

ربیع الاول ۳۷ھ میں خالد اپنا نیا عہدہ سنبھالنے عراق سے شام روانہ ہوئے۔ عراق سے نکل کر سرحد شام میں جب داخل ہوئے تو انھوں نے ایک مراسلہ شام کے مسلمانوں کو اور دوسرا ابو عبیدہ بن جراح کو بھیجا۔ مسلمانوں کو لکھا تھا کہ ”میں آپ کا سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا ہوں اور بہت جلد آپ سے آملوں گا“ خاطر جمع رکھئے اور بالکل نہ گھبرائیے، خدا کا وعدہ عنقریب پورا ہونے والا ہے۔ خالد بن ولید نو مسلم تھے یعنی فتح مکہ (۳ھ) سے کچھ پہلے مسلمان ہوئے، اس کے برخلاف ابو عبیدہ ہاجرین اولین اور رسول اللہ کے غزیر ترین ساتھیوں میں سے تھے، ان کی خدمات جنگ اور امن دونوں میں شاندار تھیں، عادات و اطوار پسندیدہ تھے۔ رسول اللہ کے صحابہ میں ان کو خاص امتیاز حاصل تھا، عمر فاروق ان کا احترام کرتے تھے۔ خالد کو اس خیال سے غیرت سی آئی کہ وہ افسر اور ابو عبیدہ جیسی بھاری بھر کم شخصیت کے صحابی ان کے ماتحت ہوں، اس احساس کے زیر اثر انھوں نے ابو عبیدہ کو یہ پُرانکسار اور معذرت آمیز خط لکھا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم: ابو عبیدہ بن جراح کی خدمت میں

خالد بن ولید کی طرف سے، سلام علیک میں اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ خدا سے التجاء ہے کہ خوف (قیامت) کے دن مجھے اور آپ کو دوزخ کی سزا سے امان میں رکھے اور دنیا میں آزمائشوں اور مصیبتوں سے، خلیفہ رسول اللہ (ابوبکر) کا فرمان موصول ہوا ہے جس میں انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ شام جا کر وہاں کی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لوں۔ بخدا میں نے نہ تو اس عہدہ کی درخواست کی نہ اس کی خواہش، اور

نہ ان سے اس باب میں کوئی خط و کتابت۔ آپ پر خدا کی رحمت
 (میرے سالار اعلیٰ ہونے کے باوجود) آپ کی حیثیت وہی ہے
 گی جو تھی، آپ کے کسی حکم کو ٹالنا نہ جائے گا، نہ آپ کی رائے اور مشورہ
 کو نظر انداز کیا جائے گا اور نہ آپ کی صلاح بغیر کوئی فیصلہ ہوگا،
 آپ مسلمانوں کی ایک برگزیدہ شخصیت ہیں، نہ تو آپ کے فضل سے
 انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ آپ کی رائے سے بے پرواہی برتنا ممکن
 ہے، خدا سے دعا ہے کہ اپنی مہربانیوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے
 اور شبھ اور آپ کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے، والسلام علیک
 ورحمۃ اللہ (فتوح الشام از دی ص ۶۲)

۶۸۔ فرمان جانشینی

شام کی پہلی سب سے بڑی جنگ اجدادین (جمادی الآخرہ ۳۱ھ) ختم ہو چکی
 تھی اور حاصرہ دمشق (پایہ تخت) کے لئے زمین ہموار ہو رہی تھی کہ ابو بکر صدیق
 بیمار پڑے، اور بیماری نے ایسی صورت اختیار کی کہ ان کو بچنے کی امید نہ رہی، اس
 وقت بڑے صحابہؓ کئی افراد تھے جن کو خلافت کی کشتی سونپی جاسکتی تھی۔ عثمان
 غنی، عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبداللہ، حضرت علی اور
 عمر فاروق، بحیثیت مجموعی ان کو عمر فاروق زیادہ اہل نظر آئے، وہ ان کے
 دست راست تھے، اور ان کے سوا دو سالہ عہد حکومت میں خلافت کے تمام
 اہم معاملات سے بڑی گرمجوشی کے ساتھ دلچسپی لیتے رہے تھے، وہ بڑے بے
 غرض، جوان حوصلہ اور عملی آدمی بھی تھے، ابو بکر صدیق نے ان کو اپنا جانشین
 مقرر کرنے کا فیصلہ کر لیا، انھوں نے عبدالرحمن بن عوف کو بلایا اور ان سے

پوچھا : عمر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ؟ ” عبدالرحمنؓ : آپ ان کے بارے میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں ، ابوبکر صدیقؓ : اس کے باوجود میں تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں ، ” عبدالرحمنؓ : ” عمر اس سے بہتر ہیں جیسا آپ ان کو سمجھتے ہیں “ ابوبکر صدیقؓ نے عثمان غنیؓ کو بلا کر ان کی رائے مانگی تو انہوں نے کہا : میں کیا بتاؤں ؟ آپ ان کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں ، جب ابوبکر صدیقؓ نے اصرار کیا تو وہ بولے : عمر کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور وہ ہم سب سے اچھے ہیں ، ابوبکر صدیقؓ : خدا کی تم پر رحمت ، اگر تم یہ رائے نہ دیتے تو میں تم ہی کو خلیفہ بناتا ، ان دو کے علاوہ ابوبکر صدیقؓ نے چند دوسرے ہمارے ہمارے انصار صحابہ سے بھی رجوع کیا تو انہوں نے عمر فاروقؓ کے حق میں رائے دی ، اس کے بعد کچھ لوگ آئے اور بولے : آپ خدا کو کیا جواب دیں گے جب وہ پوچھے گا کہ تم نے عمر کو ان کی درشت مزاجی اور سخت گیری کے باوجود کیوں خلیفہ بنایا ؟ ابوبکر صدیقؓ کو جوش آگیا ، وہ سہارا لے کر اٹھ بیٹھے اور کہا : تم مجھے خدا سے ڈراتے ہو ، میں کہوں گا کہ میں نے سب سے بہتر آدمی کو خلیفہ بنایا ہے ؟ یہ کہہ کر وہ لیٹ گئے اور عثمان غنیؓ کو بلا کر یہ تحریر لکھوائی :-

” بسم اللہ الرحمن الرحیم ، یہ فرمان ہے ابوبکر بن ابی قحافہ کی طرف سے جو زندگی کی آخری منزل سے گذر کر آخرت کی پہلی منزل میں قدم رکھ رہا ہے ۔ جہاں (حقیقت ایسی بے نقاب ہو کر سامنے آئے گی کہ) کافر ایمان لانے ، بدکار سزا کا یقین کرنے اور جھوٹا سچ بولنے پر مجبور ہوگا ، میں اپنے بعد عمر بن خطابؓ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں ، آپ کا فرض ہے کہ ان کی ہدایت اور حکم کے مطابق عمل کریں ، ان کا انتخاب کر کے میں نے اپنے بس بھرا اللہ ، اس کے دین ، اپنے ضمیر

اور مسلمانوں کی یہودی کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی ہے،
مجھے پوری امید ہے کہ عمر عدل و انصاف سے کام لیں گے لیکن اگر وہ
ایسا نہ کریں تو ہر شخص کی طرح وہ اپنے اعمال کے ذمہ دار ہوں گے
میں نے تو ہر حال مسلمانوں کی یہودی چاہی ہے اور غیبی امور میرے
علم سے باہر ہیں، ظالم کو جلد ہی اپنی بد اعمالیوں کا خمیازہ بھگتنا
پڑے گا، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ“ (کنز العمال ۳/۱۵۰-
۱۴۶/۶۱ و ۳۲۴ جزوی اختلاف کے ساتھ)

۶۹۔ فرمان کی دوسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان ہے ابوبکر حلیفہ رسول
اللہ کا مؤمنوں اور مسلمانوں کو، خدا جس کا میں سپاس گزار
ہوں آپ کو بخیر و عافیت رکھے، واضح ہو کہ میں عمر بن خطاب
کو آپ کا والی مقرر کرتا ہوں ان کی اطاعت کیجئے اور ان کا
حکم مانئے، ایسا کر کے میں نے سچے دل سے اور اپنے مقدور ہر
آپ کی یہودی اور فائدہ پیش نظر رکھا ہے، والسلام“
(تاریخ یعقوبی نجف ۲/۱۱۵)

۷۰۔ سالاران فوج کے نام

ابوبکر صدیق کے ایک سالار نے کسی بڑے عرب سردار کے بارے
میں جو غالباً ردہ لڑائیوں میں پکڑا گیا تھا، لکھا کہ وہ زخمی دے کر
آزاد ہونا چاہتا ہے، اس باب میں اپنی راتے سے مطلع کیجئے، ابوبکر صدیق

نے جیسا کہ ابھی آپ پڑھیں گے، زر مخلصی لینے کی اجازت نہیں دی اور اسے قتل کر دیا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ذی اثر اور خطرناک آدمی تھا جس نے نہ صرف ردّہ بغاوتوں میں نمایاں حصہ لیا تھا، نہ صرف بڑی تعداد میں عربوں کو اسلام سے منحرف کیا تھا بلکہ اپنے علاقہ کے مسلمانوں کو جسمانی ایذا بھی پہنچائی تھی، ابوبکر صدیق نے اس کو زندہ رکھنا اسلام کے مفاد کے خلاف سمجھا اور اسے سزائے موت دی۔ زر مخلصی کے سلسلہ میں قرآن نے ان الفاظ میں اسلامی موقف واضح کر دیا ہے۔

فَأَمَّا مَنْ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَبَدَأَ، یعنی جنگ کے بعد قیدیوں کے ساتھ ازراہ احسان پیش آکر یا تو آزاد کر دیا ان سے زر مخلصی لے کر چھوڑ دو، جب بدر میں ہزیمت خوردہ قریش کے کئی درجن آدمی قید ہو کر رسول اللہ کے قبضہ میں آئے تو آپ نے اس آیت کے دوسرے اختیار پر عمل کرتے ہوئے زر مخلصی لے کر انہیں رہا کر دیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت بے حد خراب تھی اور مفاد عامہ تقاضہ تھا کہ معاوضہ لیا جائے اور مفت نہ چھوڑا جائے، ایک دوسرے موقع پر رسول اللہ نے ایک دو قیدیوں کو جو سخت اسلام دشمن تھے قتل بھی کر دیا تھا۔

”زر مخلصی لے کر اس کو نہ چھوڑو بلکہ قتل کر دو“

(کتاب الاموال قاسم بن سلام مصر ۱۳۰ - ۱۳۱ و کثر الحال ۳۱۲)

فهرس

رقم	صفحة	رقم	صفحة
١- رِدَّةُ الْحِجَازِ وَنَجْدِ	١٧	١٧- إلى الطَّاهِرِ بْنِ أَبِي هَالَةَ	١٧
١- إلى الْقَبَائِلِ الْمُرْتَدَّةِ	١٨٣-١	١٨- إلى عَنَابِ بْنِ أُسَيْدٍ	١٨
٢- صُورَةُ أُخْرَى	٦-٣	١٨- إلى الْمَهَاجِرِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ	١٨
٣- إلى أُمَرَاءِ جُيُوشِ الرِّدَّةِ	٧-٦	٢٠- كِتَابُ أَبِي بَكْرٍ لِأَهْلِ نَجْرَانَ	١٨
٤- وَصِيَّةُ أَبِي بَكْرٍ إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ	١٠-٧	٢١- صُورَةُ أُخْرَى	١٩
٥- إلى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ	١١-١٠	٣- رِدَّةُ الْبَحْرَيْنِ	
٧- إلى عِكْرِمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ	١٢-١١	٢٢- إلى الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضَوِيِّ	٢٠
٨- صُورَةُ أُخْرَى	١٢	٢٢- إلى أَلَسِّ بْنِ مَالِكٍ	٢٠
٩- إلى شُرَحْبِيلَ بْنِ حَتَمَةَ	١٣	٤- رِدَّةُ عُمَانَ	
١٠- إلى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ	١٣	٢٤- إلى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ	٢٣
١١- " " " "	١٤	٢٥- إلى عِكْرِمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ	٢٣
١٢- " " " "	١٤	٥- رِدَّةُ كِنْدَةَ وَخَضْرَمَوْتَ	
١٣- إلى طَرْفِيَّةَ بْنِ حَاجِرٍ	١٥	٢٦- إلى زِيَادِ بْنِ لَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ	٢٤
١٤- إلى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ	١٥	٢٧- إلى الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ	
١٥- إلى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ	١٦	وَرُؤُسَاءِ كِنْدَةَ	٢٤
والوليد بن عَقْبَةَ		٢٨- إلى عِكْرِمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ	٢٥
٢- رِدَّةُ الْيَمَنِ		٢٩- إلى زِيَادِ بْنِ لَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ	٢٥
١٦- إلى رُؤُسَاءِ الْيَمَنِ مِنْ جَمْعٍ	١٧	٣٠- " " " "	٢٥

٢١ - إلى المهاجرين أبي أمية	٢٥ - إلى خالد بن سعيد	٣٥
٣٢ - " " " " "	٢٦ - " " " " "	٣٥
٣٠ - " " " " "	٢٦ - " " " " "	٣٥
٣٣ - صورة أخرى	٢٧ - إلى عمرو بن العاص	٣٦-٣٥
٣٥ - " " "	٢٧ - " " " " "	٣٦
٣٦ - إلى عثمان الرضة	٢٨ - " " " " "	٣٧-٣٦
٣٧ - إلى خالد بن الوليد	٢٨ - إلى أمراء الجند	٣٧
١ - فتوح العراق	٢٩ - إلى عمرو بن العاص	٣٧
٣٨ - إلى خالد بن الوليد	٢٩ - " " " " "	٣٧
٣٩ - صورة أخرى	٢٩ - إلى أمراء العسكر بالشام	٣٨-٣٧
٤٠ - " " "	٣٠ - إلى خالد بن الوليد	٣٨
٤١ - إلى عياض بن غنم	٣٠ - صورة أخرى	٣٩-٣٨
٤٢ - صورة أخرى	٣٠ - " " "	٣٩
٤٣ - إلى خالد بن الوليد	٣١ - إلى أمراء الشام	٤٠
وعياض بن غنم	٣١ - إلى أبي عبيدة بن الجراح	٤١-٤٠
٤٤ - " " "	٣١ - إلى يزيد بن أبي سفيان	٤١
٤٥ - " " "	٣١ - إلى أبي عبيدة بن الجراح	٤٣-٤٢
٤٦ - إلى خالد بن الوليد وعسكره	٣١ - " " " " "	٤٣
٤٧ - إلى مذعور بن عدي	٣٢ - عهد أبي بكر	٤٣
٤٨ - إلى المثنى بن حارثة	٣٢ - صورة أخرى	٤٤
٢ - فتوح الشام	٧ - إلى أمراء الجند	
٤٩ - إلى أهل اليمن		

١- رِدَّةُ الْحِجَازِ وَنَجْدِ

١- إلى القبائل المرتدة

” بسم الله الرحمن الرحيم . من أبي بكر خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى من بلغه كتابي هذا من عامّة وخاصّة أقام على إسلامه أو رجع عنه ، سلام على من أتبع الهدى ولم يرجع بعد الهدى إلى الضلالة والعمى ، فأني أحمد إليكم الله الذي لا إله إلا هو وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله يُقرّ بما جاء به ونكفر من أبي ونجّاه هذه :

أما بعد فإن الله تعالى أرسل محمداً بالحق من عنده إلى خلقه بشيراً ونذيراً وداعياً إلى الله بأذنه وسراجاً منيراً لينذر من كان حياً ويحقّ القول على الكافرين فهدى الله بالحق من أجاب وضوب رسول الله صلى الله عليه وسلم بأذنه من أدبر عنه حتى صار إلى الأسلام طوعاً وكرهاً ، ثم توفّي الله رسوله صلى الله عليه وسلم وقد نفذ الأمر الله ونصح لأُمته وقضى الذي عليه وكان الله قد بيّن له ذلك ولأهل الأسلام في الكتاب الذي أنزل فقال ” إِنَّكَ مَيِّتٌ وَلَهُمْ مَیِّتُونَ “ وقال : ” وما جعلنا لبشر من قبلك

الْخُلْدُ أَفَأَنْ مَتَّ فَهَمُ الْخَالِدُونَ وَقَالَ لِلْمُؤْمِنِينَ : وَمَا هُمُ إِلَّا رُسُلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ، أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَخُزَّ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ شَيْءٍ وَسَيُجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ” فَمَنْ كَانَ إِيمَانًا يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ، فَإِنْ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ ، وَمَنْ كَانَ إِيمَانًا يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فَإِنَّ اللَّهَ لَهُ بِالْمُرْصَادِ حَقُّ قِيُومٍ لَا يَمُوتُ وَلَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ حَافِظٌ لِأَمْرِهِ مُنْتَقِمٌ مِنْ عَدُوِّهِ بِجَزَائِهِ ،

وَإِنِّي أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَحِظْكُمْ وَنَصِيْبِكُمْ مِنَ اللَّهِ وَمَا جَاءَكُمْ بِهِ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْ تَهْتَدُوا بِهِ هِدَاهُ وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِدِينِ اللَّهِ ، فَإِنَّ كُلَّ مَنْ لَمْ يَهْدِهِ اللَّهُ ضَالٌّ ، وَكُلُّ مَنْ لَمْ يُعَافِهِ مُبْتَلًى وَكُلُّ مَنْ لَمْ يُعِنِهِ اللَّهُ فَخَذُولٌ ، فَمَنْ هَدَاهُ اللَّهُ كَانَ مُهْتَدِيًا وَمَنْ أَضَلَّهُ كَانَ ضَالًّا ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : ” مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ، وَلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فِي الدُّنْيَا عَمَلٌ حَتَّى يُقَرَّبَهُ وَلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فِي الْآخِرَةِ صَوْفٌ وَلَا عَدْلٌ ،

وَقَدْ بَلَغْنِي رَجُوعٌ مِنْ رَجْعٍ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ أَقَرَّ بِالْأَسْلَامِ ، وَعَمِلَ بِهِ اغْتِرَارًا بِاللَّهِ وَجَهَالَةً بِأَمْرِهِ وَإِجَابَةً لِلشَّيْطَانِ ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : ” وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ

لَهُ فِي الْأَصْلِ : يَجْزِيهِ -

للظالمين بدلاً، وقال: "إن الشيطان لكم عدو فاتخذوه
عدوًّا، إنما يدعو جزية لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ"
وإني بعثت إليكم فلاناً في جيش من المهاجرين
والأنصار والتابعين بأحسن وأمرته أن لا يقاتل أحداً
ولا يقتله حتى يدعوه إلى داعية الله، فمن استجاب له
وأقر وكف وعمل صالحاً قبل منه وأعانه عليه، ومن أبى
أمرت أن يُقاتله على ذلك، ثم لا يُبقى على أحد منهم قدراً
عليه وأن يحرقهم بالنار ويقتلهم كل قتيلاً، وأن يسبى
النساء والذراري، ولا يقبل من أحد إلا الأسلام، فمن
أُتبعه فهو خير له ومن تركه فلن يعجز الله، وقد
أمرت رسولي أن يقرأ كتابي في كل مجمع لكم."

(سيف بن عمر - الطبري ٢٢٦/٣ - ٢٢٧/٣ صبح الأعشى
للقلقشندي، طبعة مصر ١٣٨٦/١ والاكتفاء لأبي السريج سليمان
بن موسى الكلاعي البكاسي مخطوط رقم ٥٢٧، دار الكتب
المصرية القاهرة ص ٢٤٥ - ٢٤٦ مع النقص والزيادة)

٢ - صورة أخرى

ويروى أن أبا بكر كتب مع هذا الكتاب كتاباً آخر
إلى عامة الناس وأمر خالداً أن يقرأه عليهم في كل مجمع
وهذا نصه:

له داعية الله شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله.

” بسم الله الرحمن الرحيم من أبي بكر خليفة رسول
الله إلى من بلغه كتابي هذا من عامة أو خاصة قائما
على إسلامه أو راجعاً منه سلام على من آتبع الهدى
ولم يرجع بعد الهدى إلى الضلالة والعمى وأشهد أن
لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده وأهله
غير المضل أرسله بالحق من عنده إلى خلقه بشيراً ونذيراً
وداعياً إلى الله بأذنه وسراجاً منيراً لينذر من كان حياً
ويحقق القول على الكافرين فهدي الله بالحق من أجاب
إليه وضوب بالحق من أدبر عنه حتى صاروا إلى الأسلام
طوعاً وكرهاً ثم أدرك رسول الله عند ذلك أجله الذي
قضى الله عليه وعلى المؤمنين فتوفاه الله ، وقد كان بين
له ذلك ولأهل الأسلام في الكتاب الذي أنزل عليه ،
فقال : إنك ميت وإنهم ميتون ، وقال وما جعلنا للبشر
من قبلك الخلد أفأن ميت فهم الخالدون ، كل نفس ذائقة
الموت ونبلوكم بالشر والخير فتنة وإلينا ترجعون ، وقال
للمؤمنين : وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل
أفأن مات أو قتل آتلفتم على أعقابكم ؟ ومن ينقلب على
عقبه فلن يضر الله شيئاً وسيجزي الله الشاكرين ، فمن
كان إنما يعبد محمداً فإن محمداً قد مات صلوات الله عليه
ومن كان إنما يعبد الله وحده لا شريك له فإن الله

بالمرصاد ، حتى قيوم لا يموت ولا تأخذه سنة ولا نوم ، حافظ
 لأمره مُنتقم من عدوه ، وإني أوصيكم أيها الناس بتقوى
 الله وأحُضِّكم على حُظكم ونصيبكم من الله وما جاءكم
 به نبيكم محمد وأن تهتدوا بهدى الله وتعتصموا بدين
 الله فإن كل من لم يحفظه الله ضائع وكل من لم يصدِّقه
 الله كاذب ، وكل من لم يسعده الله شقي ، وكل من لم
 يرزقه الله محروم ، وكل من لم ينصحه الله مخذول ، فاهتدوا
 بهدْيِ الله ربِّكم وما جاءكم به نبيكم محمد فأنَّه من
 يَهْدِي الله فهو المهتدي ومن يضل فلن تجد له ولياً
 مرشداً ، وإنه بلغني رجوع من رجع منكم عن دينه بعد
 أن أقر بالأسلام وعمل به آخِثِراً بالله وجهالة بأمر الله
 وطاعة الشيطان ، وإن الشيطان لكم عدو ، فاتخذوه
 عدواً ، إنما يدعو حزبه ليكونوا من أصحاب السعير ، وإني
 قد بعثتُ خالد بن الوليد في جيش من المهاجرين الأولين
 من قرلش والأنصار وغيرهم وأمرته أن لا يقاتل أحداً
 ولا يقتله حتى يدعوهُ إلى داعية الله فمن دخل في دين
 الله وتاب إلى الله ورجع عن معصية الله إلى ما كان
 يُقربه من دين الله وعمل صالحاً قبل ذلك منه ، وأعانه
 عليه ، ومن أبي أن يرجع إلى الأسلام بعد أن يدعوهُ
 بداعية الله ويعذر إليه بعاذرة الله أن يقاتل من قاله
 على ذلك أشد القتال بنفسه ومن معه من أنصار دين

الله وأعوانه ثم لا يُبقي على أحد بعد أن يعذر إليه وأن
يُحرقهم بالنار ويسبي الذراري والنساء وأمرته أن لا يقبل من
أحد شيئاً إلا الرجوع إلى دين الله وشهادة أن لا إله
إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله، وقد
أمرته أن يقرأ على الناس كتابي إليهم في كل مجمع وجماعة
فمن اتبعه فهو خير له ومن تركه فهو شر له “

(الأكتفاء ص ٢٤٦)

٣- إلى أمراء جيش الردّة

”بسم الله الرحمن الرحيم، هذا عهد من أبي بكر خليفة
رسول الله صلى الله عليه وسلم لفلان حين بعثه فيمن
بعثه لقتال من رجع عن الإسلام، وعهد إليه أن يتقى
الله ما استطاع في أمره كله سرّاً وعلا نيته وأمره بالمجد
في أمر الله ومجاهدة من تولّى عنه، ورجع عن الإسلام
إلى أمانى الشيطان بعد أن يعذر إليهم فيدعوهم بدعوة
الإسلام، فإن أجابوه أمسك عنهم وإن لم يجيبوه شئ
غارته عليهم حتى يقرّوا له، ثم ينبئهم بالذي عليهم والذي
لهم فيأخذ ما عليهم ويُعطيهم الذي لهم لا ينظروهم ولا
يردّ المسلمين عن قتال عدوهم فمن أجاب إلى أمر الله
عز وجل وأقرّ له قبل ذلك منه وأعانه عليه بالمعروف وإنما
يقاتل من كفر بالله على الأقرار بما جاء من عند الله،

فَإِذَا أَجَابَ الدَّعْوَةَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَبِيلٌ ، وَكَانَ اللَّهُ حَسْبِيهِ
 بَعْدَ ، فِيمَا أَسْتَشَرَّ بِهِ ، وَمَنْ لَمْ يَجِبْ دَاعِيَةَ اللَّهِ قُتِلَ
 وَقُتِلَ حَيْثُ كَانَ وَحَيْثُ بَلَغَ مِرَاجِعُهُ ، لَا يَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ
 شَيْئًا أُعْطَاهُ إِلَّا الْأَسْلَامُ فَمَنْ أَجَابَهُ وَأَقْرَبَ مِنْهُ
 وَعَلَّمَهُ ، وَمَنْ أُبِيَ قَاتَلَهُ ، فَإِنْ أَظْهَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ قَتْلَ
 مِنْهُمْ كُلِّ قَتْلَةٍ بِالسَّلَاحِ وَالنَّيْرَانِ ، ثُمَّ قَسَمَ مَا أَفَاءَ
 اللَّهُ عَلَيْهِ إِلَّا الْخُمْسَ فَإِنَّهُ يَبْلُغْنَاهُ وَأَنْ يَمْنَعَ أَصْحَابَهُ
 الْعِجْلَةَ وَالْفُسَادَ وَأَنْ لَا يُدْخَلَ فِيهِمْ حَشَوَاتُ حَتَّى يَعْرِفَهُمْ
 وَيَعْلَمَ مَا هُمْ لئَلَّا يَكُونُوا عَيْبُونَا ، وَلئَلَّا يُؤْتَى الْمُسْلِمُونَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ ، وَأَنْ يَقْتَصِدَ بِالْمُسْلِمِينَ وَيَرْفُقَ بِهِمْ فِي السَّيْرِ وَالْمَنْزِلِ
 وَيَتَفَقَّدَهُمْ ، وَلَا يَعْجَلُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ وَلَيْسَتْ وَصِي
 بِالْمُسْلِمِينَ فِي حَسَنِ الصَّحْبَةِ وَلَيْسَ الْقَوْلُ :

(سيف بن عمر - الطَّبْرِي ٣ / ٢٢٧)

٤- وَصِيَّةُ أَبِي بَكْرٍ إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ

عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ حِينَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ
 الْوَلِيدِ عِهْدَ إِلَيْهِ وَكُتِبَ مَعَهُ هَذَا الْكِتَابُ :-
 ” بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . هَذَا مَا عَهِدَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ
 خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ حِينَ بَعَثَهُ
 فِيمَنْ بَعَثَهُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُمْ مِنْ
 غَيْرِهِمْ لِقِتَالِ مَنْ رَجَعَ عَنِ الْأَسْلَامِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ

صلى الله عليه وسلم ، عهد إليه وأمره أن يتقى الله
 ما أستطاع في أمره حمله علانيته وسريته وأمره
 بالجد في أمر الله والمجاهدة لمن تولى عنه إلى غيره
 ورجع عن الأسلام إلى ضلالة الجاهلية وأمانى
 الشيطان ، وعهد إليه وأمره أن لا يقاتل قوماً حتى
 يعذر إليهم ويدعوهم إلى الأسلام ويُبَيِّن لهم الذى
 لهم فى الأسلام والذى عليهم فيه ، ويحرص على هُداهم
 فمن أجابه إلى ما دعاه إليه من الناس كلهم أحمرهم
 وأسودهم قبل منه وليعذر إلى من دعاه بالمعروف و
 بالسيف ، فأما يقاتل من كفر بالله على الأيمان بالله
 فإذا أجاب للدعوة إلى الأيمان وصدق إيمانه لم يكن عليه
 سبيل وكان الله حسيبه ، ويجد في عمله ، ومن لم
 يجبه إلى ما دعا إليه من رعاية الأسلام ممن رجع
 عن الأسلام بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم
 أن يقاتل أولئك بمن معه من المهاجرين والأنصار حيث
 كانوا وحيث بلغ مراغمة ، ثم يقتل من قدر عليه من أولئك
 ولا يقبل من أحد شيئاً دعاه إليه ولا أعطاه إياه إلا
 الأسلام والدخول فيه والصبر به وعليه شهادة أن
 لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله ، وأمره أن
 يمضى بمن معه من المسلمين حتى يقدم الإمامة فيبدأ
 ببنى حنيفة ومُسَيْلَمَةَ الكذاب فيدعوهم ويدعو

إلى الأسلام وينصح له في الدين ويحرص على هدايتهم
فإن أجابوا إلى ما دعاهم إليه من دعاية الأسلام
قبل منهم وكتب بذلك إلى ، وأقام بين أظهرهم حتى
يأتيه أمرى ، وإن هم لم يجيبوا ولم يرجعوا عن كفرهم
وإتباع كذابهم على كذبه على الله عز وجل قاتلهم أشد
القتال بنفسه ومن معه ، فإن الله ناصر دينه ومظهره
على الدين كله كما قضى في كتابه ولو كره الكافرون
فإن أظهره الله عليهم إن شاء الله وأمكنه منهم فليقتلهم
بالسلاح وليحرقهم بالنار ولا يستبق منهم أحداً قدر على
أن يستبقه وليقسم أموالهم وما أفاء الله عليه وعلى
المسلمين إلا خمسة فليرسل إلى أضعه حيث أمر الله
به أن يوضع إن شاء الله ، وعهد إليه أن لا يكون
في أصحابه فشل من رأيهم ولا عجلة عن الحق إلى غيره
ولا يدخل فيهم حشوم من الناس حتى يعرفهم ويعرف من
هم وعلى ما أتيهوه وقاتلوا معه ، فأني أخشى أن يدخل
معكم ناس يتعوذون بكم ليسوا منكم ولا على دينكم
فيكونون عيوناً عليكم ويتحفظون من الناس بمكانهم معكم
وأنا أخشى أن يكون ذلك في الأعراب وجفاتهم فلا يكون
من أولئك في أصحابك أحداً إن شاء الله ، وأسرفق
بالمسلمين في سيرهم ومنازلهم وتفقدتهم ولا تجعل بعض
الناس عن بعض في المسير ولا في الأتقال من مكان

واستوص من معك من الأنصار خيراً في حسن صحبتهم
ولين القول لهم ، فأن فيهم ضيقاً ومرارة وذعاجة ، ولهم حق
وفضيلة وسابقة ووصية من رسول الله فأقبل من
محسنهم وتجاوز عن مسيئهم كما قال والسلام عليك ورحمة
الله وبركاته ٢٤٥ (الكتف ٢٤٥)

٥ - إلى خالد بن الوليد^{رض}

قال شريك الفزاري : كنت ممن حضر بئزاحة
مع عيينة بن حصن فرزقني الله الأمانة فجئت أبا بكر
فأمرني بالمشير إلى خالد وكتب معي إليه :-

” أما بعد فقد جاعني كتابك مع رسولك تذكر
ما أظفرك الله بأهل بئزاحة وما فعلت بأسد وغطفان
وأنت سائر إلى الإمامة وذلك عهدى إليك فائق الله
وحده لا شريك له وعليك بالرفق بمن معك من المسلمين
كن لهم كالوالد ، وإياك يا خالد بن الوليد ونحو بني المغيرة
فأني قد عصيتُ فيك من لم أعصيه في شيء قط ، فالنظر
بني حنيفة كلهم عليك ولهم بلاد واسعة ، فإذا قدمت
فباشر الأمر بنفسك ، وأجعل على يمينتك رجلاً وعلى يسارك
رجلاً ، وأجعل على خيلك رجلاً ، وأستشر من معك
من الأكابر من أصحاب رسول الله من المهاجرين
والأنصار ، وأعرف لهم فضاهم ، فإذا لقيت القوم وهم على

صفوفهم فأنقذهم إن شاء الله، وقد أعددت للأموال أقرباءها،
 فالسهم للسهم والرمح للرمح والسيف للسيف، فإذا صرت
 إلى السيف فهو الشكل فإن أظفرك الله بهم فأياك والبقاء
 عليهم، أجهز على جريحهم وأطلب مدبرهم وأحمل أسيرهم
 على السيف وهول فيهم القتل وأحرقهم بالنار، وإياك أن
 تخالف أمري والسلام عليك“ (الاكتفاء ص ٢٥٢)
 ”ليرزك ما أنعم الله به عليك خيراً وأتق الله في
 أمرك فإن الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون،
 جد في أمر الله ولا تثنين ولا تظفرن بأحد قتل المسلمين
 إلا أقتله ونكلت به غيره، ومن أحببت من حاد الله
 أوضاده من ترى أن في ذلك صلاحاً فأقتله“

(الطبري عن سيف بن عمر ٢/٢٣٣)

٧- إلى عكرمة بن أبي جهل

”يا ابن أم عكرمة! لا أرينك ولا تراني على حالها،
 لا ترجع فتوهن الناس، إمض على وجهك حتى تساند
 حذيفة وعرفجة فقاتل معهما أهل عمان ومهرة، وإن
 لهما من الأمراء الذين بعثهم أبو بكر الصديق لحرب أهل الردة“
 بعث حذيفة إلى عمان وعرفجة إلى مهرة وأمرهما أن يبتدعا
 بعمان، وأن يبلدا عرفجة بعد قمع الثورة هناك، إلى مهرة ديكث
 حذيفة بعمان كالوالى-

شغلاً فأمض أنت ثم تسير و تسير جندك تستبرؤون
من مررت به حتى تلتقوا أنتم والمهاجرين أبي أمية
باليمن وحضرموت ۛ (الطبري عن سيف بن
عمر، ۳/۲۴۳)

۸- صورة أخرى

« استادى ندانى و شاگردى نكنى، هر روز ترا ديدار كنم يا نال هلاكت
و دمار سازم، چرا نبودى تا شرجيل در رسد و با او در جنگ همدست
و هم آهنگ باشى، اکنون سوتى حذيفه سفر كن و پشتوان او باش،
و اگر با تو حاجتى نبود، باراضى يمن و حضرموت ميرو و با مهاجر بن اُميّه
مى باش ۛ »

(نسخ التواريخ الجزء الثانى من المجلد الثانى

ص ۱۲۴)

۹- إلى شرجيل بن حسنة^{رضه}

« إذا قدم عليك خالد ثم فرغتم إن شاء الله
فالحق بقضاة حتى تكون أنت وعمرو بن العاص
على من أبى منهم (الأسلام) وخالف ۛ »
(الطبري عن سيف بن عمر، ۳/۲۴۳)

له وكانت منازل قضاة في شمال المدينة وغربها عند حدود الشام.

١٠- إلى خالد بن الوليد

” يا خالد بن أم خالد ! إنك لفارغ تنكح النساء
وتغرس بهن وبيابك دماء ألفم ومائتين من المسلمين
لم تحب بعد ، ثم خدعك مجاعة عن رأيك فصلحك
على قومه وقد أمكن الله منهم“
ص ٢٦٠ ، وكانت للكتاب بقية لم يذكرها صاحب الأكتفاء
وقال إن وثيمة ذكر الكتاب بأجمعه في تأليفه عن الردة وفي
الطبري عن ابن إسحاق ٢٥٤/٣ ينتهي الكتاب إلى :
لم تحب بعد)

رد خالد^{رض}

فلما نظر خالد في الكتاب قال : هذا عمل عمر
وكتب إلى أبي بكر جواب كتابه مع أبي بركة الأسدي :-
” أما بعد فلعمري ما تزوجت النساء حتى تم
إلى السرور وقرت بي الدار وما تزوجت إلا إلى أمرئ
لوجئت إليه من المدينة خاطبا لم أبال^{له} ، دغ أني
أستثرت خطبتي إليه من تحت قدمي (؟) فإن
له هو وثيمة بن موسى الوشاء الفارسي ، كان يتجر في الوشي وصف
كتابا في أخبار الردة ، مات سنة ١٢٨ ، ذكره ابن خلكان في وفيات
الأعيان مصر ، سنة ١٢٨/٢ -
٢ في الأصل معرقا : ابل -

كنت قد كرهت لى ذلك لدين أو ديناً أعتبتك،
 وأما حسن عزائى على قتلى المسلمين فوالله لو كان
 الحزن يُبقى حيّاً أو يُردّ ميتاً لأبقى حزنى الحىّ وردّ الميت،
 ولقد أقتحمت فى طلب الشهادة حتى أليست من الحياة
 وأيقنت بالموت، وأما خدعة مُجاعة إياى عن رأى فأنى
 لم أخطئ رأى يوحى ولم يكن لى علم بالغيب وقد صنع الله
 للمسلمين خيراً أورثهم الأرض وجعل لهم عاقبة المتقين،
 (الأكتفاء ص ۲۶۰)

۱۱- إلى خالد بن الوليد^{رض}

”أما بعد فلذا جاءك كتابى فالنظر فأن أظفرك الله
 بنى حنيفة فلا تسبق منهم رجلاً جرت عليه موسى“

۱۲- إلى خالد بن الوليد^{رض}

”خبر مسلمة رسيد و از فتح يمامه و نصرت مسلمين اگاه شدم
 و اکنون که مسلمة بشد مردم يمامه را قوت و مکاتنه مانند چه سپاه بے
 سردار تنه را ماند که سر ندارد، و اکنون بر در حصار جائے کن و چندان
 بپاک آں قلعه بکشائی و چند خواهند که از مصالحت و مسالمت بيرون
 شوند قرع الباب منازعت و مناطحت ميکن و چوں قلعه بکشودی
 مردان ايشان را بتمامت گردن بزن، و زنان و فرزندان ايشان را
 بتمامت برده گیر و ضليع و عقار و مال و خواسته چندانکه دارند ماخوذ

دار: (نسخ التواريخ الجزء الثاني من الكتاب الثاني ص ١٣٣)

١٣- إلى طرّيفة بن حاجر^ر

”إن عدو الله الفجأة أتاني يزعم أنه مسلم ويسألني أن أقويه على من أريد عن الإسلام فحملته وسلمته، ثم آتته إلى من يقين الخبر أن عدو الله قد استعرض الناس المسلم والمرتد يأخذ أموالهم ويقتل من خالفه منهم، فسر إليه من معك من المسلمين حتى تقتله أو تأخذه فتأتينى به“ (الطبري عن ابن إسحاق ٢٣٤/٣ والأكتفاء عن الواقدي ص ٢٦٣)

١٤- إلى خالد بن الوليد^ر

”أما بعد فإن أظفرك الله ببني حنيفة فأقل البث فيهم حتى تنحدر إلى بني سليم فتطأهم وطأة يعرفون بها ما صنعوا، فإنه ليس بطن من العرب أنا أغبط عليه مني عليهم، قديم قادمهم يذكر إسلاما ويريد أن أعينه فأعنته بالظهر والسلاح ثم جعل يعترض الناس، فإن أظفرك بهم فلا ألوئك فيهم في أن تحرقهم بالنار وتُمسّل فيهم بالقتل حتى يكون نكالا لهم“ (الأكتفاء ص ٢٦٤)

له في الأصل مصحفا : ما منعوا -

١٥- إلى عمرو بن العاص والوليد بن عُقبة

«إتق الله في السر والعلانية فإنه من يتق الله
 يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث لا يحتسب، ومن يتق
 الله يكفر عنه سيئاته ويُعظم له أجراً، فإن تقوى الله
 خير ما توأصى به عباد الله، إنك في سبيل الله لا
 يسعك فيه الأذهان والتفريط ولا الغفلة عما فيه قوام
 دينكم وعصمة أمركم، فلا تن ولا تفتر» ركن العمال
 عن القاسم بن محمد ٢٠٧/٨

٢- ردة اليمن

١٦- إلى رؤساء اليمن من حمير

« من أبي بكر خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمير بن أفلح ذي مران و سعيد بن العاقب ذي زود و سميفع بن ناكور ذي الكلاع و خوشب ذي ظليم و شهر ذي يناف ، أما بعد فأعينوا الأنبا على من نأواهم و حوطوهم و أسمعوا من فيروز و جدوا معه فأني قد وليته » (الطبري عن سيف بن عمر ٢٦٦/٣ و

(٢١٧ - ٢١٣)

١٧- إلى الطاهر بن أبي هالة^{رض}

« بلغني كتابك تخبرني فيه مسيرك و أستنفارك مسروقا و قومه إلى الأخابث (أي المتمردين) بالأغلاب فقد أصبت ، فعاجلوا الضرب ولا ترفوها عنهم ، و أقيموا بالأغلاب حتى يأمن طريقي الأخابث و يأتكم أمري » (الطبري ٢٦٥/٣ و معجم البلدان لياقوت ١/١٤٦)

له في الأصل : فعاجلوا هذا الضرب -

١٨ - إلى عتاب بن أسيد

”إضرب على أهل مكة وعملها خمسمائة مقو
وأبعث عليهم رجلاً تأمنه“

(الطبرى ٢٦٦/٣)

١٩ - إلى المهاجرين أي أمية

”أبعث إليّ بقيس في وثاق“
(كنز العمال ٨٤/٧)

٢٠ - كتاب أبي بكر الصديق لأهل نجران

”بسم الله الرحمن الرحيم ، هذا ما كتب به عبد
الله أبو بكر خليفة محمد النبي رسول الله صلى الله
عليه وسلم لأهل نجران ، أجارهم بجوار الله وخدمة محمد
النبي رسول الله صلى الله عليه وسلم على أنفسهم
وأرضيتهم وملتهم وأموالهم وحاشيتهم وعاجيتهم وغائبهم
وشاهدتهم وأساقفتهم وزهبايتهم وبيعهم وكل ما تحت
أيديهم من قليل أو كثير لا يُخسرون ولا يُعسرون
ولا يُغَيَّر أسقف من أسقفية ولا راهب من
زهبايته وفاء لهم بكل ما كتب لهم محمد النبي صلى

الله عليه وسلم وعلى ما في هذه الصحيفة جوار الله
 وذمة محمد النبي صلى الله عليه وسلم أبداً وعليهم
 النصح والأصلاح فيما عليهم من الحق :
 (كتاب الخراج لأبي يوسف مصر سنة ٣٠٢هـ ص ٤١)

٢١- صورة أخرى

”هذا كتاب من عبد الله أبي بكر خليفة رسول
 الله صلى الله عليه وسلم لأهل نجران أجارهم من
 جُنْدِهِ ونفسه وأجاز لهم ذمة محمد صلى الله عليه وسلم
 إلا ما رجع عنه محمد رسول الله بأمر الله عز وجل
 في أرضهم وأرض العرب أن لا يسكن بها دينان ،
 أجارهم على أنفسهم بعد ذلك وملتهم وسائر أموالهم
 وحاشيتهم وعاديتهم وغائبهم وشاهدتهم وأسقفهم
 ورهبانهم وبيعهم حيث ما وقعت وعلى ما ملكت أيديهم
 من قليل أو كثير عليهم ما عليهم ، فأذا أدوه فلا يحشرون
 ولا يُعشرون ولا يُغَيَّر أسقف من أسقفيته ولا راهب
 من رهبانيته ووفى لهم بكل ما كتب لهم رسول الله
 صلى الله عليه وسلم وعلى ما في هذا الكتاب من
 ذمة محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم وجوار
 المسلمين وعليهم النصح“

(الطبري ٣/ ٢٦٥ - ٢٦٦)

٣- رِدَّةُ الْبَحْرَيْنِ

٢٢- إِلَى الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضَوِيِّ

”أما بعد فأُنْ بَلْغَاكَ عَنْ بَنِي شَيْبَانَ بْنِ ثَعْلَبَةَ
تَمَامَ مَا بَلْغَاكَ وَخَاضَ فِيهِ الْمَرْجُفُونَ فَأَبْعَثَ إِلَيْهِمْ
جُنْدًا فَأَوْطَهُمْ وَشَتَّرَ بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ“ (الطبري
عن سيف بن عمر ٣/ ٢٦١ و معجم البلدان ٢/ ٧٢ و فتوح
البلدان ص ٨٩ - ٩٠ و الأكتفاء ص ٢٦٦)

٢٣- إِلَى الْأُنْسِ بْنِ مَالِكٍ

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي
فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الَّتِي
أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَأَلِهَا
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سَأَلَ فَوْقَهَا فَلَا
يُعْطَاهُ فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْأَبْلِ فَمَا دُونَهَا الْغَنَمُ فِي
كُلِّ خَمْسٍ شَاةٍ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ
فَفِيهَا أُنْبُةٌ فَخَاضَ أَنْثَى فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِيهَا أُنْبُةٌ فَخَاضَ فَاتْنِ
لَبُونٍ ذَكَرٍ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتَّةً وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ
فَفِيهَا أُنْبُةٌ لَبُونٍ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتَّةً وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا

حِقَّة طُرُوقَةَ الْجَمَلِ فَأَذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَسْتَيْنِ إِلَى خَمْسِ
وَسَبْعِينَ فِيهَا جَذَعَةٌ فَأَذَا بَلَغَتْ سِتَّةً وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ
فِيهَا أَيْنَتَا لَبُونٍ فَأَذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عَشْرِينَ
وَمِائَةٍ فِيهَا حِقَّتَانِ طُرُوقَتَا الْجَمَلِ فَأَذَا زَادَتْ عَلَى عَشْرِينَ
وَمِائَةٍ نَفَى كُلُّ أَرْبَعِينَ أُبْنَةً لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ
وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْأَبْلِ فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا
أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا فَأَذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْأَبْلِ فِيهَا شَاةٌ قَالَ
وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْأَبْلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَ عِنْدَهُ
جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَأَنْهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ
إِنْ آسْتَيْسَرَتَا أَوْ عَشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ
الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ جَذَعَةٌ فَأَنْهَا تُقْبَلُ
مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدَّقُ عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ
وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ الْحِقَّةُ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا أُبْنَةً لَبُونٍ
فَأَنْهَا تُقْبَلُ مِنْهُ ابْنَةُ لَبُونٍ وَيُعْطَى مَعَهَا شَاتَيْنِ أَوْ عَشْرِينَ
دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ أُبْنَةً لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ
حِقَّةٌ فَأَنْهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدَّقُ عَشْرِينَ
دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ أُبْنَةً لَبُونٍ وَلَيْسَتْ
عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ فَخَاضٍ فَأَنْهَا تُقْبَلُ مِنْهُ أُبْنَةُ فَخَاضٍ
وَيُعْطَى مَعَهَا عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَصَدَقَةُ الْغَنَمِ فِي
سَامِئَتِهَا فَأَذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عَشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ فِيهَا
شَاةٌ فَأَذَا زَادَتْ عَلَى عَشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ مِائَتَيْنِ

ففيها شأنان، فإذا زادت على المائتين إلى ثلاثمائة فيها
 ثلاث شياه، فإذا زادت الغنم على ثلاثمائة ففي كل مائة
 شاة ولا يخرج في الصَّدقة هِرْمَةٌ ولا ذات عوار ولا
 تيس الغنم إلا أن يشاء المَصْدَق، فإذا كانت سائمة الرجل
 ناقصة من أربعين شاة واحدة فليس فيها صَدقة إلا
 أن يشاء ربُّها، وفي الرقة ربع العشر فإذا لم يكن مال إلا
 تسعين ومائة فليس فيها صَدقة إلا أن يشاء ربُّها؛
 (السنن الكبرى للبيهقي ج ١٠٩ - ١١٠ والمجموع للنَّوَوِي مصو ٣٣٨/٥ والصحيح
 للبخاري مصو ١٠٩ - ١١٠ والمجموع للنَّوَوِي مصو ٣٣٨/٥ جزء
 من الكتاب وكنز العمال ٣/٣٠١)

٤ - رِدَّةُ عُمَانَ

٢٤ - إلى عمرو بن العاص

« بسم الله الرحمن الرحيم . من أبي بكر خليفة رسول الله إلى عمرو بن العاص سلام عليك أما بعد فإن الله عز وجل بعث نبيه صلى الله عليه وسلم حين شاء وأحياه ما شاء ثم توفاه حين شاء ، وقد قال في كتابه الصادق : إنك ميت وإنهم ميتون وإن المسلمين قلّدوني أمر هذه الأمة من غير إرادة مني ولا حجة ، فأسال الله العون والتوفيق ، فإذا أتاك كتابي فلا تحلن عقلا عقله رسول الله ولا تعقلن عقلا حله رسول الله والسلام ؛ (تاريخ مدينة دمشق لابن عسّكر فلم ص ١٦ ، معهد إحياء المخطوطات العربية بالجامعة الدول العربية القاهرة وكنز العمال عن المصدر نفسه ٢٨٢/٦)

٢٥ - إلى عكرمة بن أبي جهل

« سرفيمن قبلك من المسلمين من أهل دبا »
(الأكتاف ص ٢٦٦)

۵- رِدَّة کِنْدَةَ وَحَضْرَ مَوْتَ

۲۶- إلى زياد بن ليلى الأنصاري^{رض}

” بسم الله الرحمن الرحيم . من أبي بكر خليفة رسول الله إلى زياد بن ليلى سلام عليك، فأني أتحمد إليك الله الذي لا إله إلا هو، أما بعد، فإن النبي توفى فأنا لله وإنا إليه راجعون، فالنظر ولا قوة إلا بالله أن تقوم قيام مثلك وتبايع من عندك، فمن أبي وطيته بالسيف وتستعين من أقبل على من أدبر، فإن الله مظهر دينه على الذين حُله ولو كره المشركون“ (الأكتفاء ص ۲۶۹)

۲۷- إلى الأشعث بن قيس ورؤساء كِنْدَةَ

” اے اشعث و بزرگان قبائل کِنْدَه بدانید کہ خداوند در کتاب می فرماید که در اسلام استوار باشید و با دین درست و ایمان کامل در قیامت سربردار کنید، من نیز شما را جز این نفرمایم، ترک ایمان مگوئید و فریفتہ شیطان مشوید و اگر شما را کردار زیاد دشوار آمده است او را از امارت باز گیرم و دیگرے را فرستم تا با شما هموار برود و مسلم بن عبد الله را که حمل این نامه کند فرموده ام که چون شما فرمان بردار باشید زیاد بن لیلى را باز گرداند، اکنون شما بتوبت و انابت گرائید تا خداوند ما را و شما را موفق

بدارد.“ (ناخ التوارخ المجلد الثاني من القسم الثاني ص ۱۴۱)

۲۸- إلى عكرمة بن أبي جهل[ؓ]

”دانسته باش که قبیله کنده عصیان آشکارا کردند، و بر زیاد بن لبید و مهاجر بن اُمیّة کار تنگ گرفتند، چون این نامه را بخوانی لشکر را بر سمت ترمیم از بلاد حضرموت برانی و آن عاصیان بد سگالان را سزا و جزاء رسانی و هر که با تو موافقت نماید از اهل مکّه و دیگر قبائل عرب که بر راه تو باشند با خویشتن بری.“ (فتوح أعثم الکوفی ص ۱۴)

۲۹- إلى زیاد بن لبید الأنصاری[ؓ]

”إن ظفرت بأهل النجیر فأستبقهم“
(الأكتفاء ص ۲۷۱)

۳۰- إلى زیاد بن لبید الأنصاری[ؓ]

”إنما الغنیمة لمن شهد الواقعة“
(کنز العمال عن الشافعی ۳۰۶/۲)

۳۱- إلى المهاجر بن أبي أمیّة[ؓ]

”إذا جاءكم کتابی هذا ولم تطفروا فأن ظفرت بالقوم
فاقتلوا المقابلة وأسبوا الذریّة إن أخذتموهم عنوة أو یزلوا

له فی الأصل : بریم محرفاً .
ع ۲ : عسبان

على حكمي فإن جرى بينكم صلح قبل ذلك فعلى أن
تُخرجوهم من ديارهم فإني أكره أن أُقَرَّ أقواماً فعلوا فعلهم
في منازلهم ليعلموا أن قد أساءوا وليذوقوا وبال بعض الذي
أُتوا به (الطبري عن سيف بن عمر ٢٧٤/٣ و
تاريخ اليعقوبي طبعة ليدن ١٤٩/٢)

٣٢ - إلى المهاجرين أبي أمية

«إِنَّ أَبَا هَا النَّعْمَانَ بْنَ الْعَبَّاسِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَيَّنَهَا لَهُ حَتَّى أَمَرَهُ أَنْ يَجِيئَهُ بِهَا ، فَلَمَّا
جَاءَهُ بِهَا قَالَ : أَزِيدُكَ أَنَّهَا لَمْ تَنْجِعْ شَيْئاً قَطْ ،
فَقَالَ : لَوْ كَانَ لَهَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لَأَشْتَكَيْتُ ، وَرَغِبَ
عَنْهَا ، فَأَرْغَبُوا عَنْهَا » (الطبري عن سيف بن عمر ٢٧٦/٣)

٣٣ - إلى المهاجرين أبي أمية

« بَلَغَنِي الَّذِي سِرْتَ بِهِ فِي الْمَرْأَةِ الَّتِي تَخَنَّتْ
وَزَمَرَتْ لِشَتِيمَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
فَلَوْلَا مَا قَدْ سَبَقْتَنِي فِيهَا لِأَمْرِكَ بِقَتْلِهَا ، لِأَنَّ حَدَّ
الْأَنْبِيَاءِ لَيْسَ يُشَبَّهِ الْحُدُودَ ، فَمَنْ تَعَاطَى ذَلِكَ مِنْ
مُسْتَسْلِمٍ فَهُوَ مُرْتَدٌّ أَوْ مُعَاهِدٌ فَهُوَ مُحَارَبٌ غَادِرٌ »
(الطبري عن سيف بن عمر ٣٧٧/٣ وكثر العمال

(١٢١/٣)

٣٤ - صورة أخرى

« بَلَّغْنِي أَنَّكَ قَطَعْتَ يَدَ امْرَأَةٍ فِي أَنْ تَغْنَتْ بِهَجَاةِ
المسلمين ونَزَعْتَ ثَنِيَّتَهَا فَأَنْ كَانَتْ مِنْ تَدْعَى الْإِسْلَامَ
فَأَدَّبَ وَتَقَدَّمَ دُونَ الْمُثَلَّةِ ، وَإِنْ كَانَتْ خِدْمِيَّةً ، فَلَعَمْرِي
لَمَا صَفَحْتَ عَنْهُ مِنَ الشَّرِكِ أَعْظَمَ ، وَلَوْ كُنْتُ تَقْدِمْتُ
إِلَيْكَ فِي مِثْلِ هَذَا لَبَلَّغْتُ مَكْرُوهَهَا ، فَأُقْبِلِ الدَّعَاةَ
وَأَيَّاكَ وَالْمُثَلَّةَ فِي النَّاسِ فَأَنْهَا مَا تُثَمِّمُ وَمَنْفِرَةٌ إِلَّا فِي
قِصَاصٍ » (الطبري عن سيف بن عمر ، ٢٧٧/٣ و
كثر العمال ١٢١/٣)

٣٥ - صورة أخرى

« بَلَّغْنِي أَنَّكَ أَخَذْتَ امْرَأَةً سَتَمَنُّنِي فَقَطَعْتَ
يَدَهَا ، وَقَدْ أَهْدَرَ اللَّهُ مِنَ الشَّرِكِ مَا هُوَ أَعْظَمُ مِنْ
ذَلِكَ وَتَرَكْتَ الْمُثَلَّةَ فِي ظَاهِرِ الْكُفْرِ فَعَلْتَ حَقَّارَةً ، وَعَمِلْتَ
بِجَسَنٍ رَجُلًا ، وَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي فَأُقْبِلِ الدَّعَاةَ وَدَعْ الْمُثَلَّةَ
فَأَنْهَا مَا تُثَمِّمُ ، وَقَدْ نَزَّ اللَّهُ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ عَنْ فَرْطِ
الْغَضَبِ ، وَقَدْ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ قَوْمًا آذَوْهُ وَشَتَمُوهُ
وَأَخْرَجُوهُ وَحَارَبُوهُ فَلَمْ يَمِثْلْ بِهِمْ » (أنساب الأشراف
للبلاذري (المصور) ٤٩١/٩ ، معهد إحياء المخطوطات العربية ،
جامعة الدُّوَلِ الْعَرَبِيَّةِ ، الْقَاهِرَةُ)

٣٦- إلى عمّال الرّدة

”أما بعد فإنّ أحبّ من أدخَلتم في أموركُم إلى من لم يرتد ومن كان مِن لم يرتد، فأجمعوا على ذلك، فأتخذوا منهم صنائع، وأئذّنوا لمن شاء في الانصاف ولا تستعينوا بمرتد في جهاد عدوّ“ (الطبري عن سيف بن عمر، ٣/٢٧٦)

٣٧- إلى خالد بن الوليد

”إئذّن للمسلمين في القفل إلّا من أحبّ المقام معك ولا تُكرهن أحداً على المقام ولا تستعن في شيء من حربك بمتكارة، وأذع من يليك من بني تميم وقيس وبكر إلى موتان اليمامة، فإن موات ما أفاء الله على رسوله لله ورسوله، فمن أحيأ شيئاً من ذلك فهو له، لا يدخل ذلك في شيء من موات كل بلد أسلم عليه أهله“ (الأكتفاء ص ٣٥٠)

١- فتوح العراق

٣٨- إلى خالد بن الوليد

”إني قد وليتُك حرب العراق فأحشد من ثبت على الأسلام وقاتل أهل الرِّدة ممن بينك وبين العراق من تميم وقيس وأسَد و بكر بن وائل وعبد القيس ثم سر نحو فارس وأستنصر الله عز وجل، وأدخل العراق، فأبداً بفرج الهند، وتآلف أهل فارس ومن كان في ملكهم من الأمم وأنصفوا من أنفسهم، وإنكم كنتم خير أمة أخرجت للناس نسأل الله أن يجعل من الحق بنا وصيِّره منا خير متبع بأحسان، وإن فتح الله عليك فعارق حتى تلقى عياضاً“ (الأكتفاء ص ٣٥٠)

٣٩- صورة أخرى

”سر إلى العراق حتى تدخلها وأبداً بفرج الهند وتآلف أهل فارس ومن كان في ملكهم من الأمم“

له أي ميناء الأُبلة .

ته في الأصل : لحقه بنا .

(الطبري عن سيف بن عمر، ٢/٤)

٤٠ - صورة أخرى

” إِنَّ اللَّهَ فَتَحَ عَلَيْكَ ، فَعَارِقَ حَتَّى تَلْقَى عِيَاضًا “

(الطبري عن سيف بن عمر، ٤/٤)

٤١ - إلى عياض بن غنم

” سِرْحَتِي تَأْتِي الْمَصِيحَ فَبَعْدَ بِهَا ثُمَّ أَدْخَلَ الْعِرَاقَ
أَعْلَاهَا وَعَارِقَ حَتَّى تَلْقَى خَالِدًا وَأُذْنَا مَنْ شَاءَ فِي
الرَّجُوعِ وَلَا تَسْتَفْتِمَا بِمُتَكَارِهِ “ (الطبري عن

سيف بن عمر، ٤/٤)

٤٢ - صورة أخرى

” سِرْحَتِي تَأْتِي الْمَصِيحَ فَأُحْشِدُ مَنْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا
مِمَّنْ ثَبَتَ عَلَى الْأَسْلَامِ وَقَاتِلَ أَهْلَ الرَّدَّةِ ، فَأَبْدَأُ بِهِمْ
ثُمَّ أَدْخُلُ الْعِرَاقَ مِنْ أَعْلَاهَا فَعَارِقَ حَتَّى تَلْقَى خَالِدًا “
(الأكتفاء ص ٣٦٠)

٤٣ - إلى خالد بن الوليد وعياض بن غنم

” اِسْتَنْفِرَا مَنْ قَاتَلَ أَهْلَ الرَّدَّةِ وَمَنْ ثَبَتَ عَلَى
الْأَسْلَامِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا

يغزون معكم أحد آرتد حتى أرى رائي“
(الطبري عن سيف بن عمر، ٤/٤)

٤٤- إلى خالد بن الوليد وعياض بن غنم
”إستعينوا بالله وأتقوه وأثروا أمر الآخرة على
الدنيا يجمع الله لكم بطاعته الدنيا إلى الآخرة ولا
تؤثروا الدنيا فتجزكم، ويسلبكم الله لمعصيته الدنيا
والآخرة فما أهون العباد على الله إذا عصوه“
(الأكتفاء ص ٣٥٠)

٤٥- إلى خالد بن الوليد وعياض بن غنم
”إذا أجمعتما بالخير وقد فضضتما مسالح فارس
وأمنتما أن يؤتى المسلمون من خلفهم فليكن أحدكما
رداً للمسلمين ولصاحبه بالخير وليقتحم الآخر على
عدو الله وعدوكم من أهل فارس دارهم ومستقر
عزهم المدائن“
(الطبري عن سيف بن عمر، ٤/٥)

٤٦- إلى خالد بن الوليد وعسكرة
”بسم الله الرحمن الرحيم . من عبد الله أبي بكر
خليفة رسول الله إلى خالد بن الوليد ومن معه
من المهاجرين والأنصار والتابعين بأحسن سلامهم عليكم“

فَأَمَّا أَحْمَدُ إِلَيْكُمْ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ : أَمَّا بَعْدُ
 فَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ دِينَهُ وَأَعَزَّ وَلِيَّهُ
 وَأَذَلَّ عَدُوَّهُ ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ قَرْدًا ، فَأَنَّ اللَّهَ الَّذِي
 لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَدَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا أُسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 وَلِيُمَكِّنَ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ
 بَعْدُ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ، وَمَنْ
 كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ وَعَدًّا لِأَخْلَفَ لَهُ
 وَمَقَالًا لَا رَيْبَ فِيهِ ، وَفَرَضَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الْجِهَادَ ،
 فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ وَعَسَى
 أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا
 وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ، فَأَسْتَمْتُمُوا
 مَوْعِدَ اللَّهِ إِيَّاكُمْ وَأَطِيعُوا فِيمَا فَرَضَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ عَظُمَتْ
 فِيهِ الْمَوْنَةُ وَأَشْتَدَّتْ فِيهِ الرَّزِيَّةُ ، وَبَعُدَتْ فِيهِ الشُّقَّةُ
 وَفُجِعْتُمْ فِي ذَلِكَ بِالْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ ، فَأَنَّ ذَلِكَ لِيَسِيرَ
 فِي عَظِيمِ ثَوَابِ اللَّهِ ، وَلَقَدْ ذَكَرْنَا الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ الشُّهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 شَاهِرِينَ سَيُوفِهِمْ لَا يَتَمَتُّونَ عَلَى اللَّهِ شَيْئًا إِلَّا آتَاهُمُوهُ
 حَتَّى أُعْطُوا أَمَانَتَهُمْ وَمَا لَمْ يَخْطُرْ عَلَى قُلُوبِهِمْ ، فَمَا شَيْءٌ
 يَتَمَنَاهُ الشَّهِيدُ بَعْدَ دَخُولِهِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَرُدَّهُمُ اللَّهُ
 إِلَى الدُّنْيَا ، فَيَقْرَضُونَ بِالْمَقَارِضِ فِي اللَّهِ لِعَظِيمِ ثَوَابِ

الله، انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا، وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ، فقد
 أَمَرْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ بِالْمَسِيرِ إِلَى الْعِرَاقِ لَا يُبْرِجُهُ
 حَتَّى يَأْتِيَهُ أَمْرِي، فَمَسِيرُوا مَعَهُ، وَلَا تَتَأَقَّلُوا عَنْهُ، فَإِنَّهُ
 سَبِيلٌ يُعْظِمُ اللَّهُ فِيهِ الْأَجْرَ لِمَنْ حَسُنَتْ فِيهِ نِيَّتُهُ
 وَرَعِدَلِمْتُ فِي الْخَيْرِ رَغْبَتُهُ، فَأَذَا قَدِمْتُمْ الْعِرَاقَ فَكُونُوا
 بِهَا حَتَّى يَأْتِيَكُمُ أَمْرِي، كَفَانَا اللَّهُ وَإِيَّاكُمْ مِنْهُمْ أُمُورَ
 الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ؛

(فتوح الشام لأبي إسماعيل محمد الأزدي البصري، ص ٤٦ - ٤٧ طبع بكلكتة تحت إشراف وليم ناسوليس الأثرلاند
 سنة ١٢٥٥ م)

٤٧ - إِلَى مَذْعُورِ بْنِ عَبْدِ رَحْمَنِ

”أَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ، وَفِيهِتُ مَا ذَرَأَتْ
 وَأَنْتَ كَمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ وَعَشِيرَتَكَ نِعَمَ الْعَشِيرَةِ
 وَقَدْ رَأَيْتُ لَكَ أَنْ تَنْضَمَّ إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَتَكُونَ
 مَعَهُ، وَتُقِيمَ مَعَهُ مَا أَقَامَ بِالْعِرَاقِ، وَتُشْخَصَ مَعَهُ إِذَا
 شُخِّصَ مِنْهَا“ (فتوح الشام للأزدي ص ٥٣)

٤٨ - إِلَى الْمُثَنَّى بْنِ حَارِثَةَ

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ صَلَاحَكَ

الرَّجُلِيَّ كَتَبَ إِلَيَّ يَسْأَلُنِي أُمُورًا، فَكَتَبْتُ إِلَيْهِ أَمْرَهُ بِلِزُومِ خَالِدٍ
حَتَّى أُرَى رَأْيِي، وَهَذَا كِتَابِي إِلَيْكَ أَمْرُكَ أَنْ لَا تَبْرَحَ الْعِرَاقَ
حَتَّى يُخْرِجَ مِنْهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَأَذَا خَرَجَ خَالِدٌ مِنْهُ فَالْزَمْ
مَكَانَكَ الَّذِي كُنْتَ بِهِ، فَأَنْتَ أَهْلُ كُلِّ زِيَادَةٍ، وَجَدِيرٌ بِكُلِّ
فَضْلٍ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ : (فتوح الشام للأزدى ص ٥)

٢ - فتوح الشام

٤٩ - إلى أهل اليمن

” بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. مِنْ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَنْ قَرِئَ عَلَيْهِ كِتَابِي هَذَا مِنْ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ، فَأُنِّي أَحْمَدُ إِسْمَ اللَّهِ
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، أَمَا بَعْدُ، فَإِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
الْجِهَادَ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا، وَقَالَ: ” جَاهِدُوا
بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ “، فَالْجِهَادُ فَرِيضَةٌ مَفْرُوضَةٌ،
وَأَثَابُهُ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ، وَقَدْ أَسْتَفَرْنَا مِنْ قَبْلُنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى
جِهَادِ الرُّومِ بِالشَّامِ، وَقَدْ سَارَعُوا إِلَى ذَلِكَ وَعَسَّكَرُوا
وَخَرَجُوا، وَحَسُنَتْ فِي ذَلِكَ نِيَّتُهُمْ، وَعَظُمَتْ فِي الْخَيْرِ
حِسْبَتُهُمْ، فَسَارِعُوا عِبَادَ اللَّهِ إِلَى مَا سَارَعُوا إِلَيْهِ،
وَلْتَحَسِّنْ نِيَّتُكُمْ فِيهِ، فَإِنَّكُمْ إِلَى إِحْدَى الْحُسَيْنَيْنِ؛
إِمَّا الشَّهَادَةَ، وَإِمَّا الْفَتْحَ وَالْغَنِيمَةَ، فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ

وتعالى لم يرض من عبادة بالقول دون العمل، ولا يترك
أهل عداوته حتى يدينوا بدين الحق، ويُقروا بحكم
الكتاب، أو يُؤدّوا الجزية عن يدٍ وهم صاغرون،
حفظ الله لكم دينكم، وهُدًى قلوبكم، وزَكَّى أَعْمَالَكُمْ
ورَزَقَكُمْ أَجْرَ الْمُجَاهِدِينَ الصَّابِرِينَ، والسلام عليكم“
(فتح الشام ص ٥، وتهذيب تاريخ ابن عسكرا: ١٢٨)

٥٠- إلى خالد بن سعيد^{رض}

”أَقْدِمِ وَلَا تُحْجِمِ وَأَسْتَنْصِرِ اللَّهَ“

(الطبري عن سيف بن عمر، ٢٩/٤)

٥١

”أَقْدِمِ وَلَا تَقْتَحِمِ حَتَّى لَا تُؤْتِيَ مِنْ خَلْفِكَ“

(الطبري عن سيف بن عمر، ٢٩/٤)

٥٢

”أَقِم مَكَانَكَ، فَلَعْمَرَى إِنَّكَ بِمَقْدَامٍ وَمَحْجَامٍ، نَجَاءٌ
مِنَ الْغَمَرَاتِ، لَا تَخْوضُهَا إِلَى فِتْحٍ وَلَا تَصْبِرُ عَلَيْهَا“

(الطبري عن سيف بن عمر، ٣١/٤)

٥٣- إلى عمرو بن العاص^{رض}

”إِنِّي كُنْتُ قَدْ رَدَدْتُكَ عَلَى الْعَمَلِ الَّذِي كَانَ رَسُولُ

له في الأصل : إلى حق .

ته في الأصل : عليه .